مجلس انصار اللہ کینیڈا کا ترجمان

نحنُ انصار اللہ

انصار اللہ اجتماع ۲۰۰۶

LOOKING FOR NEW & USED CARS, TRUCKS AND
BUICK
CADILLAC
CHEVROLET
GMC
HUMMER
PONTIAC
SAAB
SATURN
Toronto Loves
LEGGAT
CHEVROLET • OLDSMOBILE LIMITED
GM
COME CHECK US OUT!!!
WE MAKE BUYING A CAR AT LEGGAT CHEV EASY!
Thank You For Your Continuous Support!!!
LEGGAT CHEVROLET.OLDSMOBILE LTD.
360 REXDALE BLVD. , REXDALE, ONTARIO M9W 1R7
READY TO HELP YOU,
FOR YOUR PRESENT & FUTURE VEHICLE NEEDS.
JUST A PHONE CALL AWAY!
Call Before Buy or Sell!
Mubariz Warraich
TEL: (416) 743-1810 ext. 242
Cell: (647) 280 - 7431
Love for All, Hatred for None
BAD CREDIT, NO PROBLEM!!!
DODGE
Jeep
JEEP
MERCURY
LINCOLN
MAZDA
CHRYSLER
ACURA
Ford

BUYING OR SELLING YOUR HOME?

Contact for Free Consultation for all your Real Estate needs

Sellers

SELL FOR BEST VALUE!

- Market Analysis
- Effective Marketing
- Presentation Secrets
- Get Top Dollars!

Buyers

GET YOUR DREAM HOME!

- Your required location
- NO down payment
- Bargain prices
- Low interest rates

FAZAL SHAHID

416-788-0537

Vaughan

- 3 Bedroom Detached
- Walkout Basement partly Fin.
- Fully fenced lot
- Excellent Location

Mississauga

- 3+3 Bdrm Semi-Detached
- Fin. basement w/ side entr.
- New carpets, newly painted
- Fully fenced, new shed.

Brampton

- 3+1 Bedroom condo
- Luxury Model corner unit
- Huge Solarium
- Eat-in Kitchen, ensuite laund.

New Listings Wanted -- Buyers Waiting

Century 21®

Century21 People's Choice

Contact:

F. Shahid
Direct Line: 416-788-0537
Office Line: 416-742-8000

انصاراللہ اجتماع ۲۰۰۶ کی تصویری جھلکیاں

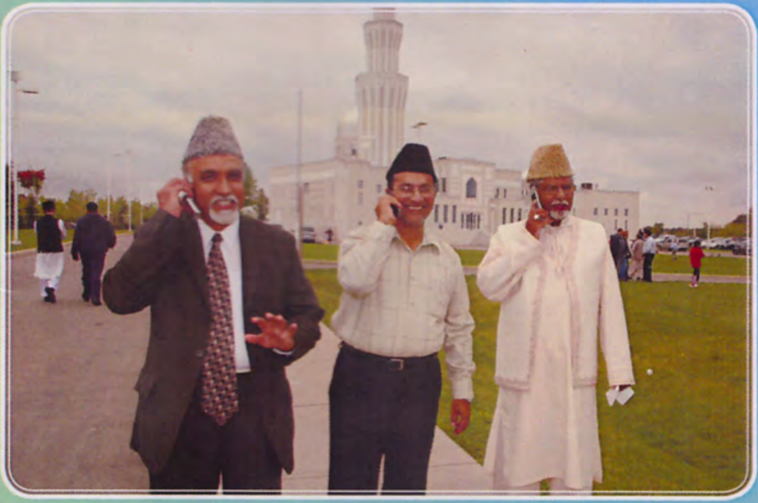

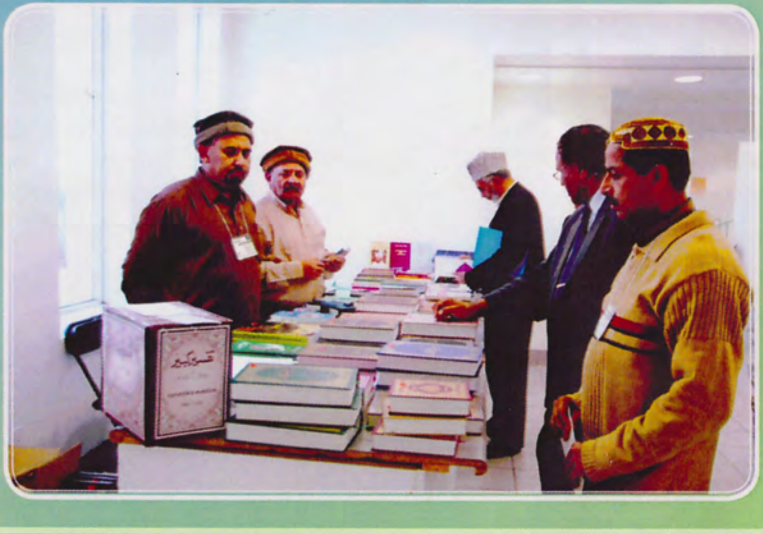

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم　　　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

مجلس انصار اللہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی و دینی مجلّہ

نحنُ انصارُ اللّٰہ

جلد نمبر۔ ۸ --------- شمارہ نمبر ۱

اکتوبر ۲۰۰۶ تا مارچ ۲۰۰۷ عیسوی

اخاء۔ ۱۳۸۵ تا امان۔ ۱۳۸۶ ھش

امیر و مشنری انچارج کینیڈا

مولانا نسیم مہدی

صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

ملک کلیم احمد

قائد اشاعت

محمد زبیر منگلا

مدیر۔ اردو

ناصر احمد وینس

مدیر۔ انگلش

ڈاکٹر ساجد احمد

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

محمد خلیل۔ ریحان لطیف شرما

فوٹو گرافی

بشیر ناصر۔ محمود چغتائی

فہرست مضامین

☆ دینی اقتباسات
☆ ادارتی صفحات
☆ امام مہدی کون ہے
☆ بسلسلہ پیشگوئی مصلح موعودؓ
☆ حضرت مصلح الموعودؓ کے کارنامے
☆ نظم۔ قیس مینائی نجیب آبادی
☆ تربیتِ اولاد
☆ اطاعت۔ اہمیت اور تقاضے
☆ حضرت عیسیٰؑ امتِ محمدیہ کے نبی ہو سکتے ہیں؟
☆ وہ تلوار کون سی تھی؟
☆ یہ کلمۂ دوستی ہے یا کلمۂ دشمنی
☆ میثاقِ مدینہ اور قائد اعظم
☆ معاندین کی الزام تراشیوں کے جواب میں
☆ انتخاب از: انسائیکلوپیڈیا آف پاکستانیکا
☆ حضرت مسیحؑ کا سفرِ کشمیر
☆ فکرِ اقبالؔ کے ترجمانوں کے نام
☆ ادھورا سچ
☆ انّی مھین من اراد اھانتک
☆ ہلکی پھلکی گفتگو۔ قصہ دل کی جراحت کا
☆ طب و صحت
☆ تمباکو نوشی
☆ رپورٹ سالانہ اجتماع انصار اللہ
☆ تصویری جھلکیاں

منظومات.......اور....... بہت کچھ

دفتر اشاعت۔ 100 Ahmadiyya Ave, Maple. Ont., Canada L6A 3A4 Tel: 905-417-1800 Fax: 905-417-1006

E-Mail Address: nahnuansarullah_canada@yahoo.ca

درس القرآن

تمام دینوں پر اسلام کا غلبہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا!

از: علّامہ زمخشری رحمۃ اللہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۹ (الفتح:۲۹)

ترجمہ:- وہ خُدا ہی ہے جس نے اپنے رسُول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ تمام دینوں پر اس کو غالب کردے اور اللہ ہی کافی گواہ ہے۔

تفسیر:- امام محمود بن عمر الزمخشری (وفات: ۸۲۵ھ) اپنی تفسیر "الکشّاف عن حقائق غوامض التنزیل" میں آیت مندرجہ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام دینوں پر اسلام کا غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوگا۔ اور یہ غلبہ دلائل و براہین اور آیاتِ ربّانیہ کے ذریعہ سے ہوگا۔ (تفسیر الکشاف الجزء الثالث صفحہ ۴۶۸ مطبوعہ مصر)

درس الحدیث

غلبۂ اسلام کیلئے اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو صالح بیٹا عطا کرے گا!

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُلَهٗ. (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰؑ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوں گے آپ شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّ الْمَسِيْحَ الْمَوْعُوْدَ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ فَفِيْ هٰذَا اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ اللّٰهَ يُعْطِيْهِ وَلَدًا صَالِحًا يُشَابِهُ اَبَاهُ وَلَا يَاْبَاهُ وَيَكُوْنُ مِنْ عِبَادِهِ الْمُكْرَمِيْنَ وَالسِّرُّ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُبَشِّرُ الْاَنْبِيَاءَ وَ الْاَوْلِيَاءَ بِذُرِّيَّةٍ اِلَّا اِذَاقَدَّرَ تَوْلِيْدَ الصَّالِحِيْنَ.

آئینہ کمالاتِ اسلام حاشیہ صفحہ: ۵۷۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مسیح موعود کو صالح بیٹا عطا کرے گا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اس کے برعکس نہ ہوگا۔ اور وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہوگا۔ اور اولاد کی بشارت عطا ہونے میں راز کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو جب اولاد کی بشارت دیتا ہے تو اس اولاد کا صالح ہونا لازماً مقدر رہوتا ہے

روحانی خزائن

فرزندِ موعود کی بشارت کے الہامی الفاظ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث (پیشگوئی) کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو فرزندِ موعود کی درج ذیل الفاظ میں بشارت دی:۔

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ عَنْمُوْ اِيْل وَبَشِيْر اَنِيْقُ الشَّكْلِ دَقِيْقُ الْعَقْلِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ. يَاْتِيْ مِنَ السَّمَآءِ. وَالْفَضْلُ يَنْزِلُ بِنُزُوْلِهٖ وَهُوَ نُوْرٌ مُّبَارَكٌ وَ طَيِّبٌ مِنَ الْمُطَهَّرِيْنَ يُفْشِي الْبَرَكٰتِ وَيُغَذِّى الْخَلْقَ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَيَنْصُرُ الدِّيْنَ. (آئینہ کمالاتِ اسلام حاشیہ صفحہ: ۵۷۷)

یعنی۔ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ اس کا نام عنموایل اور بشیر ہوگا۔ وہ خوش شکل اور وجیہہ ہوگا۔ اور وہ صاحب عقل و فہم ہوگا۔ وہ آسمان سے آئے گا اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ اور وہ نُور ہوگا اور برکت دیا جائے گا۔ اور مطہر لوگوں میں سے ہوگا۔ اس کی برکتیں پھیلیں گی۔ وہ مخلوق کو پاکیزہ (یعنی رُوحانی) غذا دے گا اور دین کا مددگار ہوگا۔

مقابلہ۔ مقالہ نویسی، بسلسلہ صد سالہ خلافتِ احمدیہ جوبلی بعنوان: "نظامِ خلافت"

☆قواعد، ذیلی عناوین وامدادی کتب☆

﴿قواعد﴾

☆ عنوان مقالہ "نظام خلافت"

☆یہ مقالہ تین زبانوں اردو ، انگلش اور فرنچ میں لکھا جاسکتا ہے۔

☆ مقالہ کے الفاظ ساٹھ ہزار سے کم نہ ہوں اور ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد نہ ہوں۔

☆ جن کتب کا حوالہ دیا جائے ان کے مصنفین، مطبع سن اشاعت وغیرہ کا ذکر کیا جائے۔

☆ کاغذ کے ایک طرف صاف اور خوشخط تحریر کریں۔

☆ مقالہ جمع کرانے کی آخری تاریخ 31 اگست 2007ء ہے۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے مقالہ جات مقابلہ میں شریک نہ کئے جائیں گے۔

☆ان مقالہ جات میں جماعت کی تینوں ذیلی تنظیمیں (مجلس انصاراللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ) شریک ہوں گی۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ اپنی تنظیموں کی وساطت سے مقالہ جات دفتر انصاراللہ کینیڈا میں بھجوائیں۔

☆ہر تنظیم کے لئے علیحدہ علیحدہ دیئے جانے والے انعامات کی تفصیل یہ ہے۔

اول: سیٹ روحانی خزائن + 1000$ (ایک ہزار ڈالر) نقد انعام اور سند امتیاز۔

دوم: سیٹ تفسیر کبیر + سیٹ حقائق الفرقان + 500 $ (پانچ سو ڈالر) نقد انعام + سند امتیاز۔

سوم: سیٹ انوار العلوم +300 $ (تین سو ڈالر) نقد انعام + سند امتیاز۔

ان تین انعامات کے علاوہ دس مزید انعامات اگلی دس پوزیشن حاصل کرنے والوں کو ایک ایک کتاب اور سند امتیاز کی صورت میں دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مقابلہ میں شرکت کرنے والوں کو بھی سند شرکت دی جائے گی۔

☆ مقالہ کے شروع میں لکھنے والے رکن اپنا نام ولدیت تنظیم کا نام ریجن اور مکمل ایڈریس معہ فون نمبر صاف اور خوشخط تحریر کریں۔

☆مقالہ لکھنے والے اراکین کی راہنمائی کیلئے ذیلی عناوین اور امدادی کتب کی فہرست دی جارہی ہے۔ تاہم مقالہ نویس ان کتب کے علاوہ مزید کتب سے بھی استفادہ کرسکتے ہیں۔ نیز اگر چاہیں تو وہ ذیلی عناوین بھی بنا سکتے ہیں تاہم مقالہ تحریر کرتے وقت قیادت تعلیم کی طرف سے دیئے گئے عناوین کو ضرور مد نظر رکھا جائے۔

﴿ذیلی عناوین﴾

1۔خلافت کی تعریف، اہمیت اور اقسام　　2۔نظام خلافت، قرآن واحادیث کی روشنی میں

3۔بزرگان امت کے نزدیک خلافت کی اہمیت۔　4۔مقام خلافت کی عظمت واہمیت۔

5۔خلافت کے دس عظیم مقاصد۔6 ۔خلافت کا نظام مذہب کے دائمی نظام کا حصہ ہے۔

7۔خلافت کی ذمہ داریاں اور ان کی ادائیگی کا عظیم نظام۔

8۔خلافت کے ذریعہ توحید الٰہی کا قیام 9۔خلافت روحانی ترقیات کا عظیم الشان ذریعہ۔

10۔خلافت کے ذریعہ وحدت قومی۔11۔خلافت سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات۔

12۔خلافت کی برکات　　13۔خلافت راشدہ کا مختصر ذکر۔

14۔خلافت احمدیہ کی تاریخ، خلفاء احمدیت کی مختصر سوانح　　15۔خلفاء احمدیت کی تحریکات

16۔خلافت احمدیہ کے پہلے سو سال کے دوران جماعتی ترقیات

17۔قیام خلافت اور ہماری ذمہ داریاں۔

﴿امدادی کتب﴾

1۔تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعود رضی اللہ۔ جلد 10,9,8,7,6,2

2۔حقائق الفرقان جلد 1 تا 4۔خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ

3۔ترجمہ قرآن کریم۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ علیہ

4۔روحانی خزائن جلد۔ 23,20,17,8,7,6,3,1　　5 ۔ملفوظات تمام جلدیں

6۔منصب خلافت، برکات خلافت، انوار خلافت، خلافت راشدہ، خلافت حقہ۔۔۔ نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر۔ از حضرت مصلح موعود رضی اللہ

7۔خلافت ومجددیت۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ

8۔خلیفہ خدا بناتا ہے۔ از مولانا شیخ مبارک احمد صاحب ۔

9۔خلافت احمدیہ قادیان۔ انجمن انصاراللہ

10 خلافت ترکی اور آیت استخلاف۔ از مولانا خورشید علی احمدی صاحب

11۔خلافت حضرت ابوبکر صدیق۔ از مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب

12۔خلافت راشدہ۔ از مولانا ابوالعطاء صاحب

13۔خلافت راشدہ۔ از مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ

14۔خلافت مصلح موعود۔ از مولانا جلال الدین شمس صاحب۔

15 خلافت احمدیہ۔ از مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔

16۔الفرقان خلافت نمبر۔　17۔تاریخ احمدیت جلد 3 تا آخر

18۔خلافت رابعہ کی فتوحات، ترقیات۔ از مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔

19۔اخبار الفضل۔ خلافت نمبر

20۔دیگر اخبارات رسائل وجرائد جماعت احمدیہ

21۔حیات نور۔ از شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل

22۔سوانح فضل عمر۔ جلد 1 تا 5 ۔ از فضل عمر فاونڈیشن

23 حیات ناصر۔ از محمود مجیب اصغر صاحب

24۔ایک مرد خدا۔ (حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ) از Ian Adamson

25۔مجلۃ الجامعہ (حضرت مصلح موعود رضی اللہ نمبر)

(قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ کینیڈا)

Baitul Ansar 100 Ahmadiyya Ave Maple, ON. L6A 3A4 Canada

اداریہ
ایڈیٹر

ایک صدی پہلے .... ایک صدی بعد ....

فروری اور مارچ کے مہینے عالمگیر جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ فروری وہ مہینہ ہے جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے 20 فروری 1886ء کو خداتعالیٰ سے خبر پا کر ایک ایسے موعود بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی شائع فرمائی جو "پیشگوئی مصلح موعود" کے نام سے مشہور ہے۔ اس عظیم الہامی پیشگوئی میں موعود بیٹے کی ذات میں باون غیر معمولی علامات بیان فرمائی گئی تھیں۔ چنانچہ یہ تمام علامات اس بیٹے یعنی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود میں حیرت انگیز طور پر ظاہر ہوئیں، جو امام آخرالزماں حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود کی صداقت کی تاقیامت گواہی دیتی رہیں گی۔ (ان باون علامات میں سے صرف ایک علامت کہ "**وہ دل کا حلیم ہوگا...!**" کی بابت ایک مضمون اسی شمارے میں شامل کیا گیا ہے)

مارچ کا مہینہ بھی اس لحاظ سے یادگار مہینہ ہے کہ 23 مارچ 1889ء کو سلسلہ احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی جسمیں صرف چالیس نفوس نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اوّلین بیعت کنندگان کا اعزاز پایا۔ مارچ کے مہینہ میں وقوع پذیر ہونے والے اگرچہ کئی واقعات ہیں۔ تاہم آج سے ٹھیک ایک صدی قبل ۷ مارچ 1907ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مامور من اللہ ہونے اور آپ کے دعویٰ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی آپکی ایک اور پیش گوئی نہایت شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ یہ پیشگوئی امریکہ کے ایک مشہور مذہبی لیڈر اور پیغمبر ہونے کے دعوے دار ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی کے متعلق تھی۔ جو پیغمبری کے دعوے کے ساتھ ساتھ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں بھی نہایت نازیبا گستاخیاں کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے دعوت مباہلہ دیتے ہوئے مقابلے کا چیلنج دیا۔ چنانچہ آپ نے اسکی بابت پیشگوئی بھی شائع فرمائی جسے امریکہ سے شائع ہونے والے اخباروں نے بھی نمایاں انداز میں شائع کیا۔ لیکن ڈاکٹر ڈوئی ہادیٔ کونین آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق اپنی بدزبانیوں میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ چنانچہ ۷ مارچ 1907ء کو جب وہ ایک بہت بڑے مجمع عام سے خطاب کرنے کیلئے سٹیج پر بیٹھا تھا کہ اس پر آناً فاناً فالج کا حملہ ہوا۔ اسکے ساتھی اسے تقریباً گھسیٹ کر سٹیج سے باہر لے گئے۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ وہ اتنا بڑا مذہبی لیڈر ہونے کے باوجود شراب نوشی اور متعدد دوسری اخلاقی برائیوں میں مبتلاء تھا۔ بالآخر انتہائی کسمپرسی اور تنہائی کی حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر راہیٔ ملک عدم ہوگیا۔ اسکی موت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اور مباہلے کا امریکی اخبارات میں بھی چرچا ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعوے کی صداقت کے ثبوت کیلئے جہاں مختلف نوعیت کی بیشمار پیش گوئیاں شائع کیں، وہاں احمدیت کے روشن مستقبل کی بابت بھی پیش گوئیاں فرمائی تھیں۔ چنانچہ آپ نے 1903ء میں تحریر فرمایا:-

"اے لوگو! سن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین، آسمان بنایا۔ وہ اپنی جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلائے گا اور حجت اور برہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 64 مطبوعہ 1903ء)

پھر آپ نے منکرین اور مخالفینِ سلسلہ احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"(اللہ تعالیٰ) اِس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اُس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے.... تم خوب یاد رکھو کہ تم اِس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلواریں مار رہے ہو۔" (آئینہ کمالات اسلام" صفحہ:32، مطبوعہ 1893ء)

آپ کے اِن خدائی نصرتوں پر مبنی دعووں کے بالمقابل بقول مولانا عبدالرحیم اشرف (مدیر "المنبر" ۔لائل پور) "**پہاڑوں جیسی شخصیات**" نے اس الٰہی سلسلہ کی تباہی و بربادی کے متعلق پہاڑوں جیسے بلند بانگ دعوے اور عزائم ظاہر کئے اور پیش خبریاں دیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں:-

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ہم مکتب اور مشہور اہلِ حدیث لیڈر و مدیر رسالہ "اشاعۃ السنہ" مولانا محمد حسین بٹالوی:

"میں نے ہی مرزا قادیانی کو اونچا کیا تھا اور میں ہی اسکو گراؤں گا۔" (رسالہ "اشاعۃ السنہ"۔ 1891ء کے قریب)

"امیرِ شریعت" سید عطاء اللہ شاہ بخاری:

(i) "مرزائیت کے مقابلہ کیلئے بہت سے لوگ اٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو۔" (سوانح بخاری صاحب۔ از: خان کابلی صفحہ:120)

[یاد رہے بخاری کی اس بڑ کو آغا شورش کاشمیری نے بھی اپنے رسالہ ہفتگی چٹان (14 ستمبر 1974ء) میں احمدیوں کی تباہی کے متعلق اپنی ایک نظم کے مصرعہ میں بایں الفاظ نظم کیا تھا: "میرے ہاتھوں ہی سے ان کی مرگ بے ہنگام ہے!"]

(ii) ''آج ظفر اللہ خان (پاکستان کے اولین وزیر خارجہ۔ناقل) کو ہٹادو اگر کل کو پچاس فیصد مرزائی، مسلمان نہ ہوجائیں تو میری گردن ماردو۔اگر مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دو تو محمود (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ۔ناقل) ڈھونڈے گا کہ میرے باوا کی امت کہاں ہے؟'' (احراری اخبار ''آزاد'' لاہور 18 جنوری 1953ء)

[یہ امر بھی یاد رہے کہ اپنی زندگی کے آخری ایّام میں شدید بیماری کی حالت میں جبکہ ان کے اپنے بیٹوں نے ملتان میں ان کو الگ تھلگ ایک بدبودار کمرے میں تنہا رکھ چھوڑا تھا تو اُس وقت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے ہی ان کی بیمار پرسی کیلئے احمدی علماء کا ایک وفد بھیجا اور ہر طرح کے علاج معالجے کی پیشکش کی تھی۔ نیز یہ مشہور واقعہ بھی اسی حالتِ بیماری کے دوران کا ہے جب روزنامہ امروز کا ایک صحافی ان سے ملاقات کرنے گیا تو بخاری صاحب نے (اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) شکایتاً کہا تھا ''بیٹا! جب تک یہ کتیا بھونکتی تھی سارا ہندوستان اسکا ارادت مند تھا آج اس نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے تو کسی کو پتہ ہی نہیں کہ میں کس حال میں ہوں!'']

مولانا ظفر علیخان ایڈیٹر اخبار ''زمیندار'' لاہور:

(i) ''.....قادیانیت باقی رہے گی لیکن صفحۂ عالم پر نہیں بلکہ کتابوں کے صفحۂ قرطاس پر اور وہ بھی محض مرقع عبرت بن کر۔'' (اخبار زمیندار۔30 ستمبر 1934ء صفحہ 10)

(ii) 1936ء میں مولانا ظفر علی خان نے اپنے احمدیت مخالف شعری مجموعہ ''ارمغانِ قادیان'' کے ضمن میں لکھا:

اے مسلمانو! خرید و ''ارمغانِ قادیاں'' ۔۔۔ تم کو گر منظور ہے سیر جہانِ قادیاں

کیونکہ مٹ جانے کو ہے نام ونشانِ قادیاں ۔۔۔ جی کو بہلاؤ گے کیونکر گر نہ لوگے یہ کتاب

[دلچسپ امر یہ ہے کہ مولانا ظفر علیخان بھی زندگی کے آخری ایّام میں فالج اور معذوری کے دوران گرمیوں میں مری کے ایک مکان میں اس حالت میں پڑے رہتے تھے کہ وہاں کوئی ان کا پُرسانِ حال نہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ (جو خود پر قاتلانہ حملہ کے بعد ڈاکٹروں کے پینل کے ہمراہ ان دنوں اتفاق سے مری میں مقیم تھے) کو مولانا موصوف کی قابلِ رحم حالت کی خبر ہوئی تو حلیمیت کے جذبوں سے سرشار، سمندر جیسا وسیع دل بے اختیار اُمڈ آیا اور پھر---اپنی ذاتی کار، ڈاکٹرز اور ادویات وغیرہ کے ذریعہ احسان ومروت اور عنایات کی حد کردی۔ یہانتک کہ مولانا صاحب گرمیوں کے اختتام تک خصوصی علاج معالجے کی بدولت بہت بہتر حالت میں اپنے آبائی گھر (وزیر آباد) واپس لوٹے۔]

ڈاکٹر علامہ اقبال:

تحریکِ قیامِ پاکستان واحمدیت دشمنی میں مشہور ہندو کانگرس نواز ٹولہ یعنی احراریوں کی قُربت وصُحبت کے باعث۔ نیز اپنے چند ایک مخالفِ احمدیت فلسفیانہ مضامین کی اشاعت۔اور مخالفینِ احمدیت کی برپا کردہ شورش ودھما چوکڑیوں کے شور اور اس زُعم میں کہ جماعت احمدیہ عنقریب ''مٹ جانے کو ہے!'' علامہ اقبال نے سیّد سلیمان ندوی کولکھا:

''الحمدللہ کہ اب قادیانی فتنہ.....رفتہ رفتہ کم ہورہا ہے۔'' (اقبال نامہ نمبر 1 صفحہ:109۔مکتوب بنام سید سلیمان ندوی۔7 اگست 1936ء)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی:

''بیرونی ممالک میں قادیانیوں نے جو نفوذ حاصل کیا ہے وہ آدھے سے زیادہ اُس وقت ختم ہوگیا۔ جب پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ نے اتفاق رائے سے ان کے ''غیر مسلم'' ہونے کی قرارداد پاس کی تھی۔ (جماعت اسلامی کا ترجمان ہفت روزہ ایشیا لاہور۔20 اکتوبر 1974ء)

جنرل ضیاء الحق:

''قادیانیت کا وجود عالمِ اسلام کے لئے سرطان کی حیثیت رکھتا ہے اور حکومت پاکستان مختلف اقدامات کے ذریعہ اس بات کو یقینی بنارہی ہے کہ اس سرطان کا خاتمہ کردیا جائے۔'' (روزنامہ ''مشرق'' کوئٹہ 10 اگست 1985ء)

سردار عبدالقیوم خان سابق صدر حکومت آزاد کشمیر:

''اب قادیانیت کے سکڑنے بلکہ ختم ہونے کا وقت آگیا ہے۔'' (ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد مارچ 1974ء)

ماموریزمانہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے دعوئں، بشارتوں اور احمدیت کے روشن مستقبل کی بابت خدائی نصرتوں کو آج ایک صدی سے زائد عرصہ گزر رہا ہے۔ آپ کے بالمقابل مندرجہ بالا نوعیت کے بھی بے شمار دعوے اور بھیانک ترین عزائم ظاہر کئے گئے۔ان کا باہمی تقابل کیا جائے تو ایک عام سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ خدائی نصرت کس کے شاملِ حال ہے۔ آج ایک صدی بعد مخالفینِ احمدیت خود اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ احمدیت کا نفوذ تمام عالم میں تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اس پر امتزادیہ کہ پاکستان میں احمدیوں پر قدغنیں لگانے کے بعد جماعت احمدیہ کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام چہار دانگِ عالم پہنچانے کیلئے لندن میں 24 گھنٹے چلنے والا سٹیلائیٹ ٹی وی سینٹر قائم کرنے کی توفیق ملی جس کی نشریات سے آج دنیا کا کونا کونا مستفیذ ہو کر زبانِ حال سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی صداقت کا اعلان کر رہا ہے کہ **''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا!''**

حسرتوں اور حیرت و استعجاب میں ڈوبے مخالفینِ احمدیت پر اتمام حجت اور اپنے احمدی قارئین کے ازدیادِ ایمان کیلئے ذیل میں مخالفین احمدیت ہی کے اعترافات یا بالفاظ دیگر ایک صدی قبل قادیان کی گمنام بستی سے ایک ''گمنام و بے ہنر'' انسان کی بیان فرمودہ الٰہی بشارتوں کی تصدیق کرنے والے دو حوالہ جات پیش ہیں:-

ممتاز عالمِ دین جناب علامہ جاوید الغامدی سرپرست ماہنامہ ''اشراق'' لاہور سے ایک انٹرویو

سوال۔ اسلام میں مرتد کی سزا کیا ہے؟ جرم کا تعین کیوں کر ہوگا؟ یہ سزا اب رائج رہی ہے؟ سزا کا حکم صادر کرنے اور نفاذ کا اختیار کسے حاصل ہوگا؟

جواب۔ میرے نزدیک ارتداد کی سزا صرف بنی اسمٰعیل کے لئے تھی۔ اسلام میں اس کے بعد یہ سزا ختم ہو چکی ہے۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ جس کا جی چاہے ''کفر'' اختیار کرے۔ ہمارا کام دعوت دینا ہے۔ ''حجت'' پوری کرنا ہے

سوال۔ کیا حکومت غیر مسلموں کو تبلیغ کی اجازت دے سکتی ہے؟

جواب دے سکتی ہے مگر وہ دعوت اسلام کے راستے میں رکاوٹ کا موجب نہ بنے۔ دیہات میں جاہل لوگوں کو کشش اور ترغیب کے ذریعہ گمراہ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ان لوگوں کو ''اعلیٰ فورم'' پر بات کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ وہ علماء کرام سے بات کریں ''دعوت چیلنجائز'' ہونی چاہئے۔

سوال قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے کیا وہ درست ہے؟ ''کیا غیر مسلم اقلیت'' قرار دینے والی اسمبلی آئین میں اس ترمیم کی مجاز قرار دی جاسکتی ہے؟

جواب۔ دعوت کا طریق کار اپنانا چاہئے تھا اس طرح قادیانیت آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی۔ علماء اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے تو قادیانیت اس طرح تحلیل ہو جاتی جس طرح بہائی اور اسماعیلی ختم ہو گئے ہیں۔ ہمارے ہاں قادیانیوں کو مضبوط کیا گیا ہے۔ تاہم اب جو قانون بن چکا ہے اس کی پیروی کرنی چاہئے۔ ورنہ ریاست کا نظم باقی نہیں رہ سکے گا۔ اگر ہم صحیح دین واضح کر دیں تو غلط نظریات اپنی موت آپ مرجائیں گے۔ ''کسی کو گولی مار دینا دعوت نہیں ہے۔''

سوال۔ آئین میں ترمیم کے بعد آرڈیننس جاری کئے گئے اور شعائر اسلامی کے استعمال کی ممانعت کر دی گئی کل کو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ (یعنی احمدی۔ ناقل) اپنے نام بھی تبدیل کرلیں؟

جواب۔ یہ غلط طریق کار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ''انڈے بچے'' ہیں۔ اگر سلیقے سے کام کیا جاتا تو نوبت یہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ ہمارے ملک کے شہری تھے۔ مگر اس اقدام سے بیرون ملک پھیل گئے۔ لندن میں مرکز قائم کرلیا ''سیٹلائٹ'' کے ذریعہ پوری دنیا تک اپنا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ انہیں گھر سے باہر منتقل کر دیا گیا تو یہ نتائج برآمد ہوئے مصلحت کا تقاضا انہیں اپنے سے دور کرنا ہرگز نہیں تھا۔ میری بات کا یہ مطلب نہ سمجھ لیا جائے کہ ''قادیانیت'' کفر نہیں ہے۔ قادیانیت کے کفر ہونے میں مجھے ذرہ بھر اندیشہ نہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس فتنہ سے نمٹنے کا غلط طریق کار اپنایا گیا۔ مناسب طریقہ اپنایا جاتا تو نتائج یقیناً ''بہتر ہوتے''

(انٹرویو: قربان انجم، ہفتہ وار ''زندگی''۔ لاہور۔ مدیر مسئول: مجیب الرحمٰن شامی، ۱۳/۷ مئی ۱۹۹۴ء ص ۴۰)

عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوّت اُتر پردیش (بھارت) کی ''برادرانِ اسلام سے دردمندانہ اپیل''

''اس وقت تک ہندوستان کے طول و عرض میں قادیانی مذہب میں شامل ہونے والوں کی تعداد آٹھ کروڑ سے تجاوز کر گئی ہے اگر یہی حالت رہی تو ایک دِن ایسا بھی آئے گا کہ جس دِن کوئی گاؤں، کوئی شہر، غرضیکہ کوئی بھی جگہ قادیانیوں سے خالی نہ رہے گی۔ یہ بات بہت ہی افسوس کے ساتھ لکھنی پڑ رہی ہے کہ ہمارے بڑے بڑے علمائے عظام کی کوششوں کے باوجود قادیانی دھرم بھارت میں پھیلتا جا رہا ہے۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق اب تک پُورے بھارت میں پانچ کروڑ سادہ لوح مسلمان قادیانی جال میں پھنس چکے ہیں۔

قادیانی اب تک یوپی، راجستھان، بہار، بنگال، کرناٹک، آندھرا پردیش کے علاقوں میں پانچ کروڑ سے زائد مسلمانوں کو قادیانی بنا چکے ہیں۔ **مسلمان بھائیو! اُٹھو اور مسلم قوم کے ایمان کو بچاؤ..... یہ جہاد کا وقت ہے۔''** (بحوالہ: روزنامہ ''عوام'' نیو دہلی، ۱۳ جون ۲۰۰۱ء)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے متذکرہ حقائق کی روشنی میں ہی معاندینِ احمدیت کو بالعموم اور جنرل ضیاء الحق جیسے شدید دشمنِ احمدیت کو مخاطب کر کے اپنی مشہور نظم ''مردِ حق کی دعا'' میں ببانگِ دھل اعلان فرمایا تھا ۔

ہے تیرے پاس کیا گالیوں کے سوا، ساتھ میرے ہے تائیدِ ربّ الوریٰ   تری آواز اے دشمنِ بدنوا! دو قدم دور، دو تین پل جائے گی

بسلسلہ یوم مسیح موعود علیہ السلام

امام مہدی کون ہے؟

ازقلم: مولانا شیخ مبارک احمد صاحب (مرحوم)

کچھ عرصہ ہوا عالمِ اسلام اور مغربی ممالک کے قومی اخبارات نے بڑی تفصیل سے اس افسوس ناک اور انتہائی تکلیف دہ حادثہ کی تفصیلات شائع کیں جو ہمارے سیّد مولیٰ اور محبوب آقا آنحضرت ﷺ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے قبلہ و کعبہ خانہ خدا کی بے حُرمتی کے سلسلہ میں اسلام کے اندرونی دشمنوں نے توپ اور بندوق سے کی۔ خدائے واحد کی عبادت کرنے والوں کو یرغمال بنایا اور جہاں پرندہ تک کو بھی مارنا گناہ ہے وہاں خدا تعالیٰ کے عاجز بندوں اور اس کے حضور گریہ و زاری کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کو گولی کا نشانہ بنایا اور ناجائز قبضہ کرنے کی کوشش کی اور ایک خونی مہدی کی بیعت کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کے لئے تلوار اور بندوق کو استعمال کیا اور اس طرح ایک انتہائی غلط تأثر دنیا کو دیا گیا کہ عالمِ اسلام ایک ایسے خونی مہدی کا منتظر ہے جس نے پندرہویں صدی میں آنا تھا اور یہ کہ اس نے خوں ریزی کر کے اپنے دعویٰ کو پیش کرنا تھا۔ اور جنگ و جدال سے اپنی حکومت منوانی تھی۔

خونی مہدی کا نظریہ اور عقیدہ سراسر اسلام جو ایک امن و آشتی کا مذہب ہے جو آزادی ضمیر کا سب سے بڑا علمبردار ہے ایسے اعلیٰ و ارفع کامل دین کے بنیادی تصور کے ہی خلاف ہے۔ دنیا میں نہ کسی خونی مہدی نے آنا ہے نہ اس نے پندرہویں صدی کے شروع میں آنا تھا اور نہ ہی اسے اسلام اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ وہ خانہ خدا کی بنیادی حرمت کے خلاف حرکات کا مرتکب ہو کر جنگ و جدال سے کام لے۔

یہ درست ہے کہ اسلام میں مسلمہ پیش گوئیوں کی رُو سے حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق ایک امام مہدی نے آنا تھا اس کے ظہور کے متعلق آنحضرت ﷺ نے اور دوسرے بزرگان امتِ اسلامیہ نے بہت سی علامات بتائی ہیں وہ کتب احادیث میں اور دوسری مسلمہ کُتب میں آج سے صدیوں پہلے درج ہیں، ان میں مہدی کے نام، مہدی کے ظہور کا زمانہ اور وقت اور کہاں اس نے آنا تھا علاقہ تک کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ہم ذیل میں متلاشیان حق کے لئے اور ان سب دوستوں کے لئے جو امام مہدی کے ظہور کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں ذیل میں ایسی علامات اور قبل از وقت دی ہوئی خبروں میں سے کچھ درج کی جاتی ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ امام مہدی حقیقت میں کون ہے اس کی کیا علامات ہیں وہ کہاں پیدا ہوگا کب ظاہر ہوگا اور اس کی جماعت کا نام کیا ہوگا وغیرہ۔ تا صحیح فیصلہ پر پہنچ کر خدا کے بھیجے ہوئے مہدی اور نشانوں اور علامات کے مطابق امام مہدی کو تسلیم کر کے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے والے ہوں۔

امام مہدی کب ظاہر ہوگا

زمانہ عَنْ حُذَیْفَۃَ اِبْنِ یَمَانٍ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَمِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَۃً یَبْعَثُ اللہُ الْمَھْدِیَّ (النجم الثاقب جلد۲ صفحہ ۲۰۹)

یعنی 1240ء سال گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ امام مہدی کو معبوث فرمائے گا۔

ملک کا نام:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مقام ہندوستان ہوگا۔ عصابۃ تَغْذُ الْھِنْدَ وَھِیَ مَعَ الْمَھْدِیْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ احمد نام کے امام مہدی کے ساتھ ہندوستان میں ایک ایسی جماعت ہوگی جو جہاد کرے گی یعنی تبلیغ اسلام کے فرائض سرانجام دے گی۔ (النجم الثاقب جلد۲ صفحہ ۴۱-۴۲)

علاقہ کا نام: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَآءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہٗ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ (مشکوٰت باب اشراط الساعۃ صفحہ ۴۷۱)

یعنی ایک شخص دعویٰ امامت فرمائے گا جو ایک نہر کے پرے سے خروج کرے گا اور وہ زمیندار کہلائے گا۔

گاؤں کا نام:

اسی طرح اس شخص کی خروج کی بستی کا نام بھی واضح طور پر بتایا گیا ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَۃٌ وَیُصَدِّقُہُ اللہُ (بحار الانور جلد ۱ صفحہ ۱۹)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ایک ایسی بستی سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تصدیق میں ان واضح پیشگوئیوں میں

حضرت امام مہدی کا مقام ہندوستان میں ایک نہر کے ماوراء بمقام "کدعہ" بتایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہندوستان میں دریائے راوی اور بیاس کے درمیان قادیان (کدعہ کی بگڑی ہوئی صورت) میں مبعوث ہوئے۔

ایک اور عظیم الشان علامت:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ایک عظیم الشان علامت کے طور پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے ہیں:

إِنَّ لِمَهْدِيِّنَا آيَتَيْنِ لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ فِي اَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (دارقطنی جلد اوّل صفحہ ۱۸۸)

یعنی ہمارے مہدی کے دو عظیم الشان نشان ہیں جو زمین و آسمان کی پیدائش سے اب تک ظاہر نہیں ہوئے چاند کو گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی رات (یعنی ۱۳ رات) کو گرہن لگے گا اور اسی مہینہ میں سورج کو گرہن لگنے کے درمیانی دن (۲۹ویں دن) کو گرہن لگے گا۔ اور ایسا جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں کسی مدعی مامور من اللہ کے وقت میں نہیں ہوا۔ چنانچہ اس عظیم پیشگوئی کے مطابق رمضان ۱۳۱۱ھ (بمطابق 1894ء) وقت مقررہ پر سورج اور چاند کو گرہن لگا۔

جماعت کا نام:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں اپنی امت کی انتشاری واختلافی کیفیت کے متعلق یوں پیش گوئی فرمائی تھی کہ:

قَدْ تَفَرَّقَ بنو اسرائيل ثلثين وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَسَتَفْتَرِقُ اُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَ سبعين مِلَة كلهم فى النَّارِ الّا ملة وَاحدة قِيْلَ مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (مشكوٰة)

یعنی جس طرح بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اسی طرح میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں منتشر ہو جائے گی۔ ان میں سے سوائے ایک فرقہ کے باقی تمام فرقے ناری ہوں گے۔ اس وقت صحابہؓ کے دریافت کرنے پر کہ وہ فرقہ کون ہوگا؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ فرقہ میرے اور میرے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہوگا۔ مذکورہ حدیث میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے لائحہ عمل کو اختیار کر کے اس کے مطابق عمل کرنے والے فرقہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی (ناجی) فرقہ قرار دیا تھا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے لائحہ عمل کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتا ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف آیت ۱۰۹)

تو کہہ دے کہ میرا اور میرے متبعین (صحابہ کرامؓ) کا لائحہ عمل دعوۃ الی اللہ یعنی تبلیغِ حق ہے۔

گویا کہ اس ناجی فرقہ کا لائحہ عمل تبلیغِ حق ہوگا۔

ایک اور روایت میں حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجات یافتہ فرقہ کے متعلق فرمایا ہے کہ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ یعنی وہ ایک امام کے پیچھے مستحکم اور منظم جماعت ہوگی۔ فرمانِ نبویؐ لیس الجماعة الّا لامَامِ کے مطابق الجماعت کہلانے کا فرقہ صرف وہی ہوگا جو ایک امام کے پیچھے متحد اور متفق ہو اور مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مات مِيْتَةً جاهلية (جو امامِ وقت کی پہچان سے محروم رہا وہ گویا جاہلیت کی موت مرا) کے مطابق وہ امام مدعی امام الزمان اور مامور من اللہ ہوگا۔

مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں مذکورہ حدیث کی تشریح میں یوں مرقوم ہے۔

تلك اثنتان و سبعون فرقة كلهم فى النّار والفرقة الناحية هم اهل السنة البيضاء المحمدية والطريقة النقية الاحمدية (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰۴)

یعنی بہتر فرقے ناری ہوں گے اور ناجی فرقہ محمدی سنت پر عمل پیرا ہوگا اور وہ الطريقة النقية الاحمدية مقدس سلسلہ احمدیہ ہوگا۔

اسی طرح حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"ایں زمان حقیقتِ محمدی حقیقت احمدی نام باید و مظہر ذات احد جل سبحانہ گردد"

یعنی اس زمانہ میں حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہوگا اور وہ (احدیت) خدا تعالیٰ کی احدیت کا مظہر ہوگا یعنی شرک کے خلاف سرگرم عمل ہوگا اور اَدْعُوْٓا اِلَى اللهِ عَلٰى بصيرة کا مستحق ہوگا۔

گویا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے مہدی علیہ السلام کے بارے میں آپ کا نام، خاندان، حلیہ، گاؤں کا نام، ملک کا نام، آسمانی و زمینی علامات اور آپ کے ذریعہ قائم ہونے والی جماعت کا نام

وغیرہ تک پورا ایڈریس اپنی امت کو بتایا۔ یہ ہمارے محبوب آقا سید المرسلین رحمۃ العٰلمین حضرت خاتم النبیین کا کس قدر امت پر احسان ہے۔

ان تمام علامتوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بطور امام مہدی اور مسیح موعود مبعوث ہوکر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت روز روشن کی طرح ثابت فرمائی۔ کسی بھی نبی نے اپنے بعد آنے والے کسی مامور من اللہ کے بارے میں اتنی وضاحت سے اور بین طور پر ایسی علامتیں بیان نہیں فرمائی تھیں۔ کاش کہ مسلمانوں کو ان علامتوں کے مطابق امام مہدی کو پہچاننے کی توفیق نصیب ہو۔ جبکہ امامِ آخرالزماںؑ نے پوری تحدی کیساتھ اعلان فرمایا:۔

اِنِّیْ اَنَا الْمَھْدِیُّ الَّذِیْ ھُوَالْمَسِیْحُ الْمُنْتَظَرُ الْمَوْعُوْدُ

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۴۱ حاشیہ)

''میں وہ مہدی موعود ہوں کہ جس مسیح موعود کی انتظار کی جارہی تھی''

ہمارا عقیدہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے عقیدہ اور مذہب کا اعلان ان الفاظ میں فرماتے ہیں یہی عقیدہ اور مذہب ہر احمدی مسلمان کا ہے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ میرا کوئی عقیدہ اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے برخلاف نہیں ہے اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اسکی غلط فہمی ہے.....

''میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسولؐ پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا''

(کرامات الصادقین صفحہ ۲۰، صفحہ ۲۱)

اِس عقیدہ کے خلاف جو کوئی بھی ہمارے خلاف کوئی اور عقیدہ منسوب کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ اور قابلِ مواخذہ ہے۔

اہلِ مشرق کی سعادت مندی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحٰرِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَیْدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَیُوَطِّئُوْنَ لِلْمَھْدِیِّ یَعْنِیْ سُلْطَانَہٗ۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی)

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ بن حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو امام مہدی کے لئے راہ ہموار کریں گے اور ان کے غلبہ کیلئے خدمات انجام دیں گے۔

تشریح: اہلسنت کے علاوہ یہ حدیث شیعہ مسلک کے نزدیک بھی مسلّم ہے اور علامہ ابو عبداللہ الکنجی الشافعی نے اسکی صحت پر اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ثقہ اور مسلّمہ راویوں نے اسے روایت کیا ہے۔ [1]

اس حدیث سے بھی اہل مشرق کی سعادت مندی کا پتہ چلتا ہے کہ انہیں آغاز میں امام مہدی کے لئے راہ ہموار کرنے اور غلبہ حق میں ان کے انصار بننے کی توفیق ملے گی۔ دیگر احادیث میں بھی مہدی اور ان کے انصار و اعوان کا علاقہ مشرق کی سرزمین قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم کی حدیث میں ابن مریم کا نزول دمشق کے مشرق میں بتایا گیا ہے اور ظہورِ دجال کا علاقہ بھی رسول اللہ ﷺ نے مشرق کی سرزمین بیان فرمایا جہاں اس کا روحانی مقابلہ مسیح و مہدی نے آکر کرنا تھا۔ بعض اور روایات سے مسیح موعودؑ کے ان اصحاب اہلِ مشرق کی عظمت و مرتبت کا اشارہ ملتا ہے۔ حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (جہنم کی) آگ سے محفوظ اور آزاد کردیا ہے۔ ایک وہ جماعت جو (پہلی دفعہ) ہندوستان سے جہاد کریگی اور دوسرے وہ لوگ جو عیسیٰ بن مریم (مسیح موعود) کے اصحاب ہوں گے۔ [2]

مسیح موعودؑ کے ان اصحاب خاص کی تعداد احادیث میں ۳۱۳ بیان ہوئی ہے اور ان کی صفات یہ لکھی ہیں کہ اللہ ان کے دلوں میں الفت پیدا کردے گا (یعنی متحد ہوں گے) اور وہ کسی سے خوف نہیں کھائیں گے اور جو اُن میں داخل ہوگا اس پر اترائیں گے نہیں (یعنی خدا پر کامل بھروسہ ہوگا) [3]

پس انہی نوشتوں کے عین مطابق اس زمانہ میں مشرق یعنی ہندوستان کے ملک میں ہی مہدی کا آنا مقدر تھا سو یہ خوش نصیبی اہلِ مشرق کے حصہ میں آئی۔ مہدی کے ۳۱۳ ساتھیوں کا ذکر شیعہ لٹریچر میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابو عبداللہ جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ مہدی کے ساتھ کتنے لوگ نکلیں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳ ہوں گے۔ اس طرح مہدی کے اصحاب کی صفات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کے علاقے اور وطن مختلف ہوں گے مگر ان کے مقاصد ایک ہوں گے۔ [4]

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ان تین صد تیرہ اصحاب کے نام انجام آتھم میں ۱۸۹۶ء میں شائع فرمادئے تھے اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نے اس پہلو سے بھی آپ کی تصدیق فرمائی کہ رسول اللہ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تین سو تیرہ اصحاب موجود ہیں جو آپ کی سچائی کی نشانی ہے۔ [5]

حوالہ جات

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۸ از علامہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ الاربلی دارالاضواء بیروت
۲۔ نسائی کتاب الجہاد باب غزوۃ الہند
۳۔ مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۵۵۴ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
۴۔ بحار الانوار جلد ۵۳ صفحہ ۳۱۰ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۔ اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مفید عالم پریس آگرہ ۱۳۲۰ھ

بسلسلہ پیشگوئی مصلح موعودؓ

"وہ دل کا حلیم ہوگا......!"

﴿ پیشگوئی کی مذکورہ بالا علامت کی حقانیت کے بعض درخشندہ گوشے ﴾

پیشگوئی مصلح موعودؓ کی باون (52) علامات میں ایک یہ علامت بھی بیان فرمائی گئی تھی کہ "وہ دل کا حلیم ہوگا" زیرِ نظر سطور میں اس عظیم الشان پیشگوئی کی متذکرہ علامت کے حرف بحرف پورا ہونے کے پس منظر میں حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ کی سیرت کے چند محیر العقول واقعات کا حسین تذکرہ پیش ہے۔

تحریک جدید کے آغاز کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے بھائیوں سے صلح کرنے اور یکجان ہونے کا ارشاد بھی فرمایا تھا۔ اس حکم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

جس وقت میں نے جماعت کے لئے یہ حکم تجویز کیا، اس وقت سب سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے خدا! میرا دل صاف ہے اور مجھے کسی سے بغض یا کینہ یا رنجش نہیں۔ سوائے ان کے جن سے ناراضگی کا تُو نے حکم دیا ہے...... میں نے کبھی کسی شخص سے بغض نہیں رکھا بلکہ شدید دشمنوں کے متعلق بھی میرے دل میں کبھی کینہ پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ایک قوم ہے جس کو میں مستثنیٰ کرتا ہوں اور وہ منافقین کی جماعت ہے۔ مگر منافقین کا قطع کرنا یا انہیں جماعت سے نکالنا یہ میرا کام ہے تمہارا نہیں۔ جس کو میں منافق قرار دوں اس کے متعلق جماعت کا فرض ہے کہ اس سے بچے، لیکن جب تک میں کسی کو جماعت سے نہیں نکالتا، تمہیں ہر ایک شخص سے صلح اور محبت رکھنی چاہئے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 17 جنوری 2004ء)

1932ء میں مکرم خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"اگرچہ خواجہ صاحب نے میری مخالفتیں کیں لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت خدمات بھی کی ہیں اس وجہ سے ان کی موت کی خبر سنتے ہی میں نے کہہ دیا کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ میں نے سب معاف کی۔ خدا تعالیٰ بھی ان کو معاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن بندوں کو خدا تعالیٰ کھینچ کر اپنے مامورین کے پاس لاتا ہے ان میں ہوسکتا ہے کہ غلطیاں بھی ہوں لیکن خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں ان خوبیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں خلافت کا انکار بڑی خطا ہے خدا تعالیٰ نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ مگر ہمارا جہاں تک تعلق ہے ہمیں معاف کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک اگر ایسے شخص کی نیکیاں بڑھی ہوئی ہوں گی تو وہ اس سے بہتر سلوک کرے گا۔" (ایضاً)

ایک دفعہ ایک سخت مخالف غیراز جماعت کسی کام کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ سے ملنے کیلئے ربوہ آئے۔ اُن کی حضرت امّ ناصرؓ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی اس لئے سیدھے اُن کے ہاں پہنچے اور پیغام بھجوایا کہ مجھے حضرت صاحب سے وقت لے دیں۔ مگر حضرت امّ ناصر نے غیرت کی وجہ سے جواب دیا: "یوں تو آپ میرے خاوند کو گالیاں دیتے ہیں مگر جب کام ہوتا ہے تو سفارش کروانے آجاتے ہیں۔ میں نہ صرف یہ کہ پیغام نہ دوں گی بلکہ آپ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی"۔ وہ صاحب دفتر پرائیویٹ سیکرٹری گئے اور کوشش کر کے ملاقات کا وقت لے لیا۔ کچھ دیر بعد حضورؓ جب امّ ناصرؓ کے ہاں تشریف لائے تو فرمایا کہ اُنہی صاحب کے لئے اکرامِ ضیف کے طور پر ایک دو ڈش مزید تیار کر دو، وہ کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔ حضرت امّ ناصرؓ نے اُن کا پیغام اور اپنا جواب بتایا تو حضورؓ نے فرمایا:

تم نے تو اپنی غیرت کا اظہار کر دیا ہے مگر اب وہ میرے مہمان ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے مہمان کی بڑی عزت رکھی ہے۔ وہ گالیاں دے کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میں نے سنت رسولؐ پر چل کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔

قادیان میں ڈاکٹر گوربخش سنگھ سلسلہ کی بر ملا مخالفت کیا کرتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میری بھانجی نے F.A. میں فلاسفی کا مضمون لیا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبدالسلام اختر صاحب فلاسفی میں M.A. ہیں۔ میرے اُن کے والد سے اچھے مراسم تھے۔ میں نے اُن سے اپنی بھانجی کے لئے اختر صاحب کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔ وہ فرمانے لگے کہ میرا بیٹا واقف زندگی ہے اگر حضرت صاحب اجازت دیدیں تو وہ بخوشی یہ خدمت بجالا سکتا ہے۔ ان دنوں میں نے حضرت صاحب اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے اور میرے تعلقات حضور کے ساتھ کشیدہ تھے۔ لہٰذا میں حضرت صاحب کی خدمت میں اس کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب کوئی اور انتظام نہ ہوسکا تو مجبوراً میں نے حضور کی خدمت میں رقعہ لکھا۔ حضور نے بخوشی

اختر صاحب کو اجازت دیدی اور وہ کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ میں نے ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ میں حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھا رہا ہوں، اس کا معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نتیجہ نکلنے پر لڑکی بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوئی اور میں ایک تھال میں مٹھائی اور دس روپے لے کر اُن کے گھر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں لے سکتا۔ اگر آپ چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں۔ میں نے وہ مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی تو حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔ میں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی معاوضہ کے لئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرادی اور رقم مجھے واپس کر دی۔

فخر الدین ملتانی ایک فتنہ کا بانی تھا اور اس نے اپنی زبان اور قلم سے حضورؓ اور آپؓ کے اہلِ خانہ کے خلاف سب وشتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ لیکن جب وہ فوت ہوگیا تو اس کی بیوی نے حضورؓ کی خدمت میں اپنی مالی تنگی اور تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ اُس شخص کا پیدا کردہ فتنہ ابھی جاری تھا مگر مجسّمِ حلم وجود نے ان کے لئے سامان خورد ونوش فراہم کرنے کا انتظام کیا۔ پھر اگرچہ حضورؓ نے اعلان فرمایا ہوا تھا کہ آپؓ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفین کے، کسی اور کے نکاحوں کا اعلان کرنے کی فرصت نہ نکال سکیں گے۔ لیکن جب فخر الدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اگر اس کی ہمشیرہ کا نکاح خود حضورؓ پڑھانا منظور فرماویں تو تب ہی اس کا رشتہ احمدیوں میں ہوسکتا ہے ورنہ کوئی احمدی اس کا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخر الدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان بھی فرمایا۔

جماعت احمدیہ کے شدید معاند مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر اخبار زمیندار جب مری میں فالج کی بیماری میں مبتلا تھے اور نہایت کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے تو حضورؓ کے ارشاد پر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب بغرض علاج اُن کے پاس جاتے رہے اور اُن کی ادویہ کے لئے حضورؓ نے اپنی جیب خاص سے رقم بھی مرحمت فرمائی۔ چنانچہ جناب عبدالحکیم صاحب عمر کا بیان ہے کہ:"
ایک سال پیشتر جب آغا شورش کاشمیری صاحب سخت علیل تھے قادیانیوں کے روحانی پیشوا (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے آپ کو غیر ملکی دوائیوں کی پیشکش کی تھی.... مولانا ظفر علی خان کی علالت کے دنوں میں جبکہ وہ مری میں مقیم تھے، قادیانیوں کے روحانی پیشوا نے مولانا کو بھی اس قسم کی پیشکش کی تھی۔" (ایضاً)

عقیدت کا سلام

(جناب پنڈت میلا رام صاحب وفا ایڈیٹر ویر بھارت دہلی)

نیک بندوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا جہاں
ابتدائے آفرینش سے ہے ایسا انتظام
آج بھی مرزا بشیر الدین احمد اے ندیم
اس جہاں میں ایک ہیں نیکی مجسم لا کلام
موجزن سینے میں ہر دم اپنے بیگانے کا درد
اور خواہاں دیکھنے کے ہر کسی کو شاد کام
خلق کی خدمت میں حاجت مند کی امداد میں
امتیاز ہندو و مسلم سے بالا تر مدام
سینکڑوں بیوائیں تقسیم وطن کے بعد بھی
دل کی گہرائی سے ہیں ان کی دعا گو صبح و شام
بیسیوں محتاج ہندو، درجنوں محتاج سکھ
سب وظیفے پا رہے ہیں آج تک باالتزام
قادیاں میں اور گردو پیش کے دیہات میں
ہے زباں زدان کے خیراتی شفاخانے کا نام
مختصر یہ ہے کہ ہر انداز سے ہر رنگ میں
ہر طرف جاری ہے سال و ماہ جوئے فیض عام
اور پیرو ان کے یعنی احمدی فرقہ کے لوگ
گامزن رہتے ہیں راہ حق پہ روز و شب تمام
آدمیت کا نمونہ ان کا ہے ایک ایک فرد
سربسر انسانیت کے پیکر ان کے خاص و عام
حلم کی، اخلاص کی، اخلاق کی زندہ مثال
خوش مزاج و خوش خصال و خوش خیال و خوش کلام
آشتی و امن ہے ان کا اصول اولیں
اور سارے مذہبوں کے ہادیوں کا احترام
سمجھو ہر شرنارتھی کو اپنا مہمان عزیز
ان کا ہے جزو عمل حضرت کا یہ زریں پیام
ان روایات حسیں کا جو علمبردار ہے
پہنچے اس فرقہ کے رہبر کو سلام

(الفرقان ربوہ اگست تا اکتوبر 1963)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے بعض کارناموں پر ایک طائرانہ نظر

علمی کارنامے

☆ دوصد سے زائد علمی خزانوں پر مشتمل کتب ورسائل کی تصنیف
☆ تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کی معرکۃ الآراء تصانیف
☆ آپ کی تفسیر اور قرآنی خدمات کا غیروں نے بھی اعتراف کیا۔
☆ مخالفین کو متعدد بار تفسیر قرآن کا چیلنج دیا۔
☆ 16 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت
☆ الٰہی رہنمائی میں دینی مسائل کی اثر انگیز اور منفرد تشریح اور بے شمار غیبی خبریں جو رویا و کشوف سیدنا محمود کے نام سے شائع شدہ ہیں۔
☆ کئی ممالک میں مردوں اور عورتوں کے لئے دینی تعلیم کے مستقل اداروں کا قیام
☆ 24 ممالک میں 74 تعلیمی اداروں کا قیام
☆ مرکز سلسلہ قادیان اور ربوہ میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کا اجراء۔

تعمیر مساجد

☆ برصغیر سے باہر 318 مساجد کی تعمیر
☆ دنیا کے بڑے بڑے اور اہم ممالک میں مسجد اور مشن ہاؤسز کا قیام جن میں امریکہ، برطانیہ، انڈونیشیا، جرمنی، ہالینڈ، ڈنمارک اور افریقی ممالک بھی شامل ہیں
☆ قادیان اور ربوہ میں مساجد کی تعمیر اور توسیع
☆ تعمیر مساجد کیلئے بیسیوں تحریکات کا اعلان اور بعض صرف عورتوں کے چندہ سے تعمیر ہوئیں۔

عالمگیر دعوت الی اللہ سکیم

☆ وقف زندگی کے مستقل نظام کا اجراء۔
☆ یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیائی ممالک میں دعوت الی اللہ کی عظیم الشان مہم
☆ 46 ممالک میں احمدیہ مشن ہاؤسز کا قیام
☆ 164 واقفین زندگی کی بیرون ممالک میں خدمات۔ بعض وہیں وفات پا کر مدفون ہوئے۔
☆ متعدد حکمرانوں اور والیان ریاست کو تحریری اور زبانی پیغام حق
☆ 1912، 1924 اور 1955 میں عرب ممالک اور یورپ کے دورے۔
☆ وسیع پیمانے پر اشاعت لٹریچر اور مختلف ممالک سے 140 اخبارات ورسائل کا اجراء۔

جماعت کا تنظیمی ڈھانچہ

☆ 1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا قیام
☆ 1922ء میں مجلس شوریٰ کے نظام کا مستقل اجراء
☆ جماعت کی ذیلی تنظیموں کا قیام۔ لجنہ اماء اللہ 1922ء خدام الاحمدیہ 1938ء انصار اللہ 1940ء
☆ مجلس انتخاب خلافت کا قیام، متعدد فتنوں کا استیصال اور استحکام خلافت کیلئے عظیم کارنامے

☆ 1913ء سے اخبار الفضل اور بعض مراکز سلسلہ سے متعدد رسائل کا اجراء
☆ مرکز سلسلہ کی مضبوطی اور آبادی کیلئے کوششیں
☆ ہجرت کے بعد مرکز احمدیت ربوہ کا قیام اور آبادی کا عظیم کارنامہ

مستقل مالی نظام

☆ جماعت احمدیہ عالمگیر میں منظم طریق پر چندوں کے نظام کا قیام
☆ 1934ء میں تحریک جدید کی عالمگیر تحریک کا آغاز جس کے چندہ دہندگان کی تعداد اب ساڑھے تین لاکھ سے زائد ہو چکی ہے۔
☆ 1957ء میں وقف جدید کی تحریک کا آغاز اس کے چندہ دہندگان تین لاکھ 80 ہزار سے زائد ہو چکے ہیں۔
☆ 52 سالہ دور خلافت میں بڑی بڑی 56 مالی تحریکات کا اجراء
☆ احمدیت کے پروانوں اور آپ کے جانثاروں کی قابل تقلید اور بے مثل مالی قربانی۔

عظیم الشان ملی خدمات

☆ برطانیہ سے قائداعظم کی واپسی کیلئے کامیاب تاریخی کوشش
☆ قیام پاکستان کے تمام مراحل پر ملت اسلامیہ کی مدد اور راہنمائی
☆ استحکام پاکستان کیلئے ہر قسم کے اعلیٰ مشورے اور عملی جدوجہد
☆ 1931ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت اور اہل کشمیر کے حقوق کیلئے پہلی منظم کوشش کا آغاز
☆ 1948ء میں محاذ کشمیر پر فرقان بٹالین کے ذریعہ عظیم کارنامے
☆ عالم اسلام کے استحکام اور عربوں کے حقوق خصوصاً فلسطین، اردن، تیونس، مراکش، لبنان اور لیبیا کی آزادی کیلئے براہ راست اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ بے پناہ کوششیں

پسر موعودؓ

وہ آکر جا چکا پر ہے دلوں میں جلوہ گر اب بھی
دیارِ عشق میں روشن ہے مانندِ سحر اب بھی

رہِ منزل پہ ڈالا تھا کبھی جو کارواں اس نے
وہ ہے اس کے نقوشِ پا پہ مصروفِ سفر اب بھی

دلوں کو آج بھی اس کی محبت گرم رکھتی ہے
ہے روشن اس کی صورت سے سوادِ چشمِ تر اب بھی

عبدالمنان ناہید

خلافت کا فدائی بن

قیس مینائی نجیب آبادی

خلافت بھی ہے آئینہ، زباں بھی محوِ حیرت ہے
امامِ وقت سے جس کو حصولِ شرفِ بیعت ہے
گلے میں آج تک ابلیس کے جو طوقِ لعنت ہے
خلافت کا قیام آخر جماعت کی ضرورت ہے
خلافت احمدیت، احمدیت اِک خلافت ہے
خلافت اصل میں اک چشمۂ فیضِ رسالت ہے
خلافت ایک انعامِ خداوندی کی صورت ہے
خلافت گو بظاہر صرف اِک امرِ خلافت ہے
خلافت فاتحِ عالم ہے، خلافت بابِ نصرت ہے
خلافت مہدیٔ معہود کی زندہ کرامت ہے
خلافت نورِ دوراں ہے چراغِ راہِ ظلمت ہے
خلافت مظہرِ قدرت ہے اِک ظلِّ نبوت ہے
خلافت مہدیٔ معہود کی احیاءِ اُمت ہے
خدا کا اِک عطیہ ہے خدا کی ایک نعمت ہے
نہ دنیاوی حکومت ہے نہ دنیاوی سیاست ہے
حکومت ہے نہ طاقت ہے نہ دولت ہے نہ ثروت ہے
خلافت قلعۂ اسلام و استحکامِ اُمت ہے
خلافت درحقیقت اِک کلیدِ فتح و نصرت ہے
خلافت محورِ اعظم، محیطِ ہر نظامت ہے
خلافت دائرہ ہے، نقطۂ پُرکارِ عظمت ہے
خلافت ہی کے دم سے آج روشن شمعِ وحدت ہے
خلافت جلوہ گاہِ جلوۂ حُسنِ رسالت ہے
گیا دورِ خزاں اب فصلِ گُل کی پھر حکومت ہے
خلافت کا نہ ہونا خلفشارِ مرکزیت ہے
نہ طوفانوں کا خطرہ ہے نہ خوفِ زلزلہ اس کو
جماعت بھی منظم اور مرکز بھی ہے مستحکم
زمامِ ملت بیضا ہے اب دستِ خلافت میں
جماعت کو بلا پھر کس لئے ہو خوفِ ناکامی
خلافت کا فدائی بن امامت پر فدا ہو جا

نہ یارائے خموشی ہے، نہ گویائی کی طاقت ہے
مقدّر کا دھنی ہے زینتِ عمیرِ جماعت ہے
یہ لعنت صرف انکارِ خلافت کی بدولت ہے
خلافت کا نظام آخر خدا کی ایک سنت ہے
خلافت در حقیقت ناظمِ تنظیمِ ملت ہے
کہ اجراءِ خلافت بھی تقاضائے نبوت ہے
سروں پر مومنوں کے یہ خدا کا دستِ شفقت ہے
پسِ پردہ مگر اس کے نہاں اک رازِ قدرت ہے
خلافت ایک طاقت ہے خدا کا دستِ قدرت ہے
خلافت مہدیٔ مسعود کی ہم میں امانت ہے
خلافت درحقیقت جلوۂ مہرِ رسالت ہے
خلافت اصل میں آئینۂ اسرارِ قدرت ہے
محمد مصطفیٰ کی یہ بھی اِک زندہ کرامت ہے
سراسر حسن و احساں ہے سراسر فضل و رحمت ہے
قلوبِ مومناں تک بس خلافت کی حکومت ہے
خلافت ہی کے دَم سے آج تبلیغ و اشاعت ہے
خلافت ہی کہ دَم سے زندہ پھر دیں کی امامت ہے
خلافت ہی کے دم سے وارِ دحق و صداقت ہے
خلافت ہی کے دَم سے گرمیٔ نشر و اشاعت ہے
خلافت ہی کے دَم سے سرنگوں تثلیث و کثرت ہے
خلافت ہی کے دَم سے آج فرقِ نور و ظلمت ہے
خلافت آئینہ دارِ کمالاتِ نبوت ہے
خلافت ہی کی برکت سے یہ دُنیا باغِ جنت ہے
کہ فقدانِ خلافت انتشارِ احمدیت ہے
خلافت ایک پختہ اور مستحکم عمارت ہے
امامِ وقت میں بھی انتظامی قابلیت ہے
خلافت عظمتِ دیں ہے وقارِ احمدیت ہے
کہ جب ہم میں قیادت ہے، خلافت اور امامت ہے
اگر اے قیس تجھ کو اِدّعاءِ احمدیت ہے

﴿روزنامہ الفضل ۲۵ مئی ۱۹۷۵ء﴾

ایک انعام یافتہ مضمون

مُرسلہ: مکرم عبدالعزیز منگلا (لاہور)

تربیت اولاد

﴿ دوسری و آخری قسط ﴾

حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ تربیت کے طریق

(ماخوذ از: سوانح فضل عمر جلد اول)

۱۔ بچہ کے پیدا ہونے پر سب سے پہلی تربیت اذان ہے۔

۲۔ یہ کہ بچہ کو صاف رکھا جائے۔ پیشاب پاخانہ فوراً صاف کر دیا جائے۔ جب بچہ کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا تو باطنی صفائی کس طرح ہوگی۔ لیکن اگر بچہ ظاہر میں صاف ہو تو اس کا اثر اس کے باطن پر پڑے گا۔ اور اس کا باطن بھی پاک ہوگا۔ کیونکہ غلاظت کی وجہ سے جو گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے بچا رہے گا۔

۳۔ غذا بچہ کو وقت مقررہ پر دینی چاہیے اس سے بچہ میں یہ عادت پختہ ہوتی ہے کہ وہ خواہشات کو دبا سکتا ہے، اور اس طرح بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ جب بچہ رویا ماں نے اسی وقت دودھ دے دیا ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ مقررہ وقت پر دودھ دینا چاہیے اور بڑی عمر کے بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہیے۔ کہ وقت پر کھانا دیا جائے اس سے یہ صفات پیدا ہوتی ہیں:۔

۱۔ پابندیٔ وقت کا احساس

۲۔ خواہش کو دبانا

۳۔ صحت

مل کر کام کرنے کی عادت ہوتی ہے کیونکہ ایسے بچوں میں خود غرضی اور نفسانیت نہیں ہوگی جبکہ وہ سب کے سب ساتھ مل کر کھانا کھائیں گے

۴۔ اسراف کی عادت نہ ہوگی۔

۵۔ بچہ کو وقت مقررہ پر پاخانہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یہ اس کی صحت کے لئے بھی مفید ہے لیکن اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء میں وقت کی پابندی کی حس پیدا ہو جاتی ہے۔

۶۔ اس طرح غذا اندازہ کے مطابق دی جائے اس سے قناعت پیدا ہوتی اور حرص دور ہوتی ہے۔

۷۔ قسم قسم کی خوراک دی جائے گوشت ترکاریاں اور پھل دیئے جائیں۔ کیونکہ غذاؤں سے مختلف اقسام کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

۸۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو تو کھیل کود کے طور پر اس سے کام لینا چاہیے۔ مثلاً یہ کہ فلاں برتن اُٹھا لاؤ یہ چیز وہاں رکھ آؤ۔ یہ چیز فلاں کو دے آؤ۔

۹۔ بچہ کو عادت ڈالنی چاہیے۔ کہ وہ اپنے نفس پر اعتبار پیدا کرے۔ مثلاً چیز سامنے ہو اور اسے کہا جائے۔ ابھی نہیں ملے گی فلاں وقت ملے گی۔ یہ نہیں کہ چھپا دی جائے کیونکہ اس نمونہ کو دیکھ کر وہ بھی اسی طرح کرے گا۔ اور اس میں چوری کی عادت پیدا ہو جائے گی

۱۰۔ بچے سے حد سے زیادہ پیار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ زیادہ چومنے چاٹنے سے بہت سی برائیاں بچہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس مجلس میں وہ جاتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ پیار کریں اس سے اس میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۱۱۔ ماں باپ کو چاہیے کہ ایثار سے کام لیں۔ مثلاً اگر بچہ بیمار ہے اور کوئی چیز اس نے نہیں کھائی تو وہ بھی نہ کھائیں۔ اور نہ گھر میں لائیں بلکہ اسے کہیں کہ تم نے نہیں کھائی اس لئے ہم بھی نہیں کھاتے۔ اس سے بچہ میں بھی ایثار کی صفت پیدا ہوگی۔

۱۲۔ بیماری میں بچہ کے متعلق بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ کیونکہ خود غرضی، چڑچڑاہٹ، جذبات پر قابو نہ ہونا اس قسم کی برائیاں اکثر لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

۱۳۔ بچوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سنانی چاہیں اس سے ان میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسے انسان بڑے ہو کر بہادری کے کام نہیں کر سکتے اگر بچہ میں بزدلی پیدا ہو جائے تو اسے بہادری کی کہانیاں سنانی چاہیں اور کھیل بہادر لڑکوں کے ساتھ کھلانا چاہیے۔

۱۴۔ بچہ کو اپنے دوست خود نہ چننے دیئے جائیں۔ بلکہ ماں باپ چنیں اور دیکھیں کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔

۱۵۔ بچہ کو اس کی عمر کے مطابق بعض ذمہ داری کے کام دیئے جائیں۔ تاکہ اس میں ذمہ داری کا احساس ہو۔

۱۶۔ بچہ کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہیے کہ وہ نیک ہے اور اچھا ہے

فرشتے کہتے ہیں۔ایسا ہی ہو جائے اور وہ ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ بچہ میں ضد کی عادت نہیں پیدا ہونے دینی چاہیے۔ اگر بچہ کسی بات پر ضد کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اسے کسی اور کام میں لگا دیا جائے اور ضد کی وجہ معلوم کر کے اسے دور کیا جائے۔

۱۸۔ بچہ سے ادب سے کلام کرنا چاہئے بچہ نقال ہوتا ہے اگر تم اسے تُو کہہ کر مخاطب کرو گے تو وہ بھی تُو کہے گا۔

۱۹۔ بچہ کے سامنے جھوٹ تکبر، اور ترش روئی وغیرہ نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ بھی یہ باتیں سیکھ لے گا۔

۲۰۔ بچہ کو ہر قسم کے نشہ سے بچایا جائے۔ کیونکہ نشہ سے اقدام کی قوت ماری جاتی ہے۔ جھوٹ سب سے خطرناک مرض ہے۔ اس مرض سے بچہ کو خاص طور پر بچانا چاہیے۔

۲۱۔ بچوں کو علیحدہ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا چاہیئے۔

۲۲۔ ننگا ہونے سے روکنا چاہئے۔

۲۳۔ بچوں کو عادت ڈالنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ اپنی غلطی کا اقرار کریں۔ اور اس کے طریق یہ ہیں۔

(ا) ان کے سامنے اپنے قصوروں پر پردہ نہ ڈالا جائے۔

(ب) اگر بچہ سے غلطی ہو جائے تو اس سے اس طرح ہمدردی کریں کہ بچہ کو یہ محسوس ہو کہ میرا کوئی سخت نقصان ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے ہمدردی کر رہے ہیں۔

(ج) آئندہ غلطی سے بچانے کے لئے بچہ سے اس طرح گفتگو کی جائے کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میری غلطی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔

(د) بچہ کو سرزنش الگ لے جا کر کرنی چاہیئے۔

۲۴۔ بچہ کو کچھ مال کا مالک بنانا چاہیئے اس سے بچہ میں یہ صفات پیدا ہوتی ہیں:۔

(ا) صدقہ دینے کی عادت۔

(ب) کفایت شعاری۔

(ج) رشتہ داروں کی امداد کرنا۔

۲۵۔ اسی طرح بچوں کا مشترکہ مال ہو مثلاً کوئی کھلونا دیا جائے تو کہا جائے کہ یہ تم سب بچوں کا ہے۔ سب اس کے ساتھ کھیلو اور کوئی خراب نہ کرے۔ اس طرح قومی مال کی حفاظت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

۲۶۔ بچہ کو آداب و قواعد تہذیب سکھاتے رہنا چاہیئے۔

۲۷۔ بچہ کی ورزش کا بھی اور اسے جفاکش بنانے کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بات دنیوی ترقی اور اصلاح نفس دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک درج ذیل خصوصیات رکھنے والا بچہ تربیت یافتہ کہلائے گا۔

ا۔ ذاتی طور پر بااخلاق ہو اور اس میں روحانیت ہو۔

۲۔ دوسروں کو ایسا بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔

۳۔ قانونِ سلسلہ کے مطابق چلنے کی قابلیت رکھتا ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے خالص محبت رکھتا ہو جو سب محبتوں پر غالب ہو۔

پہلے امر کا معیار یہ ہے کہ:۔

(ا) جب بچہ بڑا ہو تو امور شریعہ کی لفظاً و عملاً پابندی کرے۔

(۲) اس کی قوت ارادی مضبوط ہو تا آئندہ فتنہ میں نہ پڑے۔

(۳) اس کا اپنی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا اور جان بچانے کی قابلیت رکھنا۔

(۴) اپنے اموال و جائیداد بچانے کی قابلیت ہونا اور اس کے لئے کوشش کرنا۔

دوسرے امر کا معیار یہ ہے:۔

(ا) اخلاق کا اچھا نمونہ پیش کرے۔

(۲) دوسروں کی تربیت اور تبلیغ میں حصہ لے۔

(۳) اپنے ذرائع کو ضائع نہ ہونے دے بلکہ انہیں اچھی طرح استعمال کرے جس سے جماعت اور دین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

تیسرے امر کا یعنی قانون سلسلہ کے مطابق چلنے کی طاقت کا معیار یہ ہے کہ:۔

(ا) اپنی صحت کا خیال رکھے

(۲) جماعتی اموال اور حقوق کا محافظ ہو۔

(۳) کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔

(۴) قومی جزا و سزا کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو۔

چوتھے امر کا معیار یہ ہے:۔

(ا) کلام الٰہی کا شوق اور ادب ہو۔

(۲) خدا تعالیٰ کا نام اسے ہر حالت میں مودب اور ساکن بنا دے۔

(۳) دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بکلی الگ ہو۔

(۴) خدا تعالیٰ کی محبت کی علامت اس میں پائی جاتی ہوں۔

(منہاج الطالبین صفحہ 52 تا 59)

حضرت مصلح موعودؓ تربیت اولاد کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔"ہر شخص جو دوسروں کی تربیت سے گریز کرتا ہے۔وہ تربیت کرنے سے گریز نہیں کرتا بلکہ احمدیت سے گریز کرتا ہے۔" (مشعل راہ صفحہ 206)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

"پس اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تربیت کا پہلو تبلیغ سے بھی زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے۔اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ تربیت کے کام کی طرف پوری پوری توجہ دے کر اپنی کمیت کے ساتھ ساتھ کیفیت کے پہلو کو ترقی دیتے چلے جائیں۔۔بہر حال آجکل ہماری بڑی پرابلم جماعت کے نوجوان اور خصوصاً نسلی احمدیوں کی تربیت ہے تاکہ انہیں زمانہ کی شر بار ہواؤں سے بچا کر اور مادیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھ کر اسلام اور احمدیت کی روح پر قائم رکھا جاسکے۔"

("اچھی تربیت کے ذریعے اپنی اولاد کی فکر کرو" صفحہ 18)

تربیت اولاد کے دس سنہری گر

بیان فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

اول۔مسلمان مرد دیندار اور با اخلاق بیوی کے ساتھ شادی کریں تاکہ نہ صرف ان کا گھر ان کی اپنی زندگی میں جنت کا نمونہ بنے بلکہ اولاد کے لئے نیک تربیت اور نیک نمونہ میسر آنے سے دائمی برکت کا دور قائم ہوجائے۔

دوئم۔ہر عورت خود بھی دین دار بنے وہ دین کا علم سیکھے نیکیوں اور پھر دین کے احکام کے مطابق اپنا عمل بنائے۔اچھی اولاد کے لئے اچھی ماں کا وجود ایک بالکل بنیادی چیز ہے۔امر اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔کاش دنیا اس کی اہمیت کو سمجھے۔

سوئم۔بچوں کی تربیت کا آغاز ان کی ولادت کے ساتھ ہی شروع ہوجانا چاہیے۔

چہارم۔ماؤں کا فرض ہے کہ بچپن میں ہی اپنے بچوں کے دلوں میں ایمان بالغیب کا تصور راسخ کردیں اور ان کی طبیعت میں یہ بات پختہ طور پر جما دیں کہ اس دنیائے مشہود میں روحانی اور مادی نظام کی حقیقی تاریں ایک پردۂ غیب کے پیچھے سے کھینچی جارہی ہیں۔جس کا مرکزی نقطہ خدا کی ذات ہے۔اور باقی ارکان فرشتے الہامی کتابیں رسول کریم ﷺ آخرت اور تقدیر خیر و شر ہیں۔

پنجم۔ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن ہی سے نماز کا پابند بنائیں۔اور نماز کی روح اور حقیقت سکھائیں۔جس ماں نے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنا دیا اور ان کے دل میں نماز کا شوق پیدا کردیا اس نے ان کے دین کو ایسے کڑے کے ساتھ باندھ دیا۔جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ایسے بچے خدا کی گود میں ہوتے ہیں اور ان کی مائیں خدا کے دائمی سایہ کے نیچے

ششم۔ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں میں بچپن ہی سے انفاق فی سبیل اللہ یعنی دین کے لئے اپنا مال اور اپنا وقت اور اپنی طاقتیں خرچ کرنے کی عادت ڈالیں۔اور ان میں یہ احساس پیدا کریں کہ ہر چیز جو انہیں خدا کی طرف سے ملی خواہ وہ مال ہے یا دل و دماغ کی طاقتیں ہیں یا علم ہے یا اوقات زندگی ہیں۔ان سب میں سے خدا اور جماعت کا حصہ نکالنا چاہیے

ہفتم۔ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ہمیشہ **شرک خفی** کے گڑھے میں گرنے سے ہوشیار رکھیں۔دنیا کی ظاہری تدبیروں کو اختیار کرنے کے باوجود ان کا دل ہر وقت اس زندہ ایمان سے معمور رہنا چاہیے کہ ساری تدبیروں کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔

ہشتم۔بچوں کو ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کا ادب سکھایا جائے۔خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار ہمسایہ ہوں یا اجنبی

نہم۔ہر احمدی ماں کا فرض ہے کہ وہ بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرے۔صداقت تمام نیکیوں کا منبع اور جھوٹ تمام بدیوں کی دلدل ہے۔سچ بولنے والا بچہ خدا کا پیارا اور قوم کی زینت اور خاندان کا فخر ہوتا ہے۔

دہم۔ماں باپ کا فرض ہے کہ ہمیشہ اپنی اولاد کیلئے خدا کے حضور خاص طور پر دعا کرتے رہیں کہ وہ انہیں نیکی کے رستے پر قائم رکھے۔اور دین اور دنیا میں ترقی عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ (اچھی مائیں صفحہ 25 تا 28)

تربیت کی بنیاد--پانچ بنیادی اخلاق

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ وہ پانچ بنیادی اخلاق ہیں۔

۱۔ سچ کی عادت

۲۔ نرم اور پاک زبان کا استعمال

۳۔ وسعت حوصلہ

۴۔ غریب کی ہمدردی اور دکھ دور کرنے کی عادت

۵۔ مضبوط عزم اور ہمت کی ضرورت

ہماری تنظیموں کو خصوصیت کے ساتھ اپنے تربیتی پروگرام میں مندرجہ بالا

نصائح پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔ان پر اگر وہ اپنے سارے منصوبوں کی بنیاد ڈال دیں۔اور سب سے زیادہ توجہ ان اخلاق کی طرف کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا فائدہ آئندہ سو سال ہی نہیں بلکہ سینکڑوں سال تک بنی نوع انسان کو پہنچتا رہے گا۔

کیونکہ آج کی جماعت احمدیہ اگر ان پانچ اخلاق پر قائم ہو جائے اور مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے۔اور ان کی اولادوں کے متعلق بھی یہ یقین ہو جائے کہ یہ بھی آئندہ انہیں اخلاق کی نگران اور محافظ بنی رہیں گی۔اور ان اخلاق کی روشنی دوسروں تک پھیلاتی رہیں گی اور پہنچاتی رہیں گی۔تو پھر میں یقین رکھتا ہوں کہ ہم امن کی حالت میں اپنی جان دے سکتے ہیں۔سکون کے ساتھ اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر سکتے ہیں اور یقین رکھ سکتے ہیں کہ جو عظیم الشان کام ہمارے سپرد کئے گئے تھے۔ہم نے جہاں تک توفیق ملی ان کو سرانجام دیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع 24 نومبر 1989ء)

جہاں تک ممکن ہوا ارشادات ربانی، احادیث رسول کریم ﷺ فرمودات حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے تربیت اولاد کی ضرورت و اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ بہت وسیع مضمون ہے۔جو محدود صفحات پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔لب لباب یہ کہ تربیت اولاد کے لحاظ سے موجودہ دور بہت نازک دور ہے نت نئی دلچسپیاں۔لالچ اور کھیل تماشے بچوں اور نوجوانوں کو مذہب سے دور لے جا رہے ہیں۔یہ لہو و لعب انسانوں کو خدا سے غافل کر رہا ہے پس ضرورتِ وقت اور بہادری یہی ہے کہ ہر احمدی جو خدا کے دین سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہے۔دنیا داری کی اس روش کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور اپنی شبانہ روز دعاؤں، محبت، نیک نصیحت، اور اعمال صالحہ بجا لا کر اپنے اہل و عیال اور اپنے ہر زیر اثر فرد کو خدا تعالیٰ کے دربار میں لا کھڑا کرے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا ارحم الراحمین۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب و جرائد سے استفادہ کیا گیا:۔

۱۔ تربیت کے تقاضے..................محمد سعید احمد
۲۔ تربیت اولاد اور ہماری ذمہ داریاں..........مبارک محمود پانی پتی
۳۔ تربیت اولاد تقریر بر موقع جلسہ سالانہ.........مرزا عبدالحق
۴۔ اچھی مائیں..............................حضرت مرزا بشیر احمدؓ
۵۔ اچھی تربیت کے ذریعے اپنی اولاد کی فکر کرو...حضرت مرزا بشیر احمدؓ
۶۔ ماہنامہ انصاراللہ...ربوہ ۷۔ ماہنامہ خالد ....ربوہ
۸۔ ماہنامہ مصباح.......ربوہ ۹۔ روزنامہ الفضل.......ربوہ

ہم ۔ ثاقب زیروی (نوید منزل)

زمانے کی جبیں سے غازۂ بدعت اُڑا دیں گے
دِلوں پر مذہب اسلام کا سکّہ جما دیں گے

ہمارا کام ہے تبلیغ دینِ احمدِؐ مُرسل
ہر اِک گُمراہ کو توحید کا ساغر پلا دیں گے

کریں گے ازسرِ نو زندہ جذبِ عجز و اُلفت کو
اخوّت کے ہر اک خوابیدہ نغمے کو جگا دیں گے

بُنیں گی پھر دہکتی دھوپ میں قالینِ شمشیریں
سکت پھر بازوئے مسلم کی عالم کو دکھا دیں گے

قیامت تک نہ اُترے گا نشہ جس کا دماغوں سے
وہ مے اخلاق و مروّت کی زمانے کو پلا دیں گے

چٹانوں سے بھی ٹکرا جائیں گے وہ دل ہیں پہلو میں
ہماری راہ میں جو بھی ہوا حائل مِٹا دیں گے

ہمارے دِل میں پنہاں کیمیائے احمدیت ہے
ہماری بات جس نے مان لی کُندن بنا دیں گے

ہمیں ہیں وہ جو کہلاتے ہیں محمودیؔ جواں ثاقب
وہ ہم ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ مُردوں کو جلا دیں گے

مرسلہ: مکرم انور مسعود احمد۔ نارتھ یارک (ٹورنٹو)

اطاعت..... اہمیت اور تقاضے

ڈاکٹر ظفر وقار کاہلوں
ٹورنٹو، کینیڈا

اطاعت اپنی مرضی، خواہش اور ذاتی رائے کو کسی دوسرے کی خاطر چھوڑ دینے اور اُسکی بات پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔جس کی اطاعت کی جاتی ہے اُسے مطاع کہا جاتا ہے اور اطاعت کرنے والا مطیع یا اطاعت گذار کہلاتا ہے۔موقع محل کی مناسبت سے اطاعت کی مختلف اقسام اور مخصوص حدود و قیود ہوا کرتی ہیں جن کا تعین مطاع اور مطیع کا باہمی معاملہ ہوتا ہے۔جیسے کسی دفتر میں سب کام کرنے والوں پہ لازم ہوتا ہے کہ وہ ملازمت کے اوقاتِ کار میں دفتر کے انچارج کی تمام دفتری معاملات میں مکمل اطاعت کریں لیکن باقی معمولاتِ زندگی میں دفتر کے انچارج کی ہدایات کی پابندی کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ایک مُلک کے شہریوں پہ اس مُلک کے ٹریفک، ٹیکس اور دیگر جملہ قوانین کی اطاعت لازم ہوتی ہے جبکہ ایک مذہب کے پیرو ہونے کے ناطے اطاعت کا دائرہ تمام تر معمولاتِ زندگی پہ محیط ہوتا ہے۔مذہب کے پیروکار روزمرہ جملہ اُمور میں اپنے مذہبی راہنما کی ہدایات پہ عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔زیرِ نظر مضمون میں اطاعت کے مختلف پہلوؤں کو مختصراً زیرِ بحث لانے کے بعد جماعتِ احمدیہ کے نظام میں اطاعت کا معیار بلند کرنے کے بارہ میں چند بنیادی اصولی اُمور کا تجزیہ کیا جانا مقصود ہے۔

کائنات میں ہر پیمانہ پہ اطاعت کی کارفرمائی: ہماری زمین کروی شکل رکھتی ہے اور ایک خاص رفتار کے ساتھ سورج کے گرد ایک مقررہ فاصلے پہ ایک بیضوی مدار میں چکر لگاتے ہوئے خلا میں مسلسل محوِ پرواز ہے جبکہ زمین کے باسی اسکو ساکن اور سورج چاند کو حرکت کرتا ہوا محسوس کرتے ہوئے اس پہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔زمین کی گردش کے نتیجے میں سال کے مختلف موسم بنتے ہیں اور مختلف اجناس اور پھل ان موسموں میں پیدا ہوتے ہیں۔زمین سورج کے گرد چکر لگانے کے ساتھ ساتھ بذاتِ خود بھی ایک خاص رفتار سے اپنے محور کے گرد گھوم رہی ہے۔زمین کے اس گھومنے کی وجہ سے دن رات بنتے ہیں۔ہماری زمین کے علاوہ مختلف جسامت کے بعض اور سیارے بھی ہیں جو خلا میں سورج کے گرد مختلف فاصلوں پہ اپنے اپنے مداروں میں مختلف رفتاروں سے اپنے محوروں کے گرد گھومتے ہوئے چکر لگا رہے ہیں۔ہمارا یہ نظامِ شمسی ایک کہکشاں کا بہت ہی چھوٹا سا حصہ ہے اور اس کہکشاں میں محوِ پرواز ہے یہ کہکشاں خلا میں خود ایک بڑی کہکشاں کے گرد گھوم رہی ہے۔اس طرح کی لاتعداد چھوٹی بڑی کہکشائیں ہیں جو اس وسیع و عریض کائنات میں مسلسل محوِ گردش ہیں اور سب کی سب ایک مربوط و منظم نظام کی کامل اطاعت کر رہی ہیں۔اس اطاعت کی وجہ سے یہ سارا عظیم الشان نظام رواں دواں ہے۔کائنات کے وسیع و عریض نظام کے علاوہ مادے کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے ایٹم کو لے لیں جو آنکھ سے نظر تک نہیں آتا اِس میں بذاتِ خود کئی چھوٹے ذرات ہیں۔پھر ایٹم کے مرکز نیوکلیس کے باہر ننھے منھے الیکٹرانوں کے جُھرمٹ ہوتے ہیں جن کی تعداد ہر مخصوص ایٹم کے سائز کی مناسبت سے کم و بیش ہوتی ہے۔یہ الیکٹران مختلف مداروں میں ان مداروں کے سائز کے مطابق اپنی تعداد کم یا زیادہ کرتے ہوئے ہمہ وقت محوِ پرواز رہتے ہیں۔الیکٹران نیوکلیس کے گرد اپنے مداروں میں گھومنے کے علاوہ اور کام بھی بجالا رہے ہوتے ہیں۔ان کاموں میں خود گھومنا بھی شامل ہے۔اس کے علاوہ الیکٹران خاص شرائط کے تحت اپنے مخصوص مدار سے پھلانگ کر دوسرے مداروں میں چلے جائیں اور پھر واپس اپنے مدار میں واپس آجائیں تو لیزر اور دیگر ایجادات کیلئے بنیادی پلیٹ فارم مہیا ہوتا ہے یہ سب کُچھ ایک نظام اور قانون کی مکمل اطاعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہوتا ہے۔الغرض چھوٹے بڑے ہر پیمانہ پہ درکار مخصوص نظام کی اطاعت ہو رہی ہے اور انسانیت اس سے فیضیاب ہو رہی ہے۔پھر خود انسانی جسم قدرت کی صناعی کا ایک حیرت انگیز شاہکار ہے جس میں مختلف نظام باہمی ہم آہنگی کو بروئے کار لاتے ہوئے کامل اطاعت کے تحت اپنے اپنے مفوضہ کام بجالا رہے ہوتے ہیں اور انسان صحت مند اور توانا رہتا ہے۔یونہی کہیں اطاعت میں رخنہ آئے انسان بیمار پڑ جاتا ہے مثلاً کینسر میں انسانی جسم کے بعض خلیے (سیل) جسم کے باقی نظام سے بغاوت کرتے ہوئے ازخود بڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنے حصے سے زیادہ خوراک غصب کرتے ہیں اگر ایسے باغی سیلز والے حصہ کا علاج نہ کیا جائے تو پورا انسانی جسم ہلاک ہو جاتا ہے۔اس طور پہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی نظام کی بقا اور بہترین کارکردگی کیلئے اطاعت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

مذہب کے توسط سے اللہ کی اطاعت: اشرف المخلوقات انسان کی پیدائش پہ اللہ کے حکم پہ فرشتے سجدہ ریز ہوئے مگر ابلیس نے سجدہ بجالانے سے انکار کر دیا کہ میں انسان سے افضل ہوں۔یوں انسانی پیدائش پہ اوّلین مرحلہ اطاعت کا پیش ہوا اور فرمانبرداری فرشتوں کا خاصہ اور نافرمانی ابلیسیت کا دوسرا نام ٹھہرا۔ابلیس نے انسانوں کو ورغلانے اور اللہ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال کر اپنے ساتھ ملانے کا مشن سنبھال لیا۔دوسری طرف ابلیس کی بظاہر خوشنما مگر دراصل انتہائی غلیظ، گندی اور خطرناک چالوں سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ دُنیا میں بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا تا وہ انسانوں کو اللہ کی اطاعت اختیار کرنے کا درس دیں۔خوش بخت انسان انبیاءؑ کی آواز پہ لبیک کہہ کر اللہ کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے اُن کی جماعت میں شامل ہوتے رہے۔دوسری طرف شیطان اور اُسکے پیرو مسلسل اپنی کوششوں میں سرگرداں رہتے رہے کہ انبیاءؑ کی جماعت کے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اللہ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال سکیں۔انبیاءؑ اپنی جماعتوں کو مسلسل درسِ اطاعت دیتے رہے ہیں۔انبیاءؑ کی وفات کے بعد اُن کی قائم کردہ جماعت کے سربراہ اور آگے درجہ بدرجہ سب عہدہ داران اس جماعت کے جملہ افراد کو دائرہ اطاعت کے اندر رہنے کا درس دیتے رہے۔انبیاءؑ کی جماعتوں کی طرف سے ساتھ تبلیغی کوششیں بھی جاری رہیں جن کا ایک اور مقصد مزید لوگوں کو ابلیس کے چنگل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جُوئے کے نیچے لانا رہا۔دُنیا کے سبھی مذاہب اپنے اپنے علاقہ اور وقت میں یہ مشن لیکر آتے رہے ہیں یہاں تک کہ دُنیا ایک عالمگیر اور دائمی مذہب کی پیاس محسوس کرنے لگی۔تب اللہ تعالیٰ نے وہ پیارا مذہب اپنے محبوب رسول ہادیٔ دو جہاں محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذریعہ اسلام کی شکل میں نازل کیا۔اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہادیٔ دو جہاں ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے حقیقی مسلمان بننے سے مشروط ہے۔دُنیوی اُمور میں مُلکی قوانین پہ عمل کرنا

اطاعت کی ایک شکل ہے لا مذہب اور دُنیا دار شخص عموماً ایسی اطاعت سزاؤں اور جرمانوں سے بچنے کیلئے کرتا ہے جبکہ ایک مسلمان ایسی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت گردانتے ہوئے بجالاتا ہے۔

اسلام میں اطاعت کا مقام و مرتبہ: دینِ فطرت اسلام جو سب علاقوں اور سب زمانوں کیلئے ہے یہ انسانوں کو ابلیس کے گندے باغیانہ حملوں سے بچانے اور ہر قسم کے خطرات کے طوفانوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حسین دائرہ میں لانے کی غرض سے نازل ہوا ہے۔ اسلام کا عربی ماخذ سَلِمَ ہے جس کے معنی امن، خالص پن، فرمانبرداری اور اطاعت کے ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اسلام کا مطلب اللہ کی رضا پہ سر جھکا لینا اور اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ چونکہ انسان سے کمزوریوں اور خطاؤں کے سرزد ہونے کا احتمال ہمیشہ رہتا ہے لہٰذا قدم قدم پہ وہ اللہ تعالیٰ کے رحم اور مغفرت کا حاجت مند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات جو قرآن کریم اور احادیث میں مذکور ہیں اُن پہ عمل کرنا اللہ کی اطاعت میں آنے کا ہی نام ہے اور جو لوگ شب و روز ہر معاملہ میں کامل طور پہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل و کرم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ہر شخص کا اطاعت اختیار کرنے کا معیار مختلف ہوتا ہے اسی معیارِ اطاعت کی مناسبت سے ہر شخص الٰہی انعامات کا مورد بنتا ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کے تمام طریق اور تفاصیل کا اوّلین ماخذ و منبع اللہ تعالیٰ کا پاک کلام قرآنِ مجید ہے پھر پیغمبرِ اسلام کا نمونہ اور فرمودات جو سنت و حدیث کی شکل میں ہیں وہ سب اطاعت کا مجسم درس ہیں۔

اسلام میں اطاعت رضا کارانہ ہے اور اس کا محرک جذبۂ ایمانی اور محبتِ الٰہی ہے: دُنیوی معاملات میں اطاعت عموماً کسی کے ڈر، رعب یا کسی وقتی لالچ وغیرہ کی بنا پہ باعثِ مجبوری ہوا کرتی ہے۔ مگر اسلام میں اطاعت کا جو تصور ہے وہ یکسر مختلف ہے۔ اسلام میں اطاعت اگرچہ ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتی ہے مگر اس ضمن میں کسی قسم کے جبر روا رکھے جانے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ایمانیات اور عبادات کے ضمن میں عدم اطاعت کی صورت میں کسی بدنی سزا کا کوئی ادنیٰ سا تصور بھی اسلام میں نہیں ہے۔ ہاں البتہ مومنین کو خبردار کرنے اور یاد دہانی کرانے کی غرض سے اطاعت کی ضرورت، حکمت اور برکات سے ضرور آگاہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ "تو کہہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ پھر جائیں تو اس (رسول) پر صرف اس کی ذمہ داری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے اور تم پر اس کی ذمہ داری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف بات کو کھول کر پہنچا دینا ہے"۔ (النور۔۵۵) "جو رسول کی اطاعت کرے تو سمجھو کہ اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو لوگ پیٹھ پھیر گئے تو یاد رہے کہ ہم نے تجھے اُن پہ نگہبان بنا کر نہیں بھیجا" (النسآ۔۸۱)۔ اسلام کے شرعی قوانین جن سے روگردانی عدم اطاعت کے زمرے میں آتی ہے اُن کے نفاذ کے سلسلے میں باقاعدہ سزائیں قرآن کریم میں موجود ہیں اور اُن کا بنیادی تعلق معاشرتی اصلاح سے ہے۔ مثلاً قتل، اغوا، زنا، ڈاکہ، چوری، خیانت وغیرہ جرائم کی سزائیں۔ ایسے جرائم کیلئے دُنیا کا ہر ملک اور مذہب سزائیں تجویز کرتا ہے۔ جرائم پہ شریعت کی عائد کردہ سزاؤں پہ عمل درآمد کرانا عدالتوں اور حکومتوں کا کام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کے زُمرہ میں آتا ہے جو ظالموں کو سزا دینے جبکہ مظلوموں اور کمزوروں کی حفاظت اور دادرسی کی غرض سے ہے تا لوگ امن و امان کے ساتھ محفوظ زندگی گذار سکیں۔

اطاعت کا دائرہ کار اور برکت: نیکی اور اچھائی کی باتوں کے علاوہ روزمرہ کے معاملات میں بھی اطاعت لازم ہے لیکن اگر کوئی حاکم یا عہدہ دار کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو معصیت پہ مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے زُمرہ میں آتی ہے تو ایسی صورت میں اطاعت کرنی غیر واجب ہو جاتی ہے کیونکہ ایسی بات پہ عمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکلنے کے مترادف ہوگا۔ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا امام کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے خواہ وہ امر اس کیلئے پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ جب تک وہ امر معصیت نہ ہو لیکن جب امام کھلی معصیت کا حکم دے تو اس وقت اسکی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کی جائے۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی لا طاعۃ)۔ اطاعت کے نتیجہ میں روزمرّہ کے جملہ اُمور کے فیصلے قرآن و سُنت کی روشنی میں متفقہ طور پہ طے پاتے ہیں، ذاتی و انفرادی مفادات کی بجائے قومی اور اجتماعی مفادات کا خیال رکھا جاتا ہے اور صبر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتے ہوئے باہمی اتفاق و اتحاد سے طاقت و قوت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس عدم اطاعت کے نتیجہ میں سب طاقت و رعب جاتے رہتے ہیں اور مایوسی ہاتھ آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے رہا کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیا کرو (اگر ایسا کرو گے) تو دل چھوڑ بیٹھو گے اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی اور صبر کرتے رہو اللہ یقیناً صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے" (انفال۔۴۷)۔

اطاعت کا اجر: اطاعت کے اجر کا انحصار اطاعت کے محرک پہ ہوتا ہے۔ اطاعت کے محرکات مختلف ہوسکتے ہیں۔ اطاعت جبری ہوسکتی ہے جیسے ایک قیدی یا غلام اپنے مالک کی اطاعت پہ مجبور ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر کسی کی اطاعت کرتا ہے تو اُسکی اطاعت اپنی دلی رضا اور ذاتی خوشی کی بنا پہ بھی ہوسکتی ہے تا جس ہستی کی اطاعت کی جاتی ہے اُسکا مزید پیار اور رضا حاصل ہو یا پھر وہ شخص اس لئے اطاعت کرنے پہ مجبور ہوگا کہ عدم اطاعت کی صورت میں سزا کا خوف دامنگیر ہوگا۔ بعض صورتوں میں اطاعت کا محرک محض وقتی لالچ اور فائدہ کا حصول ہوا کرتا ہے۔ کسی ہستی کی اطاعت اُسکی محبت و عشق میں مست ہو کر طبعی جوش و جذبہ اور ذاتی خوشی سے کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاؑ کی جماعتوں میں شامل ہونے اور اُن جماعتوں کے نظام کی اطاعت کی صورت میں ہوتی ہے۔ جبری اطاعت کی مثال ایک کمزور بے بس قیدی یا غلام کی اپنے قہار و جبار مالک یا آقا کی اطاعت کرنے سے دی جاسکتی ہے جبکہ گدھے کو باپ بنانے کا محاورہ ذاتی مفاد اور لالچ کی خاطر اطاعت کرنے والی صورت حال پہ صادق آتا ہے۔ ایک طالب علم مجبوری لالچ اور خوف کی وجہ سے اپنے استاد کا مطیع و فرمانبردار بن سکتا ہے کہ اُستاد اُسے فیل نہ کرے اور یہ کہ اُسے اچھے نمبروں میں پاس کردے۔ لیکن اگر ایک دوسرا طالب

علم اپنے اُستاد کی دلی عزت واحترام اور محبت کے جذبہ کے تحت اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے تو بظاہر تو دونوں طالب علم اپنے اُستاد کے فرمانبردار ہیں مگر اُن میں واضح فرق ہوتا ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ یہ فرق نمایاں تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اُستاد نے کئی سالوں پہ محیط عرصہ میں زندگی کے مختلف ادوار میں شدید محنت سے حاصل کیا ہوا اپنا قیمتی علم شاگرد کو عطا کرنا ہوتا ہے۔ اُستاد جس کا علم اور تجربہ شاگرد سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے اُس کیلئے اپنے شاگرد کی اطاعت کے محرک کو سمجھنا چنداں مُشکل نہیں ہوتا اور وہ اپنے حقیقی اطاعت گذار طالب علم کو ہر ممکن طریق اور ذریعہ سے اپنے علم سے زیادہ سے زیادہ مستفیض کرنے کی سعی کرتا ہے۔ دوسری طرف بہ امرِ مجبوری اطاعت کرنے والا طالب علم عموماً اپنے اُستاد سے بمُشکل واجبی سا علم حاصل کرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ عمومی طور پہ جو شاگرد اپنے استاد کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کمزور ہوگا وہ اپنے استاد کی باتوں کو غور وفکر سے نہیں سُنے گا اور وہ علم حاصل کرنے میں بھی اُسی نسبت سے کمزور ہوگا۔ ایسا طالب علم اکثر صورتوں میں علم کے حصول کا سفر ادھورا چھوڑ جاتا ہے اور عموماً زندگی میں اعلیٰ کامیابی حاصل نہیں کر پاتا۔ کسی ادارے میں جب لوگ ملازمت پہ لئے جاتے ہیں تو عموماً اُنہیں ادارے کے سربراہ کی طرف سے اُن کی تعلیم، تجربے اور کام کی مناسبت سے تنخواہ ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ ایک شخص اگر ادارے کے جُملہ اُمور میں سربراہ کی ہدایات کی ہر ممکن اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے بھرپور محنت، لگن اور توجہ سے اپنے مفوضہ کام کو احسن طور پہ ادا کرے تو نہ صرف یہ کہ اُس کی تنخواہ بڑھتی جاتی ہے بلکہ وہ اس ادارے کا ایک اٹوٹ انگ بن جاتا ہے لیکن جو شخص ادارے کے سربراہ کی اطاعت کرنے میں سُست اور لاپرواہ ہو اُسے ملازمت سے فارغ کر دیا جاتا ہے بیشک وہ اعلیٰ قابلیت کا مالک اور محنت کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔

اطاعت کا بے مثال درس پنجوقتہ نماز: اطاعت وفرمانبرداری کا بہترین اظہار نمازِ باجماعت میں ہوتا ہے۔ نماز اطاعت وفرمانبرداری کا عملی درس دیتی ہے۔ نماز میں امام کی کامل پیروی میں سب نمازی ہر رکنِ نماز بجالاتے ہیں۔ پانچوں وقت کی ہر نماز، ہر نماز کی ہر رکعت اور ہر رکعت کا ہر رکن جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور باقی سب ارکان ہیں جو نمازی کو روزمرّہ اُمورِ حیات میں اطاعت وفرمانبرداری کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہ نماز ہے جو ارکانِ اسلام میں سے ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان اور کافر میں تمیز کرتی ہے اس طور نماز کو اس کی اصل روح کے ساتھ پڑھنے والے لوگوں پہ یہ عیاں ہوتا ہے کہ اطاعت مسلمان کی اور عدم اطاعت کافر کی پہچان ٹھہرتی ہے۔

تقویٰ اور اطاعت کا باہمی تعلق: مذہب اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس پہ عمل دُنیوی اور اُخروی فلاح کا ضامن ہے جو تقویٰ کے بجز ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اسلام کا اصل حاصل اور مغز تقویٰ ہے اگر یہ حاصل نہیں ہوا تو لاف وگزاف کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا کہ مسیحِ پاکؑ فرماتے ہیں۔ ہر ایک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے۔ اگر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہا ہے۔ (درثمین اُردو) جہاں تک تقویٰ کا تعلق ہے یہ اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ تقویٰ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے بنی نوع انسان کے حقیقی خادم بننے کے نتیجہ میں عطا ہوتا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ سے پہلے انبیاءؑ بھی تقویٰ اور اطاعت کی طرف بھرپور توجہ دلاتے رہے ہیں۔ قرآن کریم ان مضامین سے مزّین ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ بھی اپنی اپنی قوموں کو فاتقوا الله و اطیعون ۔ (پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو) کا درس دیتے رہے۔ (الشعرا۔۱۱۱، ۱۲۷۔۱۳۳۔۱۴۵۔۱۵۱۔۱۶۴۔۱۸۰)۔

ماموریِ زمانہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے: اسلام کی نشاۃِ اولیٰ کے دور میں مسلمانوں نے اپنے خالق ومالک مولا کریم کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے اُسوۂ رسول ﷺ پہ عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں بے مثال اور حیرت انگیز دینی اور دُنیوی ترقیات حاصل کیں وہ ایک ادنیٰ اشارہ پہ اپنا سب کچھ فدا کرنے پہ تیار بیٹھے ہوتے تھے اور اطاعت میں مسابقت کی انمٹ تاریخ رقم کر گئے۔ وقت گذرنے کے ساتھ اطاعت کا معیار کمزور پڑتا گیا اور اسلام بتدریج انتہائی کمزوری کی حالت کو پہنچ گیا۔ تب چودھویں صدی میں رسولِ کریم ﷺ کی پیش گوئیاں جو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کی گئی تھیں پوری ہوئیں اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کیلئے امام مہدی علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائے جن کا مشن انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جوئے کے نیچے لانا تھا۔ انہی پیش گوئیوں کے مطابق مسلمان علماءؑ کی اکثریت نے مخالفت میں بھرپور زور مارا اور لوگوں کو امام مہدی علیہ السلام سے دور رکھنے کی مذموم کوششوں میں سردھڑ کی بازی لگا دی۔ اِن علما نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے ابلیس کی خصلت اپنائی اور دوسروں کو اپنا ہمنوا بنانے اور ابلیس کے ٹولے میں شامل کرنے کی کوششیں کیں اور آج بھی انہی مذموم کوششوں میں اپنی جانیں ہلکان کر رہے ہیں۔ جبکہ نیک فطرت اور سعید روحیں مہدیٔ موعودؑ کی جماعت میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ اس خوش نصیب گروہ میں شامل لوگوں میں جس کا اطاعت کا معیار جتنا بلند ہوگا اُسی نسبت سے وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب اور مقبول بنتا جائے گا۔ اس مقدس قافلہ میں اطاعت کے ایسے بے مثال نمونے ملتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ جن کو سیدنا مہدیٔ موعودؑ کے اوّلین جانشین ہونے کا اعزاز ملا اُنکی زندگی اس پہلو سے ایک درخشاں مثال ہے وہ اطاعت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ "چاہیئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میّت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مُردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کیساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کیساتھ اور پھر دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں". (خطباتِ نور صفحہ ۱۳۱)۔

اطاعت کی اصل روح اور تقاضے: اِس زمانہ کے حَکم اور عدل سیدنا مسیح موعود علیہ السلام جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اُسکے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور آج سب دینی ودُنیاوی برکات اُنکی اطاعت سے وابستہ ہیں اطاعت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ "کیا اطاعت ایک سہل امر ہے؟ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں جس میں کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو بند کر لو اور دوسرا کُھلا رکھو" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۷۴)۔ "اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں یہ بھی ایک موت ہوتی ہے۔ جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے" (الحکم جلد ٦ ۔نمبر ۳۹ صفحہ ۱۰۔۱۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)۔ خدا کے

پیارے مسیح کی پیاری جماعت میں شامل ہونے کا یہ اوّلین تقاضا ہے کہ ہم اپنے اندر اطاعت کی وہ روح اور شان پیدا کریں جو اِس مقدس مسیحِ پاکؑ نے بیان کی ہے۔ اِس خوش قسمت جماعت میں مسیحِ موعودؑ کے جانشین خلفائے احمدیت کی اطاعت عین اُسی طرح واجب ہے جس طرح خود سیدنا مسیحِ موعودؑ کی اطاعت۔ ایٹم کا مرکز نیوکلیس ہوتا ہے جس کے گرد الیکٹران گردش کر رہے ہوتے ہیں اِسی طرح دینی نظام میں خلیفہ وقت کی مرکزی حیثیت ہے اور ہم سب کو اس مرکزی ذات کے ساتھ اپنا ذاتی کامل اطاعت کا تعلق قائم کرنا چاہیئے اور اُن کے ہر ارشاد کو جان و دل سے سُننا اور اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مسیحِ پاک کی اس جماعت کا ہر عہدہ دار خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہوتا ہے جسکی کی اطاعت خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے۔ لہٰذا اس خوش قسمت جماعت میں شامل ہونے والے ہر فرد کا بنیادی فرض بنتا ہے کہ وہ ہر عہدہ دار کی اطاعت کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنائے کیونکہ اِس اطاعت میں سب افرادِ جماعت کی روحانی بقا اور ترقی کا راز مضمر ہے۔

اطاعت اور عہدہ داران جماعت: نظامِ جماعت میں خلیفہ وقت کی حیثیت مرکزی ہے۔ جماعت بفضلِ تعالیٰ دُنیا کے تمام خطوں میں دن بدن وسعت حاصل کرتی جارہی ہے اب ہر فردِ جماعت کا ہمہ وقت کا قریبی جسمانی تعلق خلیفہ وقت سے ممکن نہیں ہے نظامِ جماعت میں عہدہ داروں کا نظام اس کمی کا ازالہ کرنے کی کوشش کا نام ہے اس طور عہدہ داروں کی اطاعت دراصل خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اس طور عہدہ داروں کی اطاعت اور اُن کے احترام میں سُستی معمولی چیز نہیں لہٰذا اس پہلو سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والی بات ہوگی کیونکہ عہدہ داران براہِ راست خلیفہ وقت کے نمائندے ہیں۔ عہدہ دار باقی سب لوگوں کی طرح عام انسان ہیں اور جس طرح باقی لوگوں سے بعض غلطیاں ہو جاتی ہیں اِسی طرح عہدہ داروں سے بھی ہوسکتی ہیں اگر کوئی شخص یہ سمجھنا شروع کردے کہ عہدہ دار کمزوریوں اور غلطیوں سے مبرا ہونے چاہئیں تو وہ ایک بنیادی غلطی کا شکار ہے۔ عہدہ داروں سے بھی دیگر افرادِ جماعت کی طرح بحیثیت انسان کمزوریاں اور لغزشیں ہوسکتی ہیں۔ اب بعض لوگ کسی وجہ سے ایک عہدہ دار کو پسند نہ کرتے ہوں تو عہدہ دار کی معمولی سی غلطی اُن کو بہت بڑی نظر آتی ہے جبکہ اچھائی کی خاصی بڑی بات بھی اُن کو معمولی اور چھوٹی نظر آتی ہے لیکن اگر وہ کسی عہدہ دار کو پسند کرتے ہوں تو اُس عہدہ دار کی ہر چھوٹی سے اچھی بات اُن کو بہت بڑی نظر آتی ہے جبکہ بُری بات اگر چہ خاصی بڑی بھی ہو مگر اُن کو بہت چھوٹی اور معمولی نظر آتی ہے یہ طرزِ عمل ہر دو صورتوں میں درست نہیں ہے۔ بعض عہدہ دار اپنے اور بعض مخصوص افراد کے علاوہ دیگر خدمت کرنے والے افراد کو جماعتی کام کرنے کے مواقع سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مبادا اکل کلاں کو دوسرے افراد ان کی جگہ نہ لے لیں۔ یہ ایک بیمار ذہنیت کی علامت ہوتی ہے اور ایسے افراد کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا۔ روز مرّہ کے تمام اُمور میں عام طور پہ اور جماعتی اُمور میں خاص طور پہ تمام افرادِ جماعت بشمول عہدہ دارانِ جماعت کے سب کو ذاتیات اور انفرادی پسند ناپسند سے بالاتر ہو کر وسیع تر اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر سوچنا چاہیئے۔ نظامِ جماعت کی اطاعت دراصل اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کی ذیل میں آتا ہے لہٰذا عہدہ داروں کی اطاعت کے سلسلہ میں سمعنا و اطعنا یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی کا سنہری مومنانہ اصول (البقرہ۔۲۸۶) اپنانا چاہیئے۔ اطاعت میں کمزوری یا عدمِ اطاعت کے اسباب پہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک اہم وجہ تکبر ہے جو ایک شیطانی خصلت ہے۔ (البقرہ۔۳۵)۔ تکبر اپنی ذات کی بڑائی کے زعم میں مبتلا ہونے کے علاوہ جس کی اطاعت کرنی ہو اُس کے متعلق منفی خیالات کی وجہ سے بھی جنم لیتی ہے ایسے خیالات علم، مال و دولت، ذات پات، شہریت (نیشنیلٹی) وغیرہ کی فضولیات کے ذہن میں ہونے کیوجہ سے جنم لے سکتے ہیں۔ اسلام ایسی سب لغویات کی بیخ کنی کرتا ہے اور سرِ تسلیم خم کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے مؤثر فصیح و بلیغ انداز میں ہمیں وعظ فرمایا جس سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور دل ڈر گئے۔ حاظرین میں سے ایک نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے آپ کی نصیحت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہو۔ (ترمذی کتاب العلم، باب الاخذ بالسنۃ)۔ بعض لوگ فطرتاً اطاعت کے پیکر، مؤدب اور ادنیٰ اشارہ پہ سرِ تسلیم خم کرنے والے ہوتے ہیں اور عموماً اپنی کوئی رائے ہی نہیں رکھتے اور دوسروں پہ انحصار کرنے اور دوسروں کی اطاعت کرنے کی پالیسی پہ گامزن رہتے ہیں جبکہ بعض فطرتاً آزاد منش ہوتے ہیں اور اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں وہ نقصان اور تکلیف بخوشی برداشت کرلیں گے مگر اپنے خودساختہ اُصولوں کے خلاف کسی کی اطاعت پہ تیار نہیں ہوں گے۔ یہ دو انتہائیں ہیں اور اسلام ان کے بین بین رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جب کہیں عہدہ داروں سے اختلاف ہو تو مناسب ذرائع (proper channel) سے اور احسن طریق پہ اس اختلاف کا اظہار صرف متعلقہ افراد سے کیا جانا چاہیئے اور خواہ مخواہ غیر متعلق لوگوں سے ایسی باتوں کا ذکر قطعاً نہیں ہونا چاہیئے۔ عہدہ داران کا بھی فرض ہے کہ وہ طبائع میں موجود اختلاف کے باوجود ہر ایک سے یکساں طور پہ اطاعت کی توقع نہ رکھا کریں بلکہ پیار و حکمت سے معاملات کو حل کرنے کی کوشش کیا کریں۔

عہدہ داران کے اخلاق کا افرادِ جماعت کے معیارِ اطاعت پر اثر:

جماعت کے بعض عہدے دار اطاعت کے ضمن میں بات کرتے ہوئے اُن بے مثال نمونوں کا ذکر کرتے ہیں جو اسلام کی نشاۃِ اولیٰ کے دور میں رسولِ کریم ﷺ کے صحابہ کیطرف سے اطاعت کے ضمن میں آنکھ کے اشارہ پہ جان و دل نچھاور کرنے کی تاریخ رقم ہوئی یا پھر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے دور میں مسیحِ پاکؑ کے صحابہ کے بے مثال نمونوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اطاعت کے اِن بے مثال نمونوں کے ضمن میں ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے کہ اُن اطاعت کرنیوالوں نے بلا کسی تحریک و تلقین کے اطاعت کے یہ بے مثال نمونے دکھائے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُن کی اطاعت کا اصل محرک بے پناہ محبت کا وہ نا قابلِ بیان جوش و جذبہ تھا جو اُن کے مطاع کی شخصیت اور کردار کی وجہ سے اُن کے دل و دماغ میں موجزن تھا وہ جس ہستی کی اطاعت میں کھوئے گئے اور آنے والی نسلوں کیلئے نمونے یادگار چھوڑے اُس ہستی کو اُن سے اس قدر ہمدردی اور محبت تھی کہ کسی دُنیوی پیمانہ سے اُس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے وہ ہستی اُن سے حقیقی اولاد سے بڑھ کر پیار کرتی اور روزمرّہ مسائل میں اُن کیلئے سب سے اوّلین اور سب سے بھرپور مدد اور راہنمائی کا منبع ہستی تھی وہ اُن کی پریشانیوں پہ خود اُن سے زیادہ پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہونے والی ہستی تھی۔ اس بے مثال محبت اور رحمت کے سلوک کے نتیجہ میں وہ لوگ اپنی مطاع اور محبوب ہستی کی محبت میں اس قدر کھوئے گئے کہ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور دیگر عزیزوں کی محبتوں پر اُن کی محبت غالب آگئی اور اس لازوال محبت و عشق کے جذبہ کے تحت وہ اطاعت کے انمٹ نقوش رقم کر گئے۔ عہدہ دارانِ جماعت کو چاہیئے کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کی درخشاں مثالوں کے اس پہلو پہ بھی غور کیا کریں اور کوشش کریں کہ وہ احبابِ جماعت کے اوّلین مونس و غمگسار اور ہمہ تن ہر پہلو سے اُن کی فلاح و بہبود کے متلاشی ہوں۔ روزمرہ کے بظاہر معمولی کاموں میں اگر افرادِ جماعت کی مدد کی جائے تو وہ جذبہ احسان کے تحت اطاعت میں کمال دکھاتے ہیں۔ مثلاً ملازمت کے حصول میں مدد اور راہنمائی، ڈرائیونگ لائینس یا کسی اور دستاویز (ڈاکومنٹ) کے حصول میں مدد، بوقتِ ضرورت کہیں آنے جانے میں سواری (رائڈ) فراہم کر دینا، یا ممکنہ وقتی مالی مدد وغیرہ۔ الغرض ہر کسی کی پہنچ میں ہونا یعنی ہر چھوٹی بڑی بات پوری توجہ سے سننا اور دلی ہمدردی اور خلوص سے ایک خادمانہ طرزِ عمل پیش کرنا۔ رسولِ کریم ﷺ کی تمام زندگی ایسے واقعات سے عبارت ہے آپ ہر کسی کی بات کمال پیار سے سنا کرتے تھے یہاں تک کہ بعض دفعہ کئی فاتر العقل لوگ آپ کو بازو سے پکڑ کر لے جایا کرتے اور جب اُن کا دل بھرتا اور وہ چھوڑتے تو آپ اُن سے رخصت ہوتے۔ ہمارے اس زمانہ میں سیدنا مہدیٔ موعودؑ نے اسی طرح کا حسین نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ آپ اس تعلق میں فرماتے ہیں۔ "مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمتِ خلق است ہمیں کارم ہمیں بارم، ہمیں رسم، ہمیں راہم"۔ (درثمین فارسی) کہ خدمت، خلق ہی میرا کام، میری ذمہ داری، میری رسم، میری راہ ہے۔ الغرض عہدہ دار حضرات افرادِ جماعت کے مسائل اور تکالیف کا درد اپنے ذاتی مسائل و تکالیف جیسا محسوس کیا کریں تو عہدہ داروں کو بفضلِ تعالیٰ افرادِ جماعت کیطرف سے اطاعت کے قابلِ رشک اور بے مثال نمونے ملیں گے۔ مثالی عہدہ دار وہ ہوتے ہیں جو افرادِ جماعت سے ایک ذاتی نوعیت کا بے تکلفانہ محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کی افراد جماعت کی طبائع کے امتزاج پہ نظر ہوتی ہے اور ہر فردِ جماعت کے ذاتی حالات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ افرادِ جماعت کی جماعتی قربانیوں کی قدر مقدار کی بجائے معیار کی بنا پہ کرتے ہیں۔ اگر کبھی کسی فردِ جماعت سے کسی کام میں لغزش یا سُستی ہو جائے تو وہ پیار و حکمت کیساتھ سمجھاتے ہیں اور ہر ممکن چشم پوشی سے کام لیتے ہیں کیونکہ عدم اطاعت کی تشہیر مزید لوگوں کو عدم اطاعت کی طرف مائل کر سکتی ہے۔ وہ ہر اہم معاملہ میں کسی حتمی نتیجہ پہ پہنچنے اور فیصلہ کرنے سے قبل احبابِ جماعت سے لازماً مشورہ کر لیا کرتے ہیں۔ بظاہر مشورہ دینے اور اطاعت کرنے کا جوڑ نظر نہیں آتا کیونکہ اطاعت کرنیوالا مشورہ نہیں دیا کرتا لیکن دراصل حقیقی اطاعت جو طبعی جذبۂ فدایت کے تحت ہوتی ہے اُس کا معیار بلند کرنے کیلئے مشورہ لیا جانا ضروری ہے قبل اس کے کہ دوسری طرف سے شکوہ پیدا ہو کہ اُن سے مشورہ نہیں کیا گیا اور اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مشورہ لینے کو عمومی طرزِ عمل کے طور پہ اپنایا جائے اور ہر صائب مشورہ کو تشکر کے جذبات کیساتھ قبول کیا جائے قطع نظر اسکے کہ وہ مشورہ عہدہ دار کی ذاتی رائے اور پسند کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (ترمذی کتاب الجہاد، باب ماجاءٔ فی المشورۃ)۔

اولاد کی تربیت میں اطاعت نظامِ جماعت کا کلیدی کردار: موجودہ دور میں جب ہمارے اردگرد الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے علاوہ بچوں کے تعلیمی اداروں کا ماحول بھی بُری طرح سے زہر آلود ہے اور نا قابلِ بیان حد تک خطرناک ہو چکا ہے تو ایسے میں بچوں کو ماحول کی آلودگی کے گندے اثرات سے بچانا اور اُن کی ایسی تربیت کرنا کہ وہ صالح اور متقی انسان بن جائیں والدین کیلئے بہت بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ ایسے میں کہیں کوئی اُمید اور روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو وہ صرف پیارے مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت کا نظام ہے۔ اگر بچے اس نظام سے بھرپور استفادہ کر رہے ہوں اور ہر جماعتی پروگرام میں باقاعدہ شرکت کرتے ہوں تو وہ ماحول کے ضرر رساں اثرات سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ بعض افراد جماعت اور اُن کے بچے ماحول کی آلودگیوں سے پوری طرح محفوظ نہیں ہیں اور خصوصاً اُن کے بچے ماحول سے دن بدن متاثر ہو کر نظامِ جماعت سے دور ہٹتے جا رہے ہیں۔ اس افسوسناک صورتِ حال پہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسے لوگ خود اور پھر خصوصاً اُن کے بچے نظامِ جماعت کی اطاعت و فرمانبرداری میں سُست اور لاپرواہ ہیں۔ اس ضمن میں اہم بات بچوں کیلئے اپنے عمل سے نظامِ جماعت اور عہدہ دارانِ جماعت کی اطاعت اور محبت کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ ایک اور انتہائی اہم بات جو اگلی نسل کیلئے ایک زہر قاتل ہے جو اُنکو اطاعت گذار بننے سے نہ صرف روکتی ہے بلکہ عہدہ دارانِ جماعت کے خلاف باغیانہ اور نفرت آمیز روش پیدا کرتی ہے وہ گھر میں بچوں کی موجودگی میں عہدہ دارانِ جماعت کے خلاف باتیں کرنا ہے یہ ایک بہت گھناؤنے جرم کا ارتکاب ہے اور بچوں کو نظامِ جماعت سے کاٹ کر دور کرنے اور ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔ بچوں کے معصوم ذہن اس گندی حرکت کی وجہ سے عہدہ داران جماعت کے خلاف نفرت سے بُری طرح سے بھر جاتے ہیں اور بچے ایسی صورتوں میں ضائع ہو جاتے ہیں لہٰذا اس خطرناک غلیظ اور گھٹیا حرکت سے ہر فردِ جماعت کو مکمل طور پہ اجتناب برتنا چاہیئے۔ نظامِ جماعت کی اطاعت و فرمانبرداری کا مفہوم یہ ہے کہ عہدہ دارانِ جماعت کی راہنمائی میں تمام جملہ جماعتی اُمور سرانجام دئے جائیں اور ہر جہت سے اطاعت کی جائے کیونکہ نظامِ جماعت عہدہ دارانِ جماعت کی ہدایات ہی کا نام ہے۔ تمام افرادِ جماعت کو اخلاص اور قومی درد کے جذبہ کیساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر جماعتی خدمات بجالانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ مولا کریم و قادر سب عہدہ دارانِ جماعت اور احبابِ جماعت کو نظام جماعت کی اطاعت کی اصل روح کو سمجھ کر عاجزی انکساری کیساتھ جماعت کے کامل اطاعت گذار بن کر مقبول خدماتِ دینیہ بجالاتے رہنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

کیاحضرت عیسیٰؑ نبی اکرم ﷺ کے امّتی ہوسکتے ہیں؟

----﴿انصر رضا۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا﴾-------

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے عقیدہ کی تحقیق کرتے ہوئے جہاں دیگر سوالات پیدا ہوتے ہیں وہاں ایک پیچیدہ سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ غیر احمدی علماء کے نزدیک نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں جن کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو خود ایک نبی ہیں آنحضرت ﷺ کے بعد کیسے آسکتے ہیں۔ یہ سوال پچھلے زمانوں میں بھی اٹھایا گیا جس کا ذکر علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الحاوی للفتاوی ص۱۶۶ج ۲" اور امام حافظ زین الدین محمد بن ابوبکر رازی حنفی نے اپنی کتاب "مسائل الرازی و اجوبتھا ص ۲۸۲" میں کیا۔ اس الجھن کو یہ کہہ کر سلجھانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت نزول نبی نہیں بلکہ ایک امتی کی حیثیت میں ہونگے اور امت محمدیہ کے ایک عام فرد کی طرح شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے۔

جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی اکرم ﷺ کا امّتی بننے کا تعلق ہے تو یہ توجیہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ امّتی ہمیشہ امت کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس کا فرد بن سکتا ہے اس سے پہلے نہیں۔ جسطرح پنجابی میں کہتے ہیں کہ "ماں جمی نہیں تے پُت کوٹھے تے"۔ یعنی ماں کے پیدا ہونے سے بھی پہلے بیٹا چھت پر جا پہنچا۔ جس طرح یہ ناممکن ہے کہ ماں پیدا نہ ہوئی ہو اور بیٹا پہلے دنیا میں آجائے، اسی طرح کسی امت کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کسی کا اس امت کا امّتی بننا محال ہے۔ قرآن کریم کے مطابق امت کتاب کے نزول سے معرض وجود میں آتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے ظاہر ہے بنی اسرائیل میں بے شمار نبی مبعوث ہوئے جو تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ چونکہ ان انبیاء کے ساتھ کوئی نئی کتاب نازل نہیں ہوئی اس لئے ان سب کی امت بنی اسرائیل یعنی موسوی امت ہی رہی جو کہ تورات کے نازل ہونے سے بنی تھی۔

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ (المائدہ ۵:۴۵)

یقیناً ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی۔ اس سے انبیاء جنہوں نے اپنے آپ کو (کلیۃً اللہ کے) فرمانبردار بنا دیا تھا یہود کیلئے فیصلہ کرتے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ۔۔ یہودی یا عیسائی؟

یہ اصول مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے بھی واضح ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے ایک جھگڑے کا فیصلہ فرمایا۔

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوْرَىٰةُ وَٱلْإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعْدِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (آل عمران ۳:۶۶)

اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل نہیں اتاری گئیں مگر اس کے بعد۔ پس کیا تم عقل نہیں کرتے؟

یہود و نصاریٰ کا جھگڑا یہ تھا کہ یہود کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے جبکہ عیسائی کہتے ہیں کہ وہ عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودی امت تورات کے نازل ہونے سے معرض وجود میں آئی اور مسیحی امت انجیل کے نازل ہونے سے بنی۔ جبکہ حضرت ابراہیمؑ ان دونوں کتابوں کے نزول سے پہلے پیدا ہو کر فوت بھی ہو چکے تھے۔ اس لئے عقلی طور پر وہ ان دونوں امتوں کے فرد نہیں کہلائے جاسکتے۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے امّتی

حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کے امّتی تو نہیں کہلائے جاسکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت نوحؑ کے گروہ میں شامل قرار دیا جو ان سے پہلے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِۦ لَإِبْرَٰهِيمَ ☆ (الصّٰفّٰت ۳۷:۸۴) اور یقیناً اسی کے گروہ میں سے ابراہیم بھی تھا۔

حضرت موسیٰؑ کی خواہش

اس قرآنی اصول کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب " الخصائص الکبریٰ " جلد ۱ صفحہ ۱۲ پر درج کیا ہے۔ مشہور دیوبندی عالم مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی اپنی کتاب " النشر الطیب فی ذکر النبی

الحبیبؐ ‘‘میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

’’ابونعیم نے ’’حلیہ‘‘ میں حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملے کہ وہ احمد مجتبیٰ کا منکر ہے تو میں اسے جہنم میں داخل کرونگا۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب! احمد کون ہیں؟ فرمایا:۔’’میں نے کسی مخلوق کو ان سے بڑھ کر مکرم نہیں بنایا۔اور میں نے ان کا نام تخلیق زمین وآسمان سے پہلے عرش پر لکھا۔بلاشبہ میری تمام مخلوق پر جنت حرام ہے جب تک وہ ان کی امت میں داخل نہ ہو۔‘‘ موسیٰؑ نے کہا ان کی امت کیسی ہے؟ فرمایا وہ بہت زیادہ حمد کرنے والی امت ہے جو چڑھتے اور اترتے ہر حال میں خدا کی حمد کرنے والی ہے۔وہ اپنی کمریں باندھیں گے اور اعضاء کو پاک کریں گے۔وہ دن میں روزہ دار اور شب میں ذکر واذکار اور عبادت گزار ہونگے۔ان کے قلیل عمل کو قبول کروں گا اور لا الہ الا اللہ کی شہادت پر ان کو جنت میں داخل کروں گا۔عرض کیا اس امت کا نبی مجھے بنادے! فرمایا اس امت کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔عرض کیا مجھے اس امت کا نبی بنادے! فرمایا تمہارا زمانہ پہلے ہے اور ان کا زمانہ آخر میں، لیکن بہت جلد میں تم کو اور ان کو دارالجلال میں جمع کردونگا۔‘‘

نتیجہ

قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے مندرجہ بالا اصولوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر کسی نبی کے امتی ہوسکتے تھے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوسکتے تھے جو ان سے پہلے بطور نبی مبعوث ہوئے تھے لیکن وہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نبی یا فرد اس لئے نہیں بن سکتے کیونکہ یہ امت قرآن کریم کے نزول سے معرض وجود میں آئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول قرآن سے پہلے ظاہر ہو چکے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کا زمانہ بھی امت محمدیہ سے پہلے کا ہے۔چنانچہ جو روک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس امت کا نبی یا فرد بننے میں ہے بعینہٖ وہی روک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ احادیث میں جس ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے وہ اسی امت میں پیدا ہونے والا ایک فرد ہے نہ کہ باہر سے آنے والا کوئی اور شخص۔وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

سیدنا بلالؓ فنڈ

احمدیت کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کرنے والے شہداء کے خاندانوں کی کفالت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۴/مارچ ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں ایک فنڈ کا اعلان فرمایا۔اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ میں جماعت کو یہ بھی تسلی دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں کوئی بھی خدا کی راہ میں مارا جانے والا ہرگز یہ وہم لے کر یہاں سے رخصت نہیں ہوتا کہ میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا۔جماعت احمدیہ میں ایسے لوگوں کے بچے یتیم نہیں ہوا کرتے۔یہ ایک زندہ جماعت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ جماعت اپنے قربانی کرنے والوں کے اہل و عیال کو اور ان کے حقوق کو بھول جائے۔ایسی جماعتوں کی زندگی کی ضمانت اس بات میں ہے کہ ان کے قربانی کرنے والوں کو اپنے پسماندگان کے متعلق کوئی فکر نہ رہے۔

اس فنڈ کی عظمت اور اس کی اہمیت کے بارہ میں حضور نے فرمایا کہ یہ ہرگز صدقہ کی تحریک نہیں بلکہ جو شخص اس میں حصہ لے گا وہ اسے اعزاز سمجھے گا اور خیال کرے گا کہ مجھے جتنی خدمت کرنی چاہیئے تھی اتنی نہیں کی بلکہ بہت ہی معمولی خدمت کی توفیق پائی ہے۔

اس تحریک میں حصہ لینے والوں کو نصائح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ پوری طرح شرح صدر اور محبت کے جذبہ سے جو دینا چاہتا ہے وہ دے۔ادنیٰ سا تر ڈد یا بوجھ ہو تو وہ ہرگز نہ دے۔یہ ایک خاص نوعیت کی تحریک ہے، جس میں بشاشت طبع ہی ضروری نہیں بلکہ طبیعت کا دباؤ ضروری ہے۔دل سے بے قرار تمنا اُٹھ رہی ہو، یہ خواہش پیدا ہو رہی ہو کہ میں اس میں شامل ہوں۔آج ایک آنہ بھی جس کو توفیق ہو وہ بھی عظیم دولت ہے، وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔

اس اعلان کے ایک روز بعد یعنی ۱۵/مارچ ۱۹۸۶ء کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کو ’’سیدنا بلالؓ فنڈ‘‘ کا نام عطا فرمایا۔

اس فنڈ میں چندہ کی ادائیگی کرنے والے احباب کے ناموں کی فہرست ہر ماہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

مکرم احمد منیب

وہ تلوار کون سی تھی.....؟

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

مغرب میں آجکل اسلام، قرآن اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر رکیک حملوں کا مذموم سلسلہ ایک تواتر کیساتھ جاری ہے۔ چنانچہ ڈنمارک اخبار کے توہین آمیز کارٹون اور پوپ کے قابلِ اعتراض ریمارکس وغیرہ کے بعداب تازہ حملہ ہالینڈ کے ایک سیاستدان گریٹ وائلڈر کا ہے جس نے مسلمانوں کو کہا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) قرآنِ کریم کا آدھا حصہ پھاڑ کر پھینک دیں۔ ان تمام حملوں میں سرِفہرست یہ بہتان ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا جانیوالا خونی اور متشدد مذہب ہے۔ اِس الزام کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام پر مذکورہ گھناؤنے بہتان کا جواز فراہم کرنے میں خود بعض عالمانِ دین شرح متین کی وہ مجہول تاویلات وتحریرات بھی کارفرما دکھائی دیتی ہیں جن میں اشاعتِ اسلام کو تلوار کا شاخسانہ قرار دیا گیا ہے۔

بفضلِ اللہ تعالیٰ خادمِ اسلام، خادمِ قرآن وخادمِ انسانیت عالمگیر جماعت احمدیہ نے امن وسلامتی کے ضامن دینِ ہدیٰ اور رحمت العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اِس بے بنیاد جھوٹے الزام کو دلائل وتاریخی شواہد کیساتھ ہمیشہ باطل ثابت کیا ہے جسے ہر سلیم الطبع انسان بھی تسلیم کرنے لگا ہے۔

ذیل میں مکرم احمد منیب صاحب کا آرٹیکل اسی مساعی کی ایک کڑی ہے جو امید ہے قارئین نحن انصاراللہ کیلئے بالعموم اور داعیانِ الی اللہ کیلئے بالخصوص انکی معلومات میں مزید اضافے کا موجب ہوگا۔

وہ کونسی تلوار تھی؟ جو بلالؓ حبشی کو سخت اذیت کے باوجود کلمۂ حق کہنے سے نہ روک سکی

گزشتہ دنوں چند اہم شخصیات سے ملاقات کرنے اور تاریخ پاکستان کے حوالے سے ان کی فکر انگیز باتیں سننے کا اتفاق ہوا۔ موضوع گفتگو اسلام پاکستان اور اس کے پس منظر میں، تحریک پاکستان میں چند ایسے بزرگوں کا کردار تھا جنہوں نے تشکیل پاکستان کے فوراً بعد ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کیلئے سیاسی میدان میں کوشش و جستجو کا آغاز کر دیا تھا۔ دوران گفتگو معلوم ہوا کہ ان چند بزرگان سیاست نے نہ صرف پاکستان کی کھل کر مخالفت کی بلکہ تحریک پاکستان کی قیادت کو بھی جی بھر کر لتاڑا۔ ان کی گفتگو سن کر بندہ گہرے استغراق میں کھو گیا۔ مخالفین کی ہرزہ سرائی تو اپنی جگہ کوئی معنی رکھتی تھی لیکن اپنوں کی دریدہ دہنی راقم کیلئے سخت تعجب کا باعث بنی۔ ایک بزرگ جن کا بعدازاں ملکی سیاست میں اہم کردار رہا نے تو پاکستان کو "پلیدستان" قرار دے دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ ہم پاکستان کی "پ" بھی نہیں بننے دیں گے۔ ایک دوسرے بزرگ نے کہا کہ یہ "کچھ کتا" کیا پاکستان بنائے گا جو کم از کم میرے لئے انکشاف ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے قیام پاکستان کے فوراً بعد خود کو تحریک پاکستان کا ہیرو منوانے کی سعی شروع کردی اور اپنی تمام تر وفاداریاں تحریک پاکستان اور اس کی قیادت کے ساتھ باور کروانے لگے۔ یہ بزرگان مذہب وسیاست وہ تھے جنہوں نے ملکی سیاست ہی نہیں مذہب اور تاریخ اسلام کے ضمن میں بھی گراں بہا کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ایسی ایسی مجہول تاویلات پیش کیں جن کی بنیاد پر مستشرقین اسلام، تاریخ اسلام اور شارح اسلام پر اعتراضات کی بھرمار کرسکتے ہیں۔ انہوں نے روحانی ارتقاء کو زور تلوار کا شاخسانہ قرار دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کی جانے والی دفاعی جنگوں کو بھی محض مذہب کو پھیلانے کیلئے جارحانہ اقدام قرار دیا۔ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور صلعم کے وصال کے بعد سوال کیا گیا کہ "آپ صلعم کے اخلاق کریمہ وفاضلہ پر روشنی ڈالئے" تو آپ نے فرمایا: "آپؐ کے اخلاق حسنہ تو قرآن کریم ہیں" اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرآن حکیم میں واضح ارشاد بھی موجود ہے کہ "رسول اللہؐ کی ذات تمہارے لئے نمونہ ہے" جب رسول اللہؐ کی ذات ہمارے لئے نمونہ ہو اور یہ نمونہ قرآن کے عین مطابق ہو تو پھر یہ کس طرح سوچ لیا جائے کہ وہ سراپا قرآن، قرآنی تعلیمات کے منافی عمل کریں گے۔ (معاذ اللہ) جبکہ قرآن علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ "دین میں جبر مت کرو کہ ہدایت اور گمراہی میں واضح فرق موجود ہے" یہ بھی آفاقی کلیہ ہے کہ مذہب انقلاب قلب کا نام ہے۔ مگر تمام باتوں سے واقفیت کے باوجود یہ حضرات اپنی تحریروں میں ایسی گنجائش چھوڑتے نظر آتے ہیں کہ (العیاذ باللہ)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی اپنی تصنیف "الجہاد فی الاسلام" میں رقم طراز ہیں کہ "رسول اللہؐ ۱۳ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، وعظ و تلقین کا جو موثر سے موثر انداز ہو سکتا تھا اسے اختیار کیا، مضبوط دلائل دیئے، واضح حجتیں پیش کیں، فصاحت و بلاغت اور زور خطابت سے دلوں کو گرمایا۔ محیر العقول معجزے دکھائے، اپنے اخلاق اور پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو حق کے اظہار و اثبات کیلئے مفید ہو سکتا تھا۔ لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپؐ کی صداقت کے روشن ہو جانے کے

اوائل تاریخ اسلام میں جس قدر بھی جنگیں لڑی گئیں وہ جارحانہ نہیں مدافعانہ تھیں

باجود آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد داعیٔ اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا۔ طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے۔ روحوں کی کثافتیں دور ہوگئیں اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پردہ ہٹ کر نور صاف عیاں ہوگیا بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہیں رہی جو ظہورِ حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔"

"عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہوگئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اس کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کردیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے۔"

وہ کونسی تلوار تھی جس نے طلحہؓ کو اتنا حوصلہ دیا کہ وہ اُحد کے میدان میں رسولِ خدا کی طرف آنے والے تیروں کو اپنی ہتھیلیوں پر روکتے رہے؟

یہ وہ بیان ہے جو ہادیٔ برحق کے ماننے والے نے رقم کیا مگر شاید اس وقت ان کے ذہن میں وہ واقعہ نہیں تھا جب طائف کی وادی میں پتھروں سے لہولہان رحمۃ اللعالمینؐ خدائے ذوالجلال سے ان الفاظ میں متکلم تھے۔ "اے اللہ ان کو ہدایت دے، میری قوم کے لوگ نہیں جانتے۔ یہ اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا ان کی اولادیں مسلمان ہو جائیں گی۔" شاید یہ تصنیف لکھتے وقت ان کے ذہن میں بنو ثقیف کا واقعہ بھی نہ تھا جب ایک صحابی نے کہا یارسول اللہؐ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔ تو فرمایا: "اے اللہ ثقیف والوں کو ہدایت دیجئے۔" حضرت حمزہؓ شیر خدا کا کلیجہ چبانے والی ہندہ کو معاف فرما دینے والا رؤف و رحیم پیغمبر کس طرح اسلام پھیلانے کیلئے مخلوق خدا کا خون بہا سکتا تھا۔ وہ رسول خدا جو سر پر کوڑا کرکٹ پھینکنے والی بڑھیا کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔ حالت سجدہ میں کمر پر رکھنے والے اور گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچنے والے کو معاف فرمایا اور انعام دیتا ہوا وادی بطحا کا نبی کس طرح ہاتھ میں تلوار اٹھا کر دھرتی کو لہو سے رنگ سکتا تھا۔ کامل انسان جس نے فتح مکہ کے دن عفو عام کا اعلان کرکے اپنے لقب کو چار چاند لگا دیئے۔ اس کے ۳۱۳ نفوس پر مشتمل نہتوں کا لشکر انہیں نظر آیا مگر ان کے مقابل ۱۰۰۰ کیل کانٹوں سے لیس لڑاکوں کا لشکر انہیں کہیں نظر نہیں آیا۔ وہ نبی رحمت۔

محبت کا مسافر ہر نگر میں
محبت بانٹتا ہی جا رہا ہے
بلاؤ اس شفیقِ خُلق کو پھر
کوئی پھر راستے میں گر گیا ہے
میں اپنے زخم لے کر چل رہا ہوں
وہ مرہم لے کر رستے میں کھڑا ہے
لباسِ آدمیت ہے پارہ پارہ
تیرے نازک سے ہاتھوں نے سیا ہے

راقم اس سرفروش اسلام، مورخ، محقق اور فقیہ سے استفسار کرنا چاہتا ہے کہ وہ کون سی تلوار تھی جس کی بدولت ساری قوم قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے صادق اور امین کہنے پر مجبور ہوئی تھی؟ وہ کون سی تلوار تھی جس سے ابوبکر صدیقؓ کا دل پسیجا، وہ کون سی تلوار تھی جس نے مکہ کی مالدار ترین خاتون کو ان سے نکاح پر مجبور کردیا۔ وہ کون سی تلوار تھی جس نے عمرؓ کی دشمن تلوار کو کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ کون سی تلوار تھی جس نے عثمانؓ کی تمام دولت مسلمانوں کیلئے وقف کردی۔ وہ کون سی تلوار تھی جس نے علیؓ کو شیر خدا بنایا؟ وہ کون سی تلوار تھی جس نے دل، ذہن اور انفاس بدل ڈالے۔

وہ کیسا شخص تھا جس نے انفاس بدل ڈالے
آساں نہیں مٹی کو گلزار بنا جانا

سوال یہ ہے کہ وہ کون سی تلوار تھی جس نے طلحہ کو اتنا حوصلہ دیا کہ احد کے میدان میں وہ رسول خدا کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے ہاتھوں پر روکتے رہے۔ وہ کون سی تلوار تھی جس نے سیدنا جنیدؓ کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جان دے دوں اور اس بات کو سخت ہزیمت جانوں گا کہ میں یہاں عیش سے رہوں اور مدینہ کی گلیوں میں محمد صلعم کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھ جائے۔

ابوجہلؓ کو ماریں کھانے پر کس تلوار نے مجبور کیا تھا؟ خبابؓ کو تکالیف برداشت کرنے پر کس نے اکسایا تھا، خاندان یاسر کو نوید جنت دینے والی کون سی تلوار تھی؟ ابوجہل سے کس تلوار نے مظلوم کا حق دلوایا تھا؟ نجاشی کو کس تلوار نے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا تھا؟ ابوسفیان کو ہرقل کے دربار میں سچ بولنے پر کون سی تلوار آمادہ کئے ہوئے تھی؟ قیصر، خسرو ایران کو کس تلوار نے کاٹ کر رکھ دیا تھا؟ یہ سچائی، مروت، محبت اور رحم کی تلوار نہ تھی تو اور کون سی تلوار تھی؟

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا وہ رخ ہے جو انہیں رحمۃ اللعالمین ماننے والے پیش کرتے ہیں جبکہ دوسرا رخ وہ ہے جو وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو مسلمان نہیں ہیں۔ ان کی نگاہ میں یہ سراپا خلق و محبت کیا تھے۔ اس کا اندازہ ان کی تحریروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک غیر مسلم شاعر کہتا ہے۔

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں ؟

ایک بیگانے غیر مسلم مقرر پنڈت دیانیندر اور شرما شاستری نے ۱۹۲۸ء میں رسول اللہؐ کی سیرت پر گورکھ پور میں ایک تقریر کی جس کے دو اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ واضح رہے کہ یہ دونوں ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

"اکثر متعصب مخالفین اسلام خصوصاً گمراہ کن پروپیگنڈا کرنے اور ملک میں آتش فتنہ و فساد بھڑکانے والے کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ صاحب مدینہ

جاکر طاقت و قوت حاصل کر کے اپنی اس بناوٹی تعلیم رحم و مروت کو باقی نہ رکھ سکے' بلکہ اپنی زندگی کے اہم مقصود (طلب دنیا' حکومت' مرتبہ' مال و دولت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صلہ رحمی اور حسن خلق اس بات کے خلاف ہے کہ وہ تبلیغ دین کیلئے تلوار استعمال کرتے

وغیرہ) کے حصول کیلئے بڑے زور کے ساتھ تلوار و قوت کا استعمال کیا۔ بلکہ ایک خونی پیغمبر بن کر دنیا میں تباہی و بربادی مچائی اور اپنے اس بناوٹی صبر و ضبط کے معیار سے گر گئے۔ لیکن یہ ان کوتاہ بین مخالفوں کی (جن کو خواہ مخواہ کا بغض اسلام اور مسلمانوں سے ہے) تنگ نظری اور بدبخت روپی اگیان کا پردہ جو ان کی نگاہوں پر پڑا ہوا ہے اور بجائے نور کے نار' حسن کے قبح' اچھائی کے برائی ہی تلاش کرتے رہتے ہیں اور ہر ایک خوبی کے اعلیٰ مرتبہ و تعلیم کو ایسی بری شکل و صورت میں پیش کرتے ہیں جس سے ان کی بدباطنی اور سیاہ قلبی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔"

(''دنیا کا ہادیٔ اعظم غیروں کی نظر میں'' صفحہ ۵۷)

پھر اسلام کی فیصلہ کن طاقت کے بارے میں اپنی تحقیق کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ:

"مخالفین اندھے ہیں ان کو نظر نہیں آتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار رحم اور مروت تھی۔ دوستی اور درگزر تھی۔ جو مخالفین پر پورے طور پر کارگر ہوتی اور ان کے قلب کو پاک و صاف کر کے مثل آئینہ بنا دیتی جس کی کاٹ اس مادی تلوار سے بڑی زبردست اور تیز ہوتی۔"

(دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں صفحہ ۶۱)

لاہور میں ہونے والے آریہ سماج کے ایک جلسہ میں پروفیسر رام دیو صاحب سابق پروفیسر گوروکل کانگڑی و ایڈیٹر ویدک میگزین نے ہمارے آقا و مولیٰ محمد عربیؐ پر "اپنوں" کی طرف سے لگائے جانے والے اس مکروہ الزام کو غلط قرار دیتے ہوئے اپنی تحقیق کا اظہار اس طرح کیا کہ:

"لیکن مدینہ میں بیٹھے ہوئے محمد صاحب (۔ ناقل) نے ان میں جادو کی بجلی بھر دی۔ وہ بجلی جو انسان کو دیوتا بنا دیتی ہے .... اور یہ غلط ہے کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو آج کوئی پھیلا کر دکھا دے۔"

(اخبار پرکاش بحوالہ "برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول" صفحہ ۴۴)

اس نوعیت کے بہت سے واقعات ہمیں غیروں کی تحریروں سے ملتے ہیں جو اپنوں کی تحریروں کو شرماتے ہیں۔ مجھے تو وہ بات سمجھ آئی ہے جو خواجہ حسن نظامی نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں پاکستانی عوام اور حکومت کو نصیحت کرتے ہوئے لکھی تھی اور جو اکتوبر ۱۹۵۰ء کے "منادی دہلی" میں صفحہ ۲۷ تا ۳۰ پر چھپی۔ کیونکہ جب میں نے اسے پڑھا تو شدید تکلیف میں مبتلا ہو گیا کہ یا اللہ! اسلام کی زندگی اور اشاعت اور بقاء کی ذمہ داری آپ پر تو ہے ہی لیکن اس دنیا میں تو اس کیلئے خیر امت آپ نے بنائی ہے اور پھر خیر امت میں سے بہترین لوگ یعنی علماء دین بھی موجود ہیں تو پھر انہوں نے مولوی کے خلاف کیوں لکھ ڈالا؟ بعد ازاں مطالعہ کثیرہ یہ بات سمجھ میں آئی کہ سچ ہی لکھا ہے خواجہ حسن نے کہ:

"اگرچہ بستر مرگ پر ہوں اور زندگی کی امید نہ مجھے رہی ہے نہ حکیموں' ڈاکٹروں کو ہے لیکن مسلمان ہوں اور مسلمان مرتے مرتے کام کیا کرتے ہیں اسلئے لکھتا ہوں کہ آنے والے الیکشن میں بھارت کے مسلمان ووٹروں میں نام تو لکھوائیں مگر ووٹ کسی مولوی کو نہ دیں بلکہ غیر مولوی کو دیں یا غیر مسلم کو دیں۔

میں نے پہلے رائے دی تھی کہ بھارت کے مسلمان' جمعیت علماء کے ساتھ رہیں مگر اب میری رائے ہے کہ جمعیت علماء اور دوسرے مولوی بھارت میں ہوں یا پاکستان میں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو ووٹ دیئے جائیں۔ لہٰذا ہر علاقے کے مسلمان کسی غیر مولوی امیدوار کے ساتھ ہو جائیں۔ مولویوں اور پیروں سے سوائے دست بوسی اور نذر دینے کے اور کوئی تعلق نہ رکھیں۔"

(از منادی دہلی اکتوبر ۱۹۵۰ء ص ۳۰)

پھر مزید لکھتے ہیں کہ:

"پاکستان کی حکومت مجھ سے زیادہ دور اندیش ہے تاہم وہ مولویوں کی اس لئے رعایت کرتی ہے کہ وہ دین کے متم ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ جو نصیحت قائداعظم دے گئے ہیں وہ جب ہی سلامت رہے گی

وہ لوگ جو تحریک پاکستان کو ''پلیدستان'' کہتے رہے قیام پاکستان کے بعد نظام مملکت سنبھالنے کیلئے بے قرار ہو گئے

کہ کوئی حضرت مولانا اور حضرت پیر صاحب اس میں دخیل نہ ہوں۔ ان دونوں کو کھلاؤ' نذریں دو' ہاتھ چومو مگر اختیار حکومت سے دور رکھو۔"

(از منادی دہلی اکتوبر ۱۹۵۰ء صفحہ نمبر ۳۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دو قسم کے علماء کی خبر دی تھی۔ پہلی قسم کے علماء کے بارے میں فرمایا:

"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔"

اور دوسرے قسم کے علماء کے بارے میں فرمایا:

"ان کے علماء اس آسمان کے نیچے زمین کی بدترین مخلوق ہوں گے۔"

اب فیصلہ قارئین خود کریں کہ انصاف کی زنجیر کس طرف جاتی ہے۔ کیا نبی کریمؐ کی سنت مطہرہ پر عمل کرنے والا آپ کو آج ایسا کوئی عالم نظر آرہا ہے جو علماء امتی کے زمرے میں آئے؟ کس مسجد کے سپیکروں سے قرآن کا درس' حدیث کا وعظ اور سنت نبوی و خلفاء کی باتیں سنائی دیتی ہیں؟

پاکستان کا کونسا عالم ہے جو دوسرے فرقے کے عالم کو برا بھلا نہیں کہتا؟ کیا آج اسلام کے علماء کی وجہ سے اسلام قلوبهم شتی (ان کے دل علیحدہ علیحدہ) کا نمونہ پیش نہیں کر رہے؟ کیا آج کسی محمدؐ کی ضرورت نہیں؟ کیا آج کسی ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کی ضرورت نہیں رہی؟——

کہاں ہے اسلام کی وہ تعلیم جو آج مساجد کے سپیکروں اور منبروں سے اوجھل ہو چکی ہے؟ نہیں! کیا اللہ اسلام کی ناؤ کو ڈوبتا ہوا چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر یہ حالات خود درست کرنے کی کوششیں عالم اسلام نے نہ کیں تو پھر یہ ہوگا کہ:

"اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کرب و بلا کے بعد" یعنی اسلام زندہ تو ہوگا لیکن اسے بوسنیا کے حالات سے گزرنا پڑے گا' اسے فلسطین جیسے مظالم کو سہنا ہوگا' اسے کشمیر سے لامکانی کرنا ہوگی اور پھر۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اور ؎

جب احسن تقویم سے گر جاتا ہے انساں
انسان کو اس وقت پھر انساں نہیں کہتے

کے مصداق کیا اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کو خدا تعالیٰ گندا ہی چھوڑ دے گا (نعوذ باللہ من ذلک) نہیں ہرگز نہیں بلکہ جو ٹہنیاں اور پتے اور شاخیں درخت پر چپٹی چپٹی سوکھ جاتی ہیں تو درخت کو ہرا بھرا کرنے کیلئے مالی ان کو کاٹ دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ درخت کے ساتھ لگی رہیں تو درخت سے غذا تو حاصل کرتی رہتی ہیں لیکن ہری بھری نہیں رہتی اس سے درخت کی غذا ضائع ہوتی ہے۔ خدا نے خود جب اسلام کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہوا ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ اس درخت کو اور اپنے کاشتہ پودے کو سوکھتا ہوا دیکھے اور چشم پوشی کر جائے —— اور جب خدا نے اس درخت اسلام کو جھاڑنا شروع کیا تو پھر پاکستانی مسلمانوں کو اس بات کا اندازہ بھی ہو جائے گا کہ —— ان اللہ علی کل شئ قدیر —— کا کیا مطلب ہے؟○

اُسوۂ خیرُ الانام صلی اللہ علیہ وسلم

اِک واقفِ رُموز سے میں نے کہا کہ آج
واعظ ہے دیں شناس نہ صُوفی خُدا شناس

گر دلِ سقیم ہوں تو کریں کس طرف رجُوع
اور رُوح ہو مریض تو لیجائیں کس کے پاس

چشمے تمام خشک ہُوئے علم و ذوق کے
حالانکہ ہے جہاں کو مئے معرفت کی پیاس

واعظ ہے ہرزہ گو تو ہے صُوفی گریز پا
ویران مسجدیں ہیں تو، ہیں زادیے اُداس

آخر یہ قلب و رُوح کے بیمار کیا کریں
تُو ہی بتا کہ حق کے طلبگار کیا کریں

سُن کر کہا یہ ہمدمِ روشن ضمیر نے
اے وہ کہ تجھ کو چشمۂ عرفاں کی ہے تلاش

صُوفی ہے حق پرست نہ واعظ خدا پرست
دونوں غرض پرست ہیں دونوں صنم تراش

دینِ مبیں کی راہ میں پتھر بنے ہیں یہ
ان پتھروں سے شیشۂ ایماں ہے پاش پاش

آ میں تُجھے دکھاؤں رہِ مستقیمِ حق
عِلم و عمل کا آج کروں تجھ پہ راز فاش

روشن ہے شمعِ علم خُدا کے کلام میں
نُورِ عمل ہے اُسوۂ خیرُ الانامؐ میں

مولانا عبدالمجید سالک مرحوم۔ ایڈیٹر اخبار "انقلاب"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نقطۂ نظر

یہ کلمۂ دوستی ہے یا کلمۂ دشمنی

حنیف رامے

اِس وقت پاکستان میں جماعت احمدیہ کیساتھ ہمارا روّیہ غیر عادلانہ رویئے کے زمرے میں آتا ہے

بات جماعت احمدیہ کی مخالفت سے آگے بڑھ کر براہِ راست کلمے کی مخالفت تک جا پہنچی ہے

مذہبی جماعتوں کی قیادتیں کلمے کو پھیلانے کی بجائے مٹانے پر تل گئی ہیں

ہمارے علماء کے وطیرے سے یہ تاثر پھیلے گا کہ یہودیت کی طرح اسلام بھی ایک جابرانہ مذہب ہے

میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے سلسلے میں اہلِ پاکستان اور حکومتِ پاکستان کو ازسرِ نو غور کرنا ہوگا

یقیناً ہر انصاف پسند اسے کلمہ دوستی کے بجائے کلمہ دشمنی ہی قرار دے گا

1974ء کے خونیں ڈرامے کا ایک اہم کردار

جو ضمیر کی خلش کے ہاتھوں بالآخر، ناانصافیوں کیخلاف خود بھی بول اُٹھتا ہے.... **اور** اہلِ وطن کے خوابیدہ ضمیروں کو بھی جھنجھوڑتا ہے........

نحن انصاراللہ کے گذشتہ شمارہ میں محترم مرزا عبدالحق صاحب کے ذکرِ خیر میں ضمناً مسٹر حنیف رامے (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب) کے ایک آرٹیکل کا تذکرہ بھی آیا تھا۔ جو پاکستان میں احمدیوں کی مساجد سے کلمہ طیبہ مٹانے کے خلاف جنرل ضیاء حکومت اور اسکی شہ پر دھاچوکڑی مچانے والے علماءِ سُوء کیلئے اِک حرفِ ناصحانہ اور انتباہ کی حیثیت رکھتا تھا جو کثیر الاشاعت اخبار، روزنامہ جنگ میں شائع ہوا۔ اور جسکی اشاعت پر مولوی یوسف لدھیانوی جیسے شدید معاندینِ جماعتِ احمدیہ، مسٹر رامے کے پیچھے فتووں کے لٹھ لیکر پڑ گئے تھے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ 1974ء میں جب مسٹر بھٹو نے اپنے ڈولتے راج سنگھاسن کو سہارا دینے اور "ہیرو" بننے کے جنون میں، احمدیوں کو قربانی کا بکرا بناتے ہوئے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کے ذریعے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر طے شدہ ڈرامہ رچایا۔ اور جسکی آڑ میں احمدیوں کے خلاف ہنگاموں کو زرخرید ملاؤں، قلم فروش صحافیوں، ضمیر فروش سیاستدانوں اور شورہ پشتوں کے ذریعے خوب ہوا دی گئی تھی، تو اس گھناؤنی سازش میں بحیثیت وزیرِ اعلیٰ پنجاب، مسٹر حنیف رامے کا بھی ایک ناقابلِ تردید کلیدی کردار تھا۔ حتیٰ کہ سرگودھا شہر میں حنیف رامے کی عین موجودگی کے دوران مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر جماعت صوبہ پنجاب کے مکان سمیت احمدیوں کے درجنوں گھروں اور دکانوں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ اسی زمانے میں مسٹر رامے نے ریڈیو پر تقریر بھی کی جسکا یہ فقرہ آج بھی کانوں میں گونج رہا ہے کہ "رات گزرنے نہ پائی تھی کہ ان (احمدیوں) کے سو(100) سے زائد افراد (ربوہ میں) گرفتار کر لئے گئے ہیں" (یہ تقریر ربوہ ریلوے سٹیشن والے واقعہ سے اگلے روز کی گئی جب طے شدہ منصوبے کی تکمیل میں پولیس کی بھاری نفری نے ربوہ کی سڑکوں پر بچوں سے لیکر بوڑھوں تک کو گرفتار کر لیا تھا)۔ لیکن بالآخر ہوا کیا....؟ خدا کی تقدیر حرکت میں آئی۔ مسٹر رامے بھٹو سے سیاسی اختلافات کے باعث نہ صرف وزارتِ اعلیٰ سے سبکدوش کیئے گئے بلکہ جیل میں ڈال دیئے گئے۔ خود مسٹر بھٹو کا جو انجام ہوا وہ بھی تاریخ کا ایک عبرتناک باب ہے۔ تاہم تاریخ میں ایسے

واقعات بھی موجود ہیں کہ ایک فاحشہ نے کسی پیاسے کتے کو گیلی زمین چاٹ کر اپنی پیاس بجھاتے دیکھا تو ترس کھا کر اسکے آگے دودھ یا پانی کا پیالہ رکھ دیا تھا۔ چنانچہ اسی نیکی کی بدولت اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ شائد کچھ ایسے ہی مسٹر رائے کا ضمیر بھی بالآخر جاگا اور انہوں نے 1974ء کے خونیں ڈرامے میں معصوم احمدیوں کی شہادت میں ملوث اپنے کلیدی کردار پر ضمیر کی خلش کے ہاتھوں ضیاء دور میں احمدیوں پر ظلم وستم کے خلاف، سیاستدانوں کی روائتی بزدلی سے انحراف کرتے ہوئے اخبار جنگ میں زیرِ نظر آرٹیکل لکھا۔ جسے پڑھ کر ہی محترم مرزا عبدالحق صاحب نے فرمایا تھا کہ "ہم نے حنیف رائے کو معاف کیا....." رائے صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے اور ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ کون جانے کلمۂ طیبہ کی بحرمتی کے خلاف یہی حق گوئی، بروز حشر مرحوم کی شفاعت کا وسیلہ بن جائے..

نحن انصار اللہ کے ایک قاری کی خواہش پر مذکورہ آرٹیکل شائع کیا جا رہا ہے، اِس تمنا کے ساتھ کہ شائد اس نوعیت کے انتباہ پڑھ کر پاکستان میں احمدیوں کیساتھ آج بھی جاری ناروا سلوک، دارورسن اور ظلم وستم سے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ ویسے ہمیں معلوم ہے کہ اقتدار کے ماتوں کیلئے ایسی صدائیں عموماً صدا بصحرا کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تاہم اپنے گھناؤنے اقدامات سے قافلۂ احمدیت کے پیدا کردہ عظیم روحانی انقلاب کی روزافزوں ترقیات کا راستہ روکنے والوں کیلئے ہم ٹورنٹو کے ایک شاعر افضال نوید کے الفاظ میں یہ حقیقت اتمامِ حجت کے طور پر اجاگر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ؎

زمیں پہ گلشنِ احمد ہے رب کو بھایا ہوا — یہ جھنڈا قوتِ غیبی نے ہے اٹھایا ہوا

وہ روک پایا کہاں بندۂ خدا کوئی — جو انقلاب، جہاں ہو خدا کا لایا ہوا (مدیر)

"جناب حنیف رائے کا یہ مضمون قطعی طور پر ان کا ذاتی نقطۂ نظر ہے۔ اس سے جہاں ادارے (روزنامہ جنگ۔ ناقل) کا اتفاق ضروری نہیں۔ وہاں لاتعداد مسلمانوں کو اس سے اختلاف ہوگا تاہم اس اختلاف رائے کے لیئے "جنگ" کے صفحات حاضر ہیں"

دس فروری ۱۹۸۵ء کے اخبارات میں فیصل آباد کی اس خبر نے دل دہلا کر رکھ دیا ہے کہ تقریباً بیس بائیس احمدیوں کو اس "جرم" میں گرفتار کر لیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا رکھے تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خبر کا یہ حصہ غور طلب ہے کہ کچھ مقامی علماء نے اس پر اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا ہے۔ بہت سے افراد کے نزدیک یہ ایک عام سی خبر ہے۔ یوں بھی بہت سے لوگ اس قدر سنگ دل اور بے حس ہو چکے ہیں کہ یہ سن کر ان کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا کہ کسی فرقے یا اقلیت کی مذہبی آزادی کو سلب کیا جا رہا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مجموعی طور پر ساری قوم ہی آج کل اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کسی نے ہم پر زیادتی کی ہے تو قرآن پاک میں سورۃ المائدہ کی دوسری آیت کی زبان میں ہمارا غصہ ہمیں اتنا ہی مشتعل کر دے کہ ہم غیر عادلانہ رویہ اختیار کرنے لگیں۔ پاکستان کے ایک شہری کے طور پر میں سچے دل سے محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت پاکستان میں جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمارا رویہ اسی غیر عادلانہ رویئے کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر بات یہیں تک محدود رہتی تو شاید سیاستدانوں کی روایتی بزدلی کا شکار ہو کر میں بھی زبان نہ کھولتا اور ایک مختصری اقلیت کی خاطر اکثریت کے تند و تیز مذہبی ترجمانوں کی مخالفت مول لینے کی جسارت نہ کرتا۔ لیکن بات جماعت احمدیہ کی مخالفت سے آگے بڑھ کر براہ راست خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول مقبولؐ کے کلمے کی مخالفت تک جا پہنچی ہے۔ وہ علماء اور مذہبی جماعتوں کی وہ قیادتیں جو یہ بتاتے نہیں تھکتیں کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالٰہ الااللہ، آج ان کا کام یہ ٹھہرا ہے کہ وہ اس کلمے کو پھیلانے کے بجائے مٹانے پر تل گئی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک مصرع پورے برصغیر میں زبان زد عام ہے: قربان کنکروں کو کلمہ پڑھانے والے! ہمارے علماء اس بات پر تو عش عش کر سکتے ہیں کہ کنکر بھی کلمہ پڑھ اٹھیں، لیکن انہیں یہ برداشت نہیں کہ کچھ انسان کلمہ پڑھ لیں۔ کیا محض اس لئے کہ یہ انسان مذہب کے بارے میں جداگانہ رائے رکھتے ہیں۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ سندھ کے ایک دور دراز کے گاؤں میں ایک ہندو بچے کی آنکھ میں مسجد نبوی کا ہیولہ نظر آ جائے تو اس کی تو زیارتیں شروع ہو جاتی ہیں لیکن ان لوگوں کی جان، مال، عزت، آبرو خطرے میں ڈال دی جاتی ہے جو شعوری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی کے پچاس سالوں میں بارہا مسلمان علماء کو اس امر پر فخر کرتے دیکھا ہے کہ کسی عیسائی یا یہودی مصنف نے اپنی کتاب میں اسلام یا پیغمبر اسلام کے بارے میں کوئی اچھی بات لکھ

دی ہو۔ کیا آئندہ ہمارے علماء ان کتابوں کو بھی جلانے کا اہتمام کیا کریں گے؟

میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اسلام پر صرف مسلمانوں کی اجارہ داری نہیں۔ اسلام کا خدا رب العالمین ہے، اس کے پیغمبر رحمۃ العالمین ہیں اور اس کا قرآن ذکر العالمین ہے۔ اسلام سب قوموں، جمعیتوں اور گروہوں کی یکساں میراث اور امانت ہے دوسرے اسے جتنا بھی قبول کرتے چلے جائیں ہمیں اس پر ناراض ہونے کے بجائے خوش ہونا چاہئے۔ لیکن ہمارے علماء نے جو وطیرہ اختیار کر رکھا ہے اس سے نہ صرف اسلام کی اشاعت رک جائے گی بلکہ اسلام کے بارے میں دنیا بھر میں یہ تاثر پھیلے گا کہ یہودیت کی طرح یہ بھی ایک جابرانہ مذہب ہے جس پر چند گروہوں کی اجارہ داری ہے۔ حکومت وقت کے بقول پاکستان کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ پر اٹھائی جا رہی ہے، پھر اس پاکستان میں کسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی مذہبی آزادی چھین کر اس کا خدا بننے کی کوشش کرے۔ کلمہ طیبہ تو انسان پر خدا کے سوا کسی کے غلبے کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اس لئے پاکستان میں ہر شخص ہر فرقے اور ہر اقلیت کو مذہبی آزادی ہونی چاہئے اور اگر وہ فرقہ یا اقلیت اسلام ہی کے کلمے کو اپنا کلمہ قرار دیتی ہے تو اس پر ناخوش ہونے کے بجائے طمانیت اور شادمانی کا اظہار کرنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے سلسلے میں اہلِ پاکستان اور حکومت پاکستان کو از سرِ نو غور کرنا ہوگا۔

1947ء میں جماعت اسلامی کے مقابلے میں جماعت احمدیہ نے پاکستان کی حمایت کی تھی۔ آج جماعت اسلامی تو پاکستان اور پاکستان کے نظریئے کی ٹھیکیدار بن بیٹھی اور بنا دی گئی ہے لیکن اس ملک میں جماعت احمدیہ کے سیاسی، اقتصادی، سماجی اور اب مذہبی حقوق بھی محفوظ دکھائی نہیں دیتے۔ میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ قومی سطح پر یہ ایک ''ناروا زیادتی'' ہے اور اس کا تدارک ہونا چاہئے۔

کلمہ طیبہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اگر ہماری حکومت اور ہمارے علماء نے احمدیوں کی مساجد کی پیشانیوں سے اسے مٹانے کی روش ترک نہ کی اور حد سے گذر کر احمدیوں کے سینوں سے بھی اسے نوچنا شروع کر دیا تو ایک بات طے ہے کہ کلمہ تو نہیں مٹے گا کیونکہ اس کا محافظ خود خداوند تعالیٰ ہے البتہ خدشہ ہے کہ اس کے مٹانے اور نوچنے والے کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ تکلف برطرف میرا وہم مجھے تھوڑا اور بھی آگے لے جاتا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ جس پاکستان میں اللہ کی مساجد سے اس کا کلمہ مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں خواہ وہ مساجد احمدیوں ہی کی ہوں اگر اس کے باسی اس کلمہ دشمنی پر چپ رہے تو کہیں خدا نخواستہ پاکستان ہی کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ میں حکومت وقت سے علمائے کرام سے اور ان سے بھی بڑھ کر پاکستان کے ساتھ محبت رکھنے والے عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ میری ان گذارشات پر ٹھنڈے دل سے سوچیں! میں احمدی نہیں ہوں میرے دور و نزدیک کے رشتہ داروں میں بھی کوئی احمدی نہیں۔ بس ایک سیدھے سادے پاکستانی مسلمان کے طور پر کلمہ دشمنی کی اس روش سے مجھے خوف آ رہا ہے کہ کلمہ دشمنی نہ صرف ہماری صفوں میں مذہبی رواداری کے فقدان پر دلالت کرتی ہے بلکہ ہمارے منافقانہ رویئے کی بھی غماز ہے۔ غور کیجئے کہ ایک طرف تو ہم کلمہ دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں اور دوسری طرف اسی پاکستان میں اس کلمے کو مٹانے کے درپے ہو گئے ہیں اس سے زیادہ منافقت کیا ہوگی۔ یقیناً ہر انصاف پسند اسے کلمہ دوستی کے بجائے کلمہ دشمنی ہی قرار دے گا۔ (بحوالہ: روزنامہ جنگ لاہور۔ ۱۱ فروری 1985ء، صفحہ 4)

(بلا تبصرہ)

ایک مکتوب ... ایک واقعہ ... ایک سوال

روزنامہ نوائے وقت کے ایک قاری اپنے مکتوب بعنوان: ''درست کون ہے؟'' میں رقمطراز ہیں:۔

''مکرمی! میں ایک مسلمان ہوں اور میرا عقیدہ اہلِ سنّت ہے بینک کے ایک اچھے عہدہ پر فائز ہوں۔ میرے پاس آنے جانے کے لئے اپنی ذاتی گاڑی ہے۔ میں نے اپنی گاڑی پر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا سٹکر لگا رکھا ہے۔ چند روز قبل میں اپنے ایک دوست کو ملنے ماڈل ٹاؤن کے اے بلاک میں گیا۔ میں نے وہاں گاڑی پارک کر دی۔ دوست کا گھر مسجد کے قریب ہے جب میں آدھے گھنٹے کے بعد باہر آیا تو میں نے دیکھا چند مولوی حضرات جو کہ مسجد میں سے نکلے وہ میری گاڑی پر لگا سٹکر پھاڑ رہے تھے۔ اور میں نے جب اُن کو روکا تو وہ کہنے لگے تم مرزائی ہو اور حکومت کے آرڈیننس کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ میں نے کہا۔ کیا آرڈیننس ہے میں تو سچا مسلمان ہوں اور سنّی فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ لیکن اُنہوں نے مجھے مرزائی مرزائی کہنا شروع کر دیا اور میری گاڑی کے شیشے توڑ دیئے۔ میں خاموشی کے ساتھ واپس آ گیا۔

کیا متعلقہ حکام مولوی صاحبان کے اس رویہ کو درست تسلیم کریں گے؟'' (چوہدری عبدالرحمٰن احسان۔ ۱۷۔ا شیر شاہ سوری بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور) بحوالہ: روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ مئی ۱۹۸۷ء۔

بسلسلہ ۲۳ مارچ (یوم پاکستان)

میثاقِ مدینہ اَور قائدِ اعظم

﴿از قلم: مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف﴾

آنحضرت ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اُس وقت مدینہ میں مختلف مکاتیب خیال کے لوگ آباد تھے۔ ۱۔ مکہ سے آنے والے مسلمان، ۲۔ مدینہ میں رہنے والے مسلمان ۳۔ یہود مدینہ ۴۔ نصرانی ۵۔ مدینہ میں آباد مشرک اور
۶۔ ان تمام طاقتوں کے حلیف

آنحضرت ﷺ نے ان سب کو یکجا کر کے ایک تحریری معاہدہ کیا۔ جسے ابنِ ہشام، ابنِ اسحاق اور ابنِ عابدین نے درج کیا ہے۔ نیز ابنِ کثیر نے اپنی کتاب "السیرہ النبوۃ" میں محفوظ کیا ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد کے لیکچرار ڈاکٹر محمد عبداللہ اُسے آئین constitution کا نام دیتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام شائع ہونے والا (دائرہ معارف اسلامیہ کا) "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" اسے دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیتا ہے جو معاہدہ کے تحت قائم ہونے والی ریاست (مدینہ) کا آئین تھا The First written constitution اس دستور کے آغاز میں درج ہے کہ "انهم امة واحده من دون الناس" (ابن ہشام جلد اول جز دوم ص۔ ۳۴۸، مطبوعہ مصر) یعنی اس معاہدہ میں شریک ہونے والے اُن سے جو اس میں شامل نہیں ایک الگ اُمت ہیں۔

میثاق کے آغاز میں مسلمانوں کو نئی دھڑے بندی سے محفوظ رکھنے کے لئے کچھ قواعد ہیں...اس کے بعد یہود کا ذکر ہے۔ ان کے خلفاء کا ذکر ہے۔ ان میں مساوات کے قیام کا ذکر ہے کیوں کہ یہود کے بعض قبائل اپنے آپ کو سُپر Super سمجھتے ہوئے دوسروں سے اپنے لئے الگ اور ممتاز حقوق کے دعویدار تھے۔ اس کے بعد ایک دفعہ ہے جس کی عبارت ہے کہ

(ترجمہ): بنو عوف کے یہود اور مسلمان ایک اُمت ہوں گے۔

یعنی بنی عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت ہوں گے دوسرے یہود بھی جو بنی عوف کے حلیف ہیں اس میں شامل ہوں گے۔ یعنی اپنے عقائد پر رہتے ہوئے اس اُمت یعنی "سیاسی وحدت" میں شامل ہوں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر رہتے ہوئے اس میں بسنے والوں کے ساتھ ایک اُمت ہوں گے (ایک وحدت ہوں گے)

قرآن اور یہود و نصاریٰ

واضح رہے کہ قرآن مجید کی پہلی سُورت یعنی پہلے باب میں ہی یہود کو "مغضوبِ علیھم" یعنی جن پر خدا کا غضب ٹوٹا، اور عیسائیوں کو "ضالین" یعنی بھٹکے ہوئے اور گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں ان دونوں کی اسلام سے دشمنی اور عقیدے میں بُعد کا ذکر ہے لیکن ایک جغرافیائی حد میں بسنے کی وجہ سے مشترکہ مقصد یعنی مملکت مدینہ کی حفاظت کیلئے وہ باہمی تعاون اور مدد کی غرض کے تحت **ایک امت** ہوں گے۔

قرآن مجید میں اہل کتاب کو مذہبی قدر مشترک کی بناء پر بھی تعاون کی پیش کش کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ.....اے اہل کتاب! خدا کی توحید میں تو ہم اکٹھے ہیں۔ اس قدر مشترک ہی میں تعاون کریں۔ (آل عمران ۳:۶۵)

عقائد کا اختلاف باہمی مفاد کیلئے اتحاد کی راہ میں تو روک نہیں بننا چاہئے۔ میثاق میں بھی مذہبی اتحاد ہرگز مراد نہیں جیسا کہ اگلا فقرہ واضح کرتا ہے....اپنے اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہوئے باہم ایک ہوں گے... "لکم دینکم ولی دین" تمہارا دین تمہارا ہے ہمارا دین ہمارا ہے (ایک دوسرے سے دینی اتحاد مراد نہیں....)

اُمت کے معنی قرآن اور لُغت کی رُو سے جماعت، قبیلہ، جمعیت، ہم جنس کے ہیں۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید کی مشہور لغت "مفردات امام راغب" اور ابوبکر رازی کی لغت کتاب "مختار الصحاح" جس میں آنحضرت ﷺ کا یہ قول درج ہے کہ (ترجمہ): مجھے کتوں کی جنس کو ختم کرنے سے کیا غرض وہ بھی مخلوق میں سے ایک جنس ہے۔

ایک یونٹ۔ایک اکائی

جس مملکت میں ایک سے زیادہ قومیں یا مذاہب کے پیروکار بستے ہوں۔ وہاں انہیں مذہبی آزادی اور عقیدے کے احترام کا حق دینے کے ساتھ قانونی مساوات اور مملکت کی بقاء واستحکام کیلئے ایک یونٹ بنانا ہوگا۔ "اکائی" میں تبدیل کرنا ہوگا...ایک قوم...ایک گروہ ...اور ایک جمعیت بنانا ہوگا۔

آنحضرت ﷺ خدا کے پیغمبر تھے۔ اُن کا ہر فعل خدائی منشاء کے تحت تھا۔ آپ "افصح العرب والعجم" تھے۔ آپ کی زبان کوثر میں دُھلی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ ہر لفظ کا صحیح استعمال فرماتے تھے۔ عبد التعال سعیدی نے ایک کتاب "السیاستہ الاسلامیہ فی عہد النبوۃ" کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں اس معاہدہ کو آنحضرت ﷺ کی بصیرت اور اصول پرستی کا شاہکار قرار دیا ہے آپ لکھتے ہیں:۔

اس طرح اسلام پہلا مذہب ہے جس نے عظیم اُصول دُنیا کو دیا کہ الدین للہ والوطن للناس یعنی دین اللہ کیلئے اور وطن انسانوں کیلئے۔ (صفحہ:۵۹)

آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی اس پر گواہ ہے کہ دین کے معاملہ میں آپ کسی سودے بازی کے قائل نہ تھے۔ خدا تعالیٰ نے جو فرمایا آپ ﷺ نے من وعن وہی آگے پہنچایا۔ اس میں کوئی کمی بیشی یا کوئی ترمیم و تنسیخ نہ کی۔ آپ "أشِدَّآءُ علی الکفار ورحماء بینهم" (الفتح ۴۸:۳۰) کے مصداق تھے۔ لیکن رواداری، دوسروں کے حقوق کا تحفظ اور مساوات کے بھی علمبردار تھے۔ جہاں کوئی قدر مشترک موجود ہوتی آپ ﷺ اُس میں تعاون کی دعوت خود دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کا پیغام امن ساری دُنیا کے لئے تھا۔ آپ دنیا کو "امت واحدہ" بنانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اسلئے تحریری "میثاق" آپ نے مدینہ وارد ہوتے ہی فرمایا جسے آپ تلوار کے میان میں باندھے رکھتے تھے کہ ایک مملکت میں رہنے والے مختلف الخیال مکاتیب خیال کا یہ پہلا دستور اور آئین تھا۔

قائداعظم کا خطاب

پاکستان کے قیام کے پس منظر پر نگاہ ڈالتے ہی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ قائداعظم نے مسلمانوں کی قومی بقاء کے لئے ایک جنگ لڑی۔ جب آپ اس امر سے مایوس ہو گئے کہ ہندو قوم مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کو تیار نہیں بلکہ اُنہیں غصب کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کیلئے الگ خطہ زمین کا مطالبہ کیا۔ جب اس صاحب بصیرت اور صاحب کردار، قانون دان نے جو کھی لڑائی لڑ کر الگ وطن قائم کر لیا۔ تو ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو صدر اسمبلی کا حلف اٹھانے کے بعد دستور ساز اسمبلی میں جو پہلی تقریر فرمائی اس میں اس صاحب بصیرت قائد (بابائے قوم) نے فرمایا:۔

"....اگر تم باہم تعاون سے کام کرو گے۔ ماضی کو بھول جاؤ گے اور مخالفتوں کو ترک کردو گے تو لازماً کامیاب ہو جاؤ گے۔ اگر تم اپنے ماضی کو بدل دو گے اور اس سپرٹ میں متحدہ ہو

کرکام کروگے کہ تم میں سے ہر ایک خواہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔ خواہ ماضی میں تمہارے ساتھ اس کے تعلقات کیسے ہی رہے ہوں۔ خواہ اس کا رنگ، اس کی ذات، اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو، اول، دوم اور آخر وہ اس ملک کا شہری ہے۔ جس کے حقوق و فرائض بالکل مساوی ہیں تو تمہارے عروج و ترقی کی کوئی انتہاء نہ ہوگی.... تمہارا مذہب، تمہاری ذات، تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو کاروبار مملکت کا اس سے تعلق نہیں۔ (ہیر ہیر کی آوازیں....!) میرے نزدیک اب ہمیں اس نصب العین کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ پھر تم دیکھو گے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد نہ ہندو ہندو رہیں گے، نہ مسلمان مسلمان رہیں گے، مذہبی معنوں میں نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ بلکہ سیاسی معنوں میں سب ایک مملکت کے شہری ہوں گے۔"

آقائے دوجہاں ﷺ کے نقشِ قدم پر

آپ "میثاق مدینہ" اور قائداعظم کی بحیثیت صدر دستور ساز اسمبلی ۱۱ راگست ۱۹۴۷ء کی تقریر کا مطالعہ کیجئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ دونوں کی رُوح ایک ہے اور مملکت خداداد پاکستان کی تخلیق کرنے والا عین اپنے مدنی آقا ﷺ کے نقشِ قدم پر قدم رکھ رہا ہے۔

مثلاً "میثاق مدینہ" میں ہے:

متذکرہ الصدر ہر شش گروہ سیاسی طور پر ایک جماعت ہوں گے۔ قبیلہ بنی عوف کے تمام یہود کو مسلمانوں کے ساتھ ایک فریق کی حیثیت سے مل کر رہنا ہوگا۔ مسلمان اور یہودی دونوں اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے۔

اور قائداعظم کہتے ہیں:

اگر باہم تعاون کروگے تو لازماً تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ تمہارا مذہب، تمہاری ذات، تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو، کاروبار مملکت سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد نہ ہندو ہندو رہیں گے اور نہ مسلمان مسلمان رہیں گے۔ مذہبی معنوں میں نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے.... بلکہ سیاسی معنوں میں سب ایک مملکت کے شہری ہوں گے۔

قائداعظم بھی اُن سے خطاب فرماتے جن میں سے دو فریق نواکھلی، بہار اور کلکتہ میں ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیل چکے تھے۔ آپ مشرقی پنجاب سے آنے والے ان مسلمانوں سے بھی مخاطب تھے جن کے گھر بار لوٹ کر جلا دیئے گئے.... جن کی عورتیں چھین لی گئیں.... جن کے بچے برچھوں پر اچھال کر جلتے الاؤ کا ایندھن بنائے گئے.... جن کے ماں باپ بہن بھائی اور عزیز و حبیب اُن کی آنکھوں کے سامنے تہ تیغ کر دیئے گئے.... ہاں ہاں....

آپ ان مسلمانوں سے یہ کہہ رہے تھے جنہوں نے ایک الگ مملکت، خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات پر عمل کرنے کے لئے حاصل کی تھی.... آپ ان ہندوؤں سے بھی خطاب فرما رہے تھے جن کے دلوں میں نہ جانے کیا کیا خدشات تھے۔ چنانچہ آپ نے اس مملکت عزیز کی پہلی حکومت میں (ایک ہندو) مسٹر جوگندر ناتھ منڈل کو وزیر قانون مقرر فرمایا.... مشرقی پاکستان کی کابینہ میں بھی غیر مسلم وزیر لئے گئے۔ **اس لئے کہ:**

اب ان سب ساکنانِ پاکستان کو ایک قوم بنانا مقصود تھا!

اب چاہئے تو یہ تھا کہ....

اب چاہئے تو یہ تھا کہ سندھی ہو یا پنجابی، پٹھان ہو یا بلوچ.... سب پاکستان کا تصور لے کر کھڑے ہوتے۔ پاکستانی ہونے کی حیثیت سے سوچتے۔ اس ملک کی بہبود کو اولیت دیتے.... خدا نے انہیں ہندو کے معاشی غلبہ اور اسکی دست بُرد سے بچایا تھا۔ ہندو کے چنگل اور اس کے غلبہ سے نجات دلائی تھی.... اب یہ خدا اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر قدم مارتے۔ وحدت پر زور دیتے۔ یہاں محبت اور الفت کی تلقین ہوتی، ایکتا کا وعظ ہوتا۔ یہاں ہر کسی کی، جو اس مملکت کا شہری ہوتا، جان و مال اور عزت محفوظ ہوتی۔ عورت کی حُرمت کی حفاظت ہوتی۔ قانون کی نظر میں سب مساوی ہوتے ہر ایک کے حقوق محفوظ ہوتے۔ کوئی قانون ہاتھ میں نہ لیتا۔ یہ مملکت ایک مثالی اور پُرامن مملکت ہوتی۔ سلامتی کا گہوارہ ہوتی۔ یہاں کا ہر شہری دوسرے کا خیر خواہ ہوتا.... وہ وطن کے مفاد کو عزیز رکھتا۔ سب ایک ہوتے۔ ذرّے چٹان میں بدل جاتے اور پھر چٹان ہی کی طرح مضبوط اور متحد رہتے.... اور یقیناً ایسا ہی ہوتا اگر ہم رسول خدا ﷺ اور قائداعظم کے ارشادات پر عمل کرتے.... ہندوستان میں بسنے والے کروڑوں مسلمان بھی، جو وہاں اقلیت میں ہیں، خوش ہوتے کہ ہمیں امن نہ سہی ہمارے بھائی تو وہاں محفوظ اور امن میں ہیں۔ اگر یہاں اکثریت اقلیت کے حقوق ادا نہیں کرتی تو نہ سہی واہگہ کے اُس پار ہمارے تمام بھائی بندوں کے حقوق و جان و مال تو محفوظ ہیں۔ وہاں تو مساوات اسلامی کے آبِ شیریں کی نہریں بہہ رہی ہیں....

اے کاش ایسا ہوتا....!...اے کاش ایسا ہوتا....!!

"خوابِ آزادی"

اپنی آزادی کا دیکھا خواب میں نے رات کو
یاد کرتا ہوں میں اپنے خواب کی ہر بات کو
میں نے یہ دیکھا کہ میں ہر قید سے آزاد ہوں
یہ ہوا محسوس جیسے خود میں زندہ باد ہوں
اب مجھے قانون کا ڈر کیا میرا قانون ہے
خود ہی کوزہ، خود ہی کوزہ گر وہی مضمون ہے
جتنی تھی پابندیاں وہ خود میری پابند ہیں
وہ جو "مائی باپ" تھے حاکم وہ سب فرزند ہیں
ملک اپنا، قوم اپنی، اور سب اپنے غلام
آج کرنا ہے مجھے آزادیوں کا احترام
اک ٹریفک کے پولیس والے کی کب ہے یہ مجال
وہ مجھے روکے، میں رک جاؤں یہ ہے خواب و خیال
ریل اپنی ہے تو آخر کیوں ٹکٹ لیتا پھروں
کوئی سمجھائے مجھے میں یہ تکلف کیوں کروں
چور بازاری کروں یا شاہ بازاری کروں
مجھ کو حق ہے جس طرح چاہوں میں اپنا گھر بھروں
گھی میں چربی بھی ملانے کی ہے آزادی مجھے
اب ڈرا سکتی نہیں گاہک کی بربادی مجھے
یک بیک جب نیند سے چونکا تو دیکھا یہ حقیر
اپنی آزادی ہی کی پابندیوں کا ہے اسیر

تھوپ کر میرے سر پہ الزامات
میرے منہ سے جواب مت چھینو

(مکرم سلیم شاھجہان پوری)

روزنامہ جنگ کراچی میں تسلسل کے ساتھ ''علمبرداران ختم نبوت'' کے اعلانات شائع ہوتے رہتے ہیں جن کو پڑھ کر لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن کا فقرہ ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے۔ ان کی ہر ممکن کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ جماعت احمدیہ اور اس کے افراد کے خلاف نفرت، عداوت اور قتل و غارت گری کے جذبات پیدا کر کے بہیمانہ جذبات کو ہوا دیں اور ملک کا امن وسکون تہ و بالا کرنے کی صورت پیدا کریں۔

انبیاء علیہم السلام اوران کی جماعتوں کے خلاف جھوٹ کا یہ سفر ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اس سفر کی ابتداء ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہوئی اور آج تک جاری ہے۔ جماعت کے خلاف جو بے سروپا باتیں بیان کیجاتی ہیں ان میں سے آجکل سرفہرست یہ اعتراض ہے کہ:۔

امریکہ، برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک میں اسلام کے بارے میں منفی تاثر کی ایک وجہ اسلام کے خلاف قادیانیوں کا منفی پروپیگنڈہ ہے۔ قادیانیوں نے اپنے مفاد کے حصول کے لئے اسلام کے بارے میں مغربی ممالک کو بدظن کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔

معاندین احمدیت کی اس سراسر کذب بیانی اور افتراء پردازی کا جواب یہ ہے کہ ان ناپاک الزامات لگانے والوں نے ان مفادات کی نشاندہی نہیں کی جن کی وجہ سے مغربی ممالک اسلام سے بدظن ہو رہے ہیں۔ معلوم نہیں یہ معترضین ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہونے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے اور انہیں واجب القتل قرار دینے کے باوجود کون سے اسلام کی بات کر رہے ہیں۔ رہی اعمال کی بات تو وہ ایسے گھناؤنے ہیں کہ غیر ممالک تو کیا خود سنجیدہ اور منصف مزاج مسلمان ان سے بیزار نظر آتے ہیں۔ سو ملاحظہ ہو۔

۲؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کے شمارے میں ''سیاسی اسلام، اسلامی بنیاد پرستی، اسلام ازم، انقلابی اسلام جیسی اصطلاحات آخر کیا مفہوم رکھتی ہیں'' کے طویل عنوان کے ساتھ ایک نہایت ہی اہم اور خیال انگیز تحریر جو برطانیہ کے موقر جریدے ''دی اکنامسٹ'' میں شائع ہوئی اور جس کا ترجمہ قاضی اختر جونا گڑھی، عرفان عرفانی، شاہد حسین بخاری اور سہیل محمود نے کیا اور جسے ادارہ جنگ نے مندرجہ ذیل نوٹ کے ساتھ اپنے موقر جریدے میں شائع کیا:

'' موقر جریدے ''اکنامسٹ'' نے ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں دو سال پہلے امریکہ میں دہشت گردوں کے حملہ سے پیدا ہونے والی صورت حال، امریکہ، مغربی ممالک، اور مسلم اُمّہ کے درمیان ہونے والی کشمکش، عالمی سیاست، معیشت، تعلیم، جدید علوم اور سماجی شعبے کے مطالعہ کے بعد آٹھ اہم رپورٹیں شائع کی ہیں جن کو اُردو میں منتقل کر کے قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔ یہ انتہائی اہم سنجیدہ اور خیال انگیز تحریریں ہیں جو ماہرین مختلف ملکوں، کتابوں، جرائد اور اخبارات پر تحقیق کے بعد قلمبند کی گئی ہیں۔ یہ غیر مسلم صحافیوں اور اسکالرز کی آراء ہیں۔''

''لطف کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ''اسلامی دہشت گردی سے اسلام کا قطعاً کوئی رشتہ اور تعلق نہیں''، ان کے خیالات کی تردید وہ دہشت گرد خود کرتے رہتے ہیں جو اسلام کا نام لیکر دہشگردی کی کاروائیوں میں شب و روز مصروف ہیں۔ اس کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ اسلام میں ایک پورا نظریاتی نظام ایسا موجود ہے جو ان سرگرمیوں کو نہ صرف جواز بخشتا ہے بلکہ اس کے پُر جوش حامی اور معتقدین بھی موجود ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نظریاتی نظام کا ایک بڑا حصہ نہ صرف جدید بلکہ اپنی بنیادی نوعیت میں دینی اور سیاسی ہے جس کی جڑیں بیسویں صدی کے نصف آخر میں گہرائی کے ساتھ پیوست ہیں۔ یہی وہ نظام ہے جسے بالعموم ''بنیاد پرستی''، ''اسلام ازم'' یا سیاسی اسلام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض کا اسلام کے بنیادی تصورات اور روایات سے بھی ایک گہرا تعلق ہے۔

اس نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے ہمیں سیّد قطب کے نظریات اور خیالات سے شروعات کرنی ہونگی جو ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کی دہائیوں کے درمیان ایک ادبی ناقد کی حیثیت سے منظر عام پر آئے اور بعد ازاں ۱۹۴۴ء میں اپنی پھانسی تک مصری اخوان المسلمون کے سرگرم کارکن کی حیثیت سے فعال رہے۔'' سید قطب نے زنداں سے جو خط تحریر کر کے عام کیا اس کا متن یہ ہے۔

''مسلمان کا وطن زمین کا کوئی ٹکڑا نہیں بلکہ پورا دارالسلام ہونا چاہئے۔ وہ سرزمین جہاں اسلام کے احکام پر عملدرآمد میں رکاوٹ پیدا کی جائے یا جہاں شریعت کا قانون نافذ نہ کیا جا سکے اُسے خود بخود ''دارالحرب'' کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔''

اسلام کے احکامات اور تعلیمات پر راسخ العقیدہ مسلمان اوپر کی توضیحات کو قطعاً رد کرتے اور جہاد کا وہ مفہوم نہیں لیتے جو مودودی صاحب کی من گھڑت تفہیم القرآن نے مسلمانوں کے ایک طبقہ کو گمراہ کرنے کے لئے کیا ہے۔ مودودی صاحب کا ارشاد ہے:۔

''کوئی ایک مملکت بھی اپنے اصول و مسلک کے مطابق پوری طرح عمل نہیں کر سکتی جب تک کہ ہمسایہ ملک میں بھی وہی اصول و مسلک رائج نہ ہو جائے۔ لہٰذا مسلم پارٹی کے لئے اصلاح، عمومی اور

تحفظ خودی دونوں کی خاطر یہ ناگزیر ہے کہ کسی ایک خطہ میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ جہاں تک اس کی قوتیں ساتھ دیں اس نظام کو تمام اطراف میں توسیع کرنے کی کوشش کرے۔ وہ ایک طرف اپنے افکار و نظریات کو دنیا میں پھیلائے گی اور تمام ممالک کے باشندوں کو دعوت دے گی کہ وہ اس مسلک کو قبول کریں جس میں ان کے لئے حقیقی فلاح مضمر ہے، دوسری طرف اگر ایک اس میں طاقت ہو گی وہ لڑ کر غیر اسلامی حکومتوں کو مٹادے گی اور ان کی جگہ اسلامی حکومت قائم کرے گی۔"

(مقدمہ تحقیق الجہاد بحوالہ تاریخ محمدی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۵۱ء)

مودودی صاحب نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنی من گھڑت تاویلات کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ سے منسلک کرنے کی ناپاک جسارت سے بھی گریز نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو:

"یہی پالیسی تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے عمل کیا۔ عرب جہاں مسلم پارٹی پیدا ہوئی تھی، سب سے پہلے اسی کو اسلامی حکومت کا زیر نگیں کیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے ممالک کو اپنے اصول اور مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ پارٹی کے لیڈر ہوئے تو انہوں نے روم اور ایران دونوں کی غیر اسلامی حکومتوں پر حملہ کیا اور حضرت عمرؓ نے اس حملہ کو کامیابی کے آخری مراحل تک پہنچایا۔"

(حقیقت جہاد صفحہ ۶۵)

ہمارا موضوع ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم ان تمام غزوات اور سرایا کے محرکات اور تفصیلات بیان کریں اور یہ ثابت کریں کہ یہ تمام غزوات اور سرایا ہرگز ہرگز کسی جارحانہ مہم کا حصہ نہیں بلکہ یہ تمام جنگیں مدافعانہ اور مجبوراً لڑی گئیں۔ اگر تفصیل درکار ہوں تو مولوی نواب اعظم یار جنگ چراغ علی کی کتاب "تحقیق جہاد" اور اسی قبیل کی دیگر کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ ہم یہاں صرف دو شہادتیں غیر مسلم حضرات کی پیش کر کے اپنے مضمون کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"نواں ہندوستان" دہلی کی اشاعت ۱۷ رنومبر ۱۹۶۲ء میں ایک سکھ جریدہ نگار رقم طراز ہیں:

(ابتداء میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے جب آپ کا جینا اجیرن بنا دیا تو آپ نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جاؤ یعنی اپنے کسی ہم وطن بھائی پر ہاتھ اٹھانے کی بجائے حضورؐ نے اپنا پیارا وطن چھوڑنا منظور کر لیا لیکن آخر کار جب ان پر ظلم اور جبر کی حد کر دی گئی تو مجبوراً آپؐ نے اپنی اور اسلام کی حفاظت میں تلوار اٹھائی..... یہ پرچار کہ دین کی اشاعت کے لئے جبر کرنا جائز ہے ان احمق لوگوں کا عقیدہ ہے جنہیں نہ دین کی سمجھ ہے نہ دنیا کی، وہ حقیقی سچائیوں سے دور ہونے کی وجہ سے اس غلط عقیدہ پر فخر کرتے ہیں"۔

اب ایک حوالہ ڈاکٹر ڈی ڈبلیو لائٹنر کا بھی ملاحظہ ہو۔ وہ جہاد کے اس منفی عقیدہ کی تردید میں ایک مضبوط استدلال قرآن ہی کی ایک دلیل سے کرتے ہیں:۔

"فی الواقع ان لوگوں کی تمام دلیلیں گر جاتی ہیں جو محض اس بات پر قائم ہیں کہ جہاد کا مقصد تلوار کے ذریعہ سے اسلام کو پھیلانا تھا، کیونکہ بخلاف اس کے سورۃ حج میں صاف لکھا ہے کہ "جہاد کا مدعا مسجدوں اور گرجاؤں اور یہودیوں کی خانقاہوں (تپسیا شالاؤں) کو بربادی سے محفوظ رکھنا ہے"۔

(ایشیاٹک کوارٹرلی ریویو۔ اکتوبر ۱۸۸۶ء)

اوپر کی توضیحات سے دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو گیا کہ اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا جو الزام وہ جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کر رہے تھے وہ احمدیہ جماعت پر تو چسپاں نہیں ہوتا۔ البتہ مسلمانوں کے ایک طبقہ پر ہی عائد ہوتا ہے جو احمدیت دشمنی میں کذب و بہتان طرازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور ان پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے کہ ؎

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

احمدیوں کے اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈے کے الزام کا پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد اب ہم ان مخالفین سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اسلام کے خلاف وہ منفی پروپیگنڈہ ہے کیا جس کا کوئی ثبوت تو وہ فراہم کرنے سے قطعاً عاری ہیں۔ ان کے پاس ان قوی دلائل کا کوئی جواب نہیں جو احمدی اپنی صداقت کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں اور چیلنج پر چیلنج دیتے چلے جاتے ہیں اور جن سے خائف ہو کر انہوں نے پاکستان میں ہماری زبانوں پر تالے لگائے ہوئے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے خلیفہ ہر جمعہ کو لندن میں خطبہ ارشاد فرماتے ہیں جو الفضل انٹرنیشنل لندن اور روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع ہوتا رہتا ہے اور کئی زبانوں میں اس کا رواں ترجمہ بھی ایم۔ٹی۔اے سے ٹیلی کاسٹ ہوتا رہتا ہے جو کئی ممالک کے لاکھوں سننے اور دیکھنے والوں تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کے دیگر علماء کی تقاریر بھی ٹیلی کاسٹ ہوتی رہتی ہیں۔ خطبات میں ہمیشہ قرآن کریم کی کسی آیت یا چند آیات کی تفسیر کے بعد اس کی وضاحت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند احادیث پیش کی جاتی ہیں اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات بیان کر کے مضمون کو آخری شکل دی جاتی ہے۔ جماعت کے تیسرے خلیفہ نے جو ماٹو جماعت کو دیا ہے وہ بھی حضرت اقدس نبی کریم صلی

(بقیہ صفحہ ۶۴ پر)

"انسائیکلوپیڈیا آف پاکستانیکا" سے ایک انتخاب

ایڈیٹر

جماعت احمدیہ، حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ، حضرت مصلح موعودؓ اور بعض دیگر افرادِ جماعت احمدیہ کا تذکرہ

[redacted]

گذشتہ دنوں ٹورنٹو کی ایک پبلک لائبریری میں ایک کتاب بعنوان: "انسائیکلوپیڈیا آف پاکستانیکا" نظر سے گزری۔ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل یہ اردو انسائیکلوپیڈیا، جسے جابجا تصاویر اور نقشوں وغیرہ سے بھی مزیّن کیا گیا ہے، بڑی عرق ریزی اور غیر جانبداری سے مرتب شدہ ہے۔اسکے مصنف ہیں پاکستان کے علمی وادبی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت، تحقیق، تاریخ، تنقید اور علمی وسائنسی ترجمہ نگاری کے میدانوں میں ایک معتبر نام: جناب سید قاسم محمود۔سید قاسم محمود لاہور کے ایک پرانے ماہنامے سیارہ ڈائجسٹ سمیت متعدد معروف جرائد کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔سیارہ ڈائجسٹ کی ادارت کے دوران "قرآن نمبر" اور "رسولؐ نمبر" بھی نکالے جنھیں ملک گیر مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔بہت سی علمی، ادبی وسائنسی کتب تصنیف کرنے کے علاوہ دو درجن کے قریب انگریزی کتب کو اردو میں ڈھال چکے ہیں۔اردو میں اگرچہ بعض اور لوگوں نے بھی انسائیکلوپیڈیا شائع کئے ہیں تاہم اتنا ضخیم اور جامع انسائیکلوپیڈیا پہلی دفعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جسے گہری تحقیق اور غیر جانبدارانہ جذبے کیساتھ مرتب کیا گیا ہے۔اسے لاہور کے ایک اشاعتی ادارے "الفیصل" نے شائع کیا ہے۔اِس کتاب میں جماعت احمدیہ کی بابت بھی مواد شامل ہے جسے قارئین کی دلچسپی طبع کیلئے ذیل میں من وعن نقل کیا جارہا ہے.....

قارئین سے گذارش ہے کہ اپنے اِس جریدے (نحن انصاراللہ) کی قلمی معاونت فرماتے ہوئے اپنی قلمی نگارشات ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف جرائد وکتب میں اس نوعیت کا (بابتِ احمدیت) یا مفید ودلچسپ مواد نظر سے گزرے تو دیگر قارئین کے استفادہ کی خاطر اسکی کاپی بغرض اشاعت ضرور بھجوادیا کریں۔

مزید براں یہاں کا پبلک لائبریری نظام یقیناً دنیا کا بہترین (مفت) نظام ہے۔جس سے گاہے بگاہے استفادہ، جہاں اپنے علمی وادبی ذوق کی تسکین وتکمیل کا بہترین وسیلہ ہے، وہاں **"سلطان القلم"** حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کے بیعت یافتہ ہونے کے ناطے اپنی قلمی وعلمی استعداد کار کو بڑھاتے ہوئے دفاعِ اسلام واحمدیت کے قلمی جہاد کی مہم میں بھی مؤثر رنگ میں حصہ لیا جاسکتا ہے۔جو یقیناً ہر احمدی مسلمان کا فرض بھی ہے اور حصولِ ثواب کا ذریعہ بھی....... یادرہے کہ یہاں کی لائبریریوں میں تقریباً ہر زبان اور ہر موضوع پر کتب دستیاب ہیں۔تاہم ان کتب بالخصوص غیر ملکی زبانوں والی کتب (جن میں اردو بھی شامل ہے) کو اگر لائبریری کارڈ پر ایشو نہ کروایا جائے تو بالآخر عدمِ مطالعہ کی بنا پر لائبریری میں ایسی کتب کی موجودگی بتدریج کم یا ختم کردی جاتی ہے۔ٹورنٹو میں بعض ایسی لائبریریاں ہیں جہاں اب اردو ادب کا سٹاک بوجوہ ختم کردیا گیا ہے۔اردو ادب کے شائقین کیلئے یہ مقامِ افسوس بھی ہے اور لمحۂ فکریہ بھی۔پس مطالعاتی ذوق رکھنے والے دوستوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وقت نکال کر وقتاً فوقتاً لائبریریوں سے کتب جاری کرواتے رہنا چاہیئے۔بالخصوص ایسے انصار دوست، جو ریٹائرڈ اور فارغ ہونے کے ساتھ ساتھ روزانہ مطالعہ کا ذوق وشوق بھی رکھتے ہیں ان کیلئے یہاں کی (مفت) لائبریریوں کا نظام کسی نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ (ایڈیٹر)

غلام احمد، مرزا: جماعت احمدیہ کے بانی۔

1835ء میں قادیان ضلع گورداس پور میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں ملازمت اختیار کرلی۔کچھ عرصے کے بعد سرکاری ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔دریں اثنا انہوں نے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرے شروع کردیئے اور مباحثوں میں حصہ لیا۔23 مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔1891ء میں مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کردیا۔حضرت یسوع مسیح کے متعلق احمدیہ جماعت کا عقیدہ ہے کہ انہیں نہ آسمان پر اٹھایا گیا اور نہ وہ مصلوب ہوئے بلکہ وہ کشمیر میں آکر اپنی طبعی موت مرے۔1892ء میں مرزا صاحب نے قادیان سے ایک انگریزی جریدہ Review of Religions جاری کیا اور اسے اپنے خیالات کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔اب ان کا بیشتر وقت مباحثوں، مباہلوں، پیشین گوئیوں اور تصنیف وتالیف میں گزرنے لگا۔بعدازاں نبی ہونے کا دعویٰ کردیا اور اس امر کا اعلان کیا کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ یہ بھی کہا کہ کرشن اور گورو گوبند سنگھ بھی میں ہی ہوں۔ان کے دعووں سے مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیل گئی اور احمدیت (قادیانیت) کے خلاف ختم نبوت کے نام سے ایک تحریک چل نکلی جس نے قیام پاکستان کے بعد احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جو ذولفقار علی بھٹو کے عہد میں قومی اسمبلی نے منظور کیا۔

مرزا صاحب نے بے شمار مقالات اور کتب تصنیف کیں۔خاص اور قابل ذکر یہ ہیں: خطبہ الہامیہ۔نورالحق۔آئینہ کمالات (اسلام)۔ایک غلطی کا ازالہ۔براہین احمدیہ۔حقیقت الوحی۔کشتی نوح۔نورالقرآن۔اعجاز احمدی۔درثمین (مجموعہ کلام)۔تریاق القلوب۔تحفہ گولڑویہ۔26 مئی 1908ء کو لاہور میں فوت ہوئے قادیان میں دفن ہوئے۔(نیز دیکھئے "احمدیت")(صفحہ: 695)

احمدیہ جماعت (احمدیت):

ایک مذہبی جماعت جس کی بنیاد مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ میں 23 مارچ 1889ء کو صوفی احمد جان کے مکان پر رکھی تھی۔اس واقعہ سے آٹھ سال پہلے 1880ء میں مرزا صاحب کی ایک دینی کتاب "براہین احمدیہ" شائع ہوئی تھی،

جس میں مصنف نے مجدد وقت مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ دعویٰ باقاعدہ صورت میں ۴ مارچ 1889ء کو کیا گیا۔ نیز یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ جی اٹھنے یا صلیب سے بچ نکلنے پر ہندوستان چلے آئے تھے اور کشمیر میں ایک سو برس گزارنے کے بعد فوت ہوئے اور ان کا مزار سری نگر میں کسی جگہ موجود ہے۔ اسی لئے احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا تعلق ہندوستان سے ہے اور مسیح موعود مرزا غلام احمد ہی ہیں۔ یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ مرزا صاحب پر وحی نازل ہوتی تھی۔ وحی ایسی چیز ہے جو انبیائے کرام سے مخصوص ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ سراسر مسلمانوں کے نظریہ ختم نبوت کے خلاف تھا، جس کی رو سے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔

احمدیوں نے من حیث الجماعت تحریک پاکستان کی حمایت کی تھی۔ قیام پاکستان کے لئے انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور پاکستان بن گیا تو ہجرت کر کے یہاں آگئے۔ احمدیہ جماعت کا صدر مقام مشرقی پنجاب کے قصبہ قادیان سے منتقل ہو کر ربوہ ضلع جھنگ میں آگیا اور گاؤں کو انہوں نے بہت جلد ترقی دے کر ایک شہر بنالیا۔

احمدیوں کا عقیدہ ہے کہ جہاد صرف کافروں سے جنگ آزمائی کا نام نہیں۔ بلکہ اللہ کا پیغام پھیلانے کے لئے جہد مسلسل کا نام ہے۔ یہ نظریہ جہاد نو معتقدوں میں تیزی سے مقبول ہو گیا اور ہندوستان پاکستان، افریقہ شمالی امریکا اور مشرقی ایشیا کے ہزاروں لوگوں نے جن میں بیشتر مسلمان تھے، احمدیت قبول کر لی۔ جماعت کی اندرونی تنظیم، باہمی اخوت و یگانگت اور نئے جوش و جذبے کی وجہ سے راسخ العقیدہ مسلمانوں، بالخصوص علمائے دین سے ان کا تصادم ہوا۔ اس تصادم نے 1953ء میں خونیں خانہ جنگی کی سی کیفیت اختیار کر لی، جب علمائے کرام نے تحریک ختم نبوت کے پرچم تلے متحد ہو کر وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین پر شہروں کے کوچہ و بازار میں احتجاجی مظاہروں کے ذریعے دباؤ ڈالا کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ احمدیوں کے خلاف یہ مظاہرے پاکستان کے متعدد شہروں میں پھیل کر بے قابو ہو گئے، یہاں تک کہ پنجاب میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا اور گورنر جنرل غلام محمد نے وفاقی کابینہ کو معطل کر دیا۔ اس خانہ جنگی کے دوران میں تقریباً دو ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ یہ خانہ جنگی پاکستان کی تاریخ میں بنگلہ دیش کی خانہ جنگی کے بعد دوسری بڑی خون ریز محاذ آرائی تھی۔

احمدیوں کے خلاف دوسری بڑی تحریک 1974ء میں شروع ہو کر کامیاب ہوئی۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی پیش کردہ یہ قرارداد قومی اسمبلی میں منظور ہو گئی کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ بعد ازاں ایسے قوانین وضع کئے گئے جن کے تحت احمدیوں کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا، اور دین اسلام کی بنیادی شرعی اصطلاحات اور اطوار استعمال کرنا، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا یا اپنی عبادت کے لئے اذان دینا وغیرہ خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں احمدیہ جماعت کے سربراہ لندن چلے گئے، جہاں 1984ء میں پاکستان سے باہر پہلی مرتبہ احمدیوں کا پہلا سالانہ اجتماع ہوا۔ (صفحہ:177)

بشیر الدین محمود:

قادیانی جماعت کے سربراہ۔ بانی قادیانیت، مرزا غلام احمد کے بڑے فرزند۔ 1889ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے والد کی نگرانی میں پائی۔ ایک رسالہ قادیان سے بنام "تشحیذ الاذہان" جاری کیا۔ اسی زمانے میں حج کیا اور بعض اسلامی ملکوں کی سیاحت کی۔ مرزا غلام احمد کے دوسرے جانشین تھے۔ پہلے جانشین حکیم نور الدین تھے۔ ان کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین 14 مارچ 1914ء کو قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ بنے۔ اس موقع پر یہ جماعت دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک قادیانی جماعت کہلائی اور دوسری لاہوری جماعت۔ مرزا صاحب نے اپنے جماعتی کاموں کے علاوہ سیاسی تحریکوں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد انہیں قادیان سے نکلنا پڑا۔ چنانچہ اپنی جماعت کے لیئے چنیوٹ کے قریب ربوہ میں ایک مرکز بنایا۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں ایک تفسیر بھی ہے۔ بیرونی ملکوں میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیئے متعدد مرکز قائم کیئے۔ (صفحہ: 296)

ظفر اللہ خان، سر:

پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ۔ 6 فروری 1893ء کو ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور کنگز کالج لندن سے بیرسٹری پاس کی۔ 1916ء تا 1935ء لاہور ہائی کوٹ میں وکالت کرتے رہے۔ اسی دوران میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے 1930ء اور 1932ء میں گول میز کانفرنسوں میں شرکت کی۔ 1931ء میں مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ 1935ء تا 1941ء گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن اور 1942ء میں چین میں حکومت ہند کے نمائندے مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد نومبر 1947ء میں حکومت پاکستان کے اس وفد کی قیادت کی جو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں شریک ہوا۔ دسمبر 1947ء میں لیاقت علی خان کی کابینہ میں بطور وزیر خارجہ شامل ہوئے۔ جنوری 1948ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کی جانب سے مسئلہ کشمیر پیش کیا۔ 1954ء میں وزارت خارجہ سے علیحدگی اختیار کی اور عالمی عدالت انصاف کے رکن منتخب ہوئے۔ 1973ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ سبکدوشی کے بعد اپنی خود نوشت "تحدیث نعمت" رقم کی۔ یکم ستمبر 1985ء کو وفات پائی۔ ربوہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

عبدالسلام، ڈاکٹر:

پاکستان کے نوبل انعام یافتہ سائنس داں۔ 29 جنوری 1926ء میں اپنے ننھیال موضع سنتوک داس ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے۔ ددھیال کا شہر جھنگ تھا۔ والد کا نام چودھری محمد حسین۔ گورنمنٹ کالج جھنگ، گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگلستان چلے گئے جہاں 1948ء اور 1949ء کے دوران کیمبرج یونیورسٹی سے ریاضی اور طبیعیات میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ کیمبرج یونیورسٹی ہی سے نظری طبیعیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کیمبرج یونیورسٹی نے انہیں پی ایچ ڈی کرنے سے پہلے طبیعیات کی انتہائی اعلیٰ خدمات انجام دینے پر "سمتھ پرائز" سے نوازا۔ انہیں سینٹ کالج، کیمبرج اور پرنسٹن یونیورسٹی امریکا کا فیلو بھی منتخب کیا گیا۔ 1951ء میں واپس پاکستان چلے آئے اور گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ ریاضی کے صدر مقرر ہوئے۔ اگلے سال ان کی خدمات پنجاب یونیورسٹی نے مستعار لے لیں۔ 1954ء میں دوبارہ انگلستان چلے گئے، جہاں امپیریل کالج لندن میں ریاضی کے لیکچرار، بعد ازاں صدر مقرر ہوئے۔ 1956ء تک پڑھایا۔ 1957ء میں امپیریل کالج ہی میں نظری طبیعیات کے پروفیسر مقرر ہوئے اور اپنی سبکدوشی تک اس منصب پر فائز رہے۔

پاکستانی سائنس کی ترقی و ترویج کے لیئے آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ 1958ء تا 1974ء ایٹمی توانائی کمیشن کے رکن رہے۔ 1959ء میں جب صدر ایوب نے تعلیمی کمیشن اور سائنس کمیشن قائم کیے تو ڈاکٹر صاحب دونوں کمیشنوں کے رکن تھے۔ 1961ء تا 1974ء صدر مملکت کے مشیر اعلیٰ سائنس رہے۔ انجمن ترقی سائنس کے صدر رہے۔ 1961ء میں "سپارکو" کی بنیاد ڈالی اور اس کے پہلے چیئر مین مقرر ہوئے۔ نیشنل سائنس کونسل اور پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کی مجلس انتظامیہ کے رکن رہے۔ آپ کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کی جانب سے آپ کو "ستارۂ پاکستان" صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی اور "نشان امتیاز" کے اعزاز دیئے گئے۔ 1957ء میں پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔

پاکستان کے علاوہ عالمی سائنس اور بالخصوص تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کی سائنسی، تعلیمی و معاشی صورت حال کو بہتر بنانیکے لیے بھی ڈاکٹر صاحب نے کوششیں جاری رکھیں۔ 1964ء میں اٹلی کے شہر ٹریسٹ میں "انٹرنیشنل سنٹر برائے نظری طبیعیات" کی بنیاد ڈالی۔ یہ سنٹر قائم کرنے کی تجویز انہوں نے پہلے حکومت پاکستان کو پیش کی تھی جو منظور نہ ہوئی۔ فروری 1974ء میں لاہور میں منعقدہ اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر انہوں نے "اسلامک سائنس فاؤنڈیشن" کی تجویز پیش کی جسے پسند کیا گیا لیکن عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا۔ 1983ء میں "تھرڈ ورلڈ آف سائنس" کی بنیاد ڈالی اور اس کے سربراہ مقرر ہوئے۔

آپ کی سائنسی اور انسان دوستانہ خدمات کے اعتراف میں انہیں 23 ممالک کی 32 یونیورسٹیوں نے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ نظری طبیعیات کے شعبے میں اعلیٰ تحقیق کی بنا پر 1979ء میں نوبل انعام کے علاوہ 22 ملکوں کے اعلیٰ سائنسی اداروں نے اعلیٰ ترین اعزازات سے نوازا۔ اردن نے "نشان استقلال" وینزویلا نے "نشان اندرس بیلو" اور اٹلی نے "نشان میرٹ" دیا۔ 23 ملکوں کی اعلیٰ سائنس اکاڈمیوں اور سوسائیٹیوں کے منتخب فیلو اور رکن تھے۔ اقوام متحدہ اور اس سے وابستہ دس اداروں کے عہدے دار تھے۔ آپ نے 21 نومبر 1996ء کو طویل علالت کے بعد لندن میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق ربوہ میں اپنے والد کی قبر کے نزدیک دفنائے گئے۔

نظری طبیعیات، بنیادی ذرات، پاکستانی سائنس، اسلامی سائنس اور تیسری دنیا کی تعلیمی اور سائنسی پالیسی کے بارے میں تین سو سے زائد مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ اردو میں بھی ان کے مقالات کے تراجم شائع ہو چکے ہیں اور دو کتابی مجموعوں کی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ عنوان یہ ہیں: سائنس اور جہانِ نو۔ ارمان اور حقیقت۔ (صفحہ: 656 - 655)

اختر حسین، ملک:

میجر جنرل۔ ہلالِ جرات۔ پاکستانی فوج کے ممتاز افسر۔ 1965 کی پاک بھارت جنگ میں چھمب جوڑیاں کے محاذ پر تھوڑی سی فوج سے دشمن کی بہت بڑی فوج کو شکست فاش دے کر بہت پیچھے ہٹا دیا تھا اور پاکستانی فوج جموں کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ آپ موضع پنڈوری ضلع اٹک میں 1917ء میں پیدا ہوئے۔ فوجی خدمات خاندان کے لئے کئی پشتوں سے باعث اعزاز تھیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کر کے ڈیرہ دون ملٹری اکیڈمی میں فوجی تعلیم و تربیت حاصل کی اور برما کے محاذ پر داد شجاعت دی۔ پاکستان قائم ہوا تو بریگیڈیئر کا عہدہ ملنے کے بعد کوئٹہ سٹاف کالج میں ڈپٹی کمانڈنٹ اور انفنٹری سکول میں کمانڈنٹ بنائے گئے۔ 1959 ء میں آپ نے انفنٹری بریگیڈ کی کمان سنبھالی۔ پھر ڈویژن کی کمان سونپ دی گئی۔ 1965ء کی جنگ کے بعد کچھ عرصہ سٹاف کالج کوئٹہ میں رہے۔ پھر سنٹو کے مرکزی دفتر انقرہ میں پاکستان کا نمائندہ بنا دیا گیا۔ 1969ء میں آپ اپنی بیگم اور پاکستانی کمرشل اتاشی کے دو بچوں کے ساتھ ازمیر کے میلے میں جا رہے تھے کہ راستے میں موٹر کے حادثے سے شہید ہوئے۔ (صفحہ: 180)

آپریشن جبرالٹر:

جولائی 1965ء میں آزاد کشمیر اور پاکستان کی افواج نے مقبوضہ کشمیر کو

بھارت کے غاصبانہ قبضے سے آزاد کرانے کے لیے ایک کمانڈو آپریشن کیا تھا جسے ”آپریشن جبرالٹر“ کا نام دیا گیا۔ کمانڈو جان بازوں نے مقبوضہ کشمیر میں داخل ہو کر ایک مہینے کے اندر اندر ایسی تباہی مچائی تھی کہ وہاں پر تعینات فوج کو مفلوج کر دیا تھا۔ فائر بندی لائن پر بھارتی فوج کی ایک لاکھ نفری پوری طرح مسلح جارحیت کے ارادے کے ساتھ اپنی کارروائیوں میں مصروف تھی۔ ہر چھوٹی بڑی چوٹی پر بھارتی فوج کی چوکیاں اور مورچے بنے ہوئے تھے۔ وادیوں میں گشتی پہرے تھے اور دور دور تک ان کا نگرانی کا انتظام بڑا مستحکم تھا۔ لیکن آزاد کشمیر اور 660 کمانڈو جانبازوں نے وہاں کے سادہ مسلمان دیہاتی لوگوں کے تعاون سے دشمن کا سارا انتظام درہم برہم کر دیا۔ (صفحہ: 54)

جنرل یحییٰ خان کے سوانحی خاکہ میں جنرل اختر ملک + اپریشن جبرالٹر کا تذکرہ:۔

.....ستمبر 1965ء کی جنگ کے سلسلے میں یحییٰ خان کے کردار کے بارے میں شاہد جاوید برکی نے ”اپنی ہسٹاریکل ڈکشنری آف پاکستان“ میں دلچسپ تبصرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ”جنگ ستمبر کے دوران میں ایوب خان نے ایک مرتبہ پھر یحییٰ خان سے ایک مشکل صورت حال سے بچنے کے لئے مدد چاہی جو میجر جنرل اختر حسین ملک کی قیادت میں چھمب جوڑیاں سیکٹر میں پاکستانی فوج کی شدید جارحیت کے باعث پیدا ہوگئی تھی۔ کشمیر کے محاذ جنگ پر جنرل اختر ملک کی جارحانہ پیش قدمی ہی کی وجہ سے ہندوستانی فوج نے لاہور پر حملہ کیا تھا جو پاکستان کا نرم گوشہ ہے۔ ایوب خان نے جنرل ملک کی جگہ کشمیر محاذ کا انچارج یحییٰ خان کو بنا دیا۔ یہ گویا بھارتیوں کو اشارہ تھا کہ ہمارا ارادہ ہندوستانی علاقے میں دور تک آنے کا نہیں ہے۔ کمان کی اس تبدیلی سے آغاز جنگ سے صرف سترہ دن کے بعد ہی 23 ستمبر کو دونوں ملکوں کے درمیان سیز فائر ممکن ہو گیا“۔ (صفحہ 112)

عبدالعلی، ملک:

لیفٹیننٹ جنرل۔ معرکہ چونڈہ۔ میجر جنرل اختر حسین کے چھوٹے بھائی۔ ملک عبدالعلی نے بھی چونڈہ کے محاذ پر دشمن کے مسلسل اور شدید حملوں کے خلاف دفاع کیا۔ 8 ستمبر کی رات کو دشمن نے 150 ٹینکوں، توپ خانے کی چار رجمنٹوں اور پیدل فوج کے پورے ایک ڈویژن کے ساتھ حملہ کر دیا۔ ان کے 100 ٹینک عقب میں ریزرو میں تھے۔ یہ جنرل چودھری کی ”فخر ہند رجمنٹ“ تھی۔ ان کے مقابلے میں پاکستان کی فوج کی تعداد بہت قلیل تھی۔ تاہم 8 ستمبر کی جنگ میں دشمن کی فوج کو جو پاکستانی سرحدوں میں کافی اندر تک آ چکی تھی، چار پانچ میل پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اس دن دشمن کے 16 ٹینک تباہ ہوئے۔ ان میں سے تین پر قبضہ کر لیا گیا۔ 9 ستمبر کو دشمن نے پھر حملہ کیا اور دو دن تک لڑائی جاری رہی جس میں دشمن کے متعدد ٹینک، فوجی گاڑیاں اور گولہ بارود کے ذخائر تباہ کر دیئے گئے۔ 18 اور 19 ستمبر کو دشمن نے تین اطراف سے چونڈہ پر حملہ کیا۔ چار روز کی شدید جنگ کے بعد دشمن کو پسپا کر دیا گیا۔ اس محاذ پر دشمن آٹھ دن تک مسلسل اپنے فوجیوں کی لاشیں اٹھاتا رہا۔ آپ کو اس شجاعت و دلیری کے صلے میں ”ہلال جرات“ کا ایوارڈ دیا گیا۔ 17 جنوری 1992ء کو فوت ہوئے۔ (صفحہ:657)

افتخار آباد (پاک بھارت جنگوں میں جنرل رینک کے واحد شہید جنرل افتخار احمد جنجوعہ کے نام پر رکھا جانیوالا چھمب قصبے کا نیا نام)

پرانا نام چھمب کشمیر کا ایک قصبہ جو سیالکوٹ سے پچاس میل اور ضلع گجرات کے آخری سرحدی گاؤں اعوان شریف سے تقریباً سات میل کے فاصلے پر ہے۔ ستمبر 1965 کی پاک بھارت جنگ سے پہلے یہاں مسلمانوں کے چار خاندان آباد تھے۔ باقی سب آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ یکم ستمبر 1965 کو آزاد کشمیر کی افواج نے پاکستانی افواج کی مدد سے اس قصبے پر قبضہ کر لیا۔ فروری 1966ء میں ”اعلان تاشقند“ کی رو سے پاکستان نے بھارت کے حوالے کر دیا۔ بھارت نے اس کی از سر نو آبادکاری پر گیارہ کروڑ روپے خرچ کئے دسمبر 1971 کی پاک بھارت جنگ میں آزاد کشمیر کی افواج نے میجر جنرل افتخار احمد جنجوعہ (ایک احمدی سپوت۔ ناقل) کی عسکری خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے 20 مارچ 1972 کو اس کا نام ”افتخار آباد“ رکھ دیا۔ آزاد کشمیر کے قبضے میں آنے سے پہلے اس کی آبادی دس ہزار افراد پر مشتمل تھی اور یہاں ہر قسم کی بنیادی ضروریات میسر تھیں۔ دونوں جنگوں میں اسے شدید نقصان پہنچا۔ حکومت آزاد کشمیر نے اسے از سر نو آباد کیا۔ یہاں ہائی سکول، تھانہ، ہسپتال اور شفاخانہ حیوانات بھی ہیں۔ گردونواح کی زمین بڑی ذرخیز اور علاقہ پر فضا ہے۔

منیرالدین احمد، شہید:

اسکواڈرن لیڈر۔ ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے وقت امرتسر کے قریب انڈیا کا ایک بہت طاقتور ریڈار اسٹیشن تھا جس کی حفاظت کا زبردست اہتمام کیا گیا تھا۔ پاک فضائیہ کی ایک اسکواڈرن کو اس ریڈار اسٹیشن کو تباہ کرنے کا مشن دیا گیا تھا۔ اس پر بار بار حملے کیے جاتے تھے۔ منیرالدین ہر حملے میں شریک ہوتے تھے اور اپنی جان کی پروا کیے بغیر اپنے ٹارگٹ کو نشانہ بنانے، کافی دیر تک فضا میں رہ کر زبردست گولہ باری کرتے تھے۔ 11 ستمبر 1965ء کو انہوں نے آخری حملہ کیا اور ریڈار اسٹیشن کو مکمل طور پر تباہ کرنے میں کامیابی حاصل کی لیکن اس کامیابی کا سودا بہت مہنگا پڑا۔ ان کے اپنے طیارے کو آگ لگ گئی اور

انہوں نے شہادت کا رتبہ پایا۔ ایک روز پہلے 10 ستمبر کو انہوں نے انڈیا کا ایک طیارہ مار گرایا تھا۔ انتہائی مشکلات میں شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کرنے اور احکام سے بڑھ کر فرائض انجام دینے کے صلے میں انہیں ''ستارۂ جرات'' سے نوازا گیا۔

ظفر احمد چودھری:

پاک فضائیہ کے سابق سربراہ۔ 1926ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ 1943ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ 1945ء میں فائٹر پائلٹ کی حیثیت سے رائل انڈین ایئر فورس میں کمیشن ملا۔ 1946ء میں اعلیٰ تربیت کے لیے انگلستان گئے۔ وہ رائل ایئر فورس کالج اور برٹش جوائنٹ سروسز سٹاف کالج کے گریجویٹ ہیں۔ انہوں نے لندن میں امپیریل ڈیفنس کالج کورس میں بھی شرکت کی۔ پاک بھارت جنگ ستمبر میں امتیازی حیثیت میں خدمات انجام دیں، جن کے اعتراف میں ''ستارہ قائد اعظم'' کا اعزاز دیا گیا۔ ۴ مارچ 1972ء تا 15 اپریل 1974ء پاک فضائیہ کے چیف آف سٹاف رہے۔ 1987ء میں ان کی آپ بیتی ''موزیک آف میموری'' شائع ہوئی۔ مختلف قومی مسائل وموضوعات پر ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ (صفحہ: 632)

ربوہ:

ضلع جھنگ، تحصیل چنیوٹ کا ایک بڑا قصبہ۔ احمدی فرقے کا مذہبی مرکز بننے کے باعث مشہور ہے۔ حصول آزادی سے قبل احمدیوں کا مرکزی شہر قادیان (ضلع گورداسپور) تھا۔ قیام پاکستان کے بعد ان کے مذہبی رہنما مرزا بشیر الدین محمود نے کچھ خالی جگہ ضلع جھنگ میں اپنے فرقے کی آبادی کے لیے انتخاب کی اور وہاں اس قصبے کی بنیاد ربوہ کے نام سے ڈالی۔ موجودہ آبادی 30 ہزار سے زیادہ ہے۔ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آباد ہیں۔ (صفحہ: 509)

محمد اسماعیل پانی پتی:

مصنف، مؤرخ۔ 1893ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ مولانا الطاف حسین پانی پتی کے معنوی فرزند تھے۔ پانی پت میں شیخ صاحب نے ایک بڑے کتب خانے کی داغ بیل ڈالی اور خصوصاً مولانا حالی کے مکاتیب، تحریروں اور نوادرات کو جمع کیا۔ سردار جگت سنگھ کے ہمراہ ماہنامہ ''رہنمائے تعلیم'' کو ایڈٹ کیا جو اپنے زمانے کا مشہور تعلیمی جریدہ تھا۔ 1947ء کے ہنگامے میں ان کے کتب خانے کو نذر آتش کر دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد ماہنامہ ''عالمگیر'' کے مدیر مقرر ہوئے۔ رسالہ ''نقوش'' کے خاص نمبروں کی تدوین میں محمد طفیل مرحوم کی معاونت کی۔ ان کا اہم ترین کام یہ ہے کہ انہوں نے سرسید احمد خان کی تمام تحریروں کو ''مقالات سرسید'' کی صورت میں جمع کیا جو سولہ جلدوں میں مجلس ترقی ادب لاہور کی جانب سے شائع ہوئے۔ شیخ صاحب کی دیگر اہم تصانیف یہ ہیں: دس بڑے مسلمان۔ کلیات نثر حالی۔ تاریخ اشاعت اسلام۔ ان کے ایک فرزند شیخ محمد احمد پانی پتی نے بھی آپ کی رہنمائی میں عربی سے اردو میں بعض اہم کتابوں کا ترجمہ کیا۔ حکومت پاکستان نے آپ کی ادبی خدمات کے صلے میں 1970ء میں تمغہ حسن کارکردگی سے نوازا۔ 12 اکتوبر 1972ء میں وفات پائی۔ (صفحہ: 822)

کنور ادریس:

اعلیٰ سول افسر۔ 1933ء میں ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں تلونڈی عنایت خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عزیز احمد سب جج تھے۔ بعد میں سیشن جج بنے۔ ریٹائر ہونے کے بعد لاہور میں وکالت کرتے رہے۔ آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے (سیاسیات) کی ڈگری لی۔ سول سروس آف پاکستان کا مقابلہ جاتی امتحان دیا۔ کامیاب ہوئے۔ ایک سال سول سروس اکیڈمی میں تربیت حاصل کی۔ پہلی تقرری بطور اسسٹنٹ مجسٹریٹ کومیلا، مشرقی پاکستان میں ہوئی۔ 1959ء میں جیسس کالج، کیمبرج سے پبلک ایڈمنسٹریشن میں کورس کیا۔ چین اور برطانیہ میں مختلف کورس کیے۔ وطن واپسی پر آپ کو قبائلی علاقے مہمند ایجنسی وغیرہ میں مامور کیا گیا، جہاں وہ سات سال تک بطور اسسٹنٹ کمشنر، پولیٹیکل ایجنٹ اور چترال کے نابالغ حکمران سیف الملک کے مشیر اعلیٰ کی حیثیت میں خدمات انجام دیتے رہے۔

1966ء میں معدنی ذرائع کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ 1967ء میں کراچی آئے اور یہاں حکومت سندھ کے محکمہ ایکسائز وٹیکس کے ڈائریکٹر تعینات ہوئے۔ 1969ء میں کراچی کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنے اور چار سال تک صدر ایوب، صدر یحییٰ اور صدر بھٹو کے زیر اطاعت رہے۔ 1973ء سے 1981ء تک حکومت سندھ میں مختلف محکموں کے سیکرٹری کے طور پر کام کیا۔ بطور ہوم سیکرٹری سندھ کے گورنر جنرل جہاں زیب، جنرل اقبال اور جنرل عباسی کے ساتھ کام کیا۔ 1981ء میں آپ کا تبادلہ اسلام آباد کر دیا گیا جہاں مختلف وفاقی وزارتوں میں ایڈیشنل سیکرٹری کی حیثیت میں کام کرتے رہے۔ 1985ء میں پھر کراچی آئے اور پاکستان آٹو موبائل کارپوریشن کے سربراہ بنائے گئے۔ 1988ء میں صوبہ سندھ کے چیف سیکرٹری مقرر ہوئے۔ 1989ء میں بینکرز اکویٹی لمیٹڈ کے چیئرمین مامور ہوئے۔ میاں نواز شریف کے پہلے عہد (نومبر 1990ء تا 1993ء) میں وزارت پیداوار کے سیکرٹری بنائے گئے۔ چند ماہ کے بعد افسر بکار خاص لگایا گیا۔ پھر چند ماہ کے بعد پٹرولیم وزارت کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ پھر چند ماہ کے بعد افسر بکار خاص مقرر کیا گیا۔

1993ء میں نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ کا چیئرمین بنا کر کراچی بھیج دیا گیا۔ چند ماہ کے بعد سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو کر اپنا ذاتی کاروبار کرنے

لگے۔نومبر 1996ء میں جب صدر فاروق لغاری نے بے نظیر بھٹو حکومت معزول کی اور مرکز اور صوبوں میں نگران حکومتیں قائم ہوئیں تو ممتاز علی بھٹو وزیر اعلیٰ سندھ نے آپ کو اپنی کابینہ میں خزانہ، ریونیو، ایکسائز، ٹیکس اور منصوبہ بندی کا نگران وزیر مقرر کیا۔ آپ اس منصب پر فروری 1997ء کے عام انتخابات تک فائز رہے۔ (صفحہ:760)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی:

ریاست جموں وکشمیر میں 13 جولائی 1931ء کے واقعے کے بعد (جس میں عین عدالت کے سامنے پولیس کی بے ہنگم فائرنگ کے نتیجے میں 22 آدمی موقع ہی پر شہید اور سینکڑوں زخمی ہو گئے تھے) مہاراجہ کی آمرانہ حکومت نے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کے ایک نئے دور کا آغاز کیا جموں اور سری نگر میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ مہاراجہ کی انتقامی کاروائیوں کے باوجود ریاست کے مسلمانوں میں تحریک آزادی نے تیزی سے پھیلنا شروع کر دیا اور جلد ہی کم وبیش ریاست کے ہر علاقے میں حکومت کے خلاف مظاہرے ہونے لگے۔ حکومت نے جب دیکھا کہ حالات اس کے قابو سے باہر ہوتے جا رہے ہیں تو اس نے انگریز فوج کی مدد طلب کر لی۔

کشمیر میں 1931ء کی تحریک آزادی کی حمایت کے لئے شمالی ہند کے مسلمانوں نے دو مختلف تحریکوں کا آغاز کیا۔ ایک تحریک ''مجلس احرار'' کی سرکردگی میں شروع کی گئی۔ ابتدا میں مجلس احرار نے مولانا مظہر علی اظہر کی رہنمائی میں وزیر اعظم کشمیر کے پاس ایک وفد بھیجا لیکن گفت وشنید بے نتیجہ رہی اور حکومت کشمیر نے مجلس احرار کی طرف سے پیش کئے جانے والے کشمیری مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پر امن گفت وشنید کی ناکامی کے بعد احرار نے ایک بڑی تحریک ''کشمیر چلو'' کا آغاز کیا اور حکومت کے امتناعی احکام کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں رضا کاروں کو ریاست کی طرف روانہ کیا۔ جو رضا کار ریاست میں داخل ہوتے تھے، انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ جب مہاراجہ کی حکومت نے دیکھا کہ صورت حال اس کے قابو سے نکلتی جا رہی ہے تو اس نے حکومت پنجاب سے درخواست کی کہ احراری رضا کاروں کو ریاست کی حدود میں داخل ہونے سے قبل ہی گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے احراری جتھوں کو اپنی سرحدوں پر ہی روکنا شروع کر دیا۔

مسلمانان کشمیر کی حمایت وتائید کے لئے شمالی ہند کے مسلمانوں کی دوسری تحریک کی نوعیت دستوری اور آئینی تھی۔ یہ تحریک ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' کے نام سے منسوب تھی۔ کشمیر کمیٹی کا پہلا اجلاس 25 جولائی 1931ء کو شملے میں نواب سر ذوالفقار علی خان والئی مالیر کوٹلہ کی صدارت میں ہوا، جس میں علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی، سر میاں فضل حسین، مولانا اسماعیل غزنوی، سید حسن شاہ، مولانا سید نور الحق اور سید حبیب جلال پوری اور دوسرے سرکردہ حضرات نے شرکت کی۔ کمیٹی کی صدارت کے لئے علامہ اقبال نے مرزا البشیر الدین محمود قادیانی کا نام تجویز کیا۔ خواجہ حسن نظامی نے اس تجویز کی تائید کی۔ کشمیری مسلمانوں کی طرف سے سید میرک شاہ فاضل دیوبند، مفتی ضیا الدین ضیا اور اے آر ساغر نے بھی تائید کی۔

کشمیر کمیٹی نے اپنے قیام کے وقت جو اغراض ومقاصد اپنے لئے مقرر کئے تھے، ان میں آئینی ذرائع سے کشمیری مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلانا، اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے مظلوم کشمیری مسلمانوں کی قانونی امداد کرنا بھی شامل تھے۔ کشمیر کمیٹی کی سرگرمیاں 1935ء تک جاری رہیں۔ اس دوران میں حکومت برطانیہ کے اہتمام میں کشمیری مسلمانوں کے مسائل کا جائزہ لینے کے لئے گلانسی کمیشن بھی قائم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی 1935ء میں روس کے چینی ترکستان کے شہر سنکیانگ پر قبضے کے فوراً بعد حکومت ہند نے گلگت اور اس سے ملحقہ علاقے مہاراجہ کشمیر سے ساٹھ سال کے ٹھیکے پر براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لئے۔ دریں اثناء مسلمانان ہند کو معلوم ہو گیا کہ کشمیر کمیٹی کی وساطت سے قادیانی کشمیر کی صرف سیاست میں سرگرم حصہ نہیں لے رہے بلکہ در پردہ قادیانیت کی تبلیغ میں مصروف ہیں، تو کشمیر کمیٹی کے خلاف عام مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو گئے۔ مرزا البشیر الدین محمود نے کمیٹی کی صدارت سے استعفاء دیا تو دوسرے قادیانی حضرات نے بھی عملاً کمیٹی کا بائیکاٹ کر دیا حتی کہ جو قادیانی وکلاء ریاست میں مسلمانوں کے مقدمات لڑ رہے تھے، وہ بھی مقدمات کو ادھورا چھوڑ کر واپس آ گئے، جب کمیٹی کے کاموں میں تعطل پیدا ہو گیا تو علامہ اقبال بھی قادیانیوں کے رویے سے بددل ہو کر صدارت سے مستعفی ہو گئے۔

نوٹ: برِصغیر میں جماعت احمدیہ کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ اس تواتر کیساتھ کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات اچھے بھلے پڑھے لکھے لوگ بھی اس جھوٹ سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ذکر میں سید قاسم محمود جیسے بالغ نظر اور متوازن سوچ رکھنے والے محقق کا قلم بھی مغالطہ آرائی کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ علامہ اقبال اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت وغیرہ کے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں وہ تاریخی شواہد کے قطعی برعکس ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت سے حضرت مصلح موعودؓ کے استعفیٰ اور اقبال کی صدارت میں بننے اور بالآخر ختم ہو جانے والی کمیٹی کے خاتمہ کی حقیقی وجوہات کو دستاویزی شہادتوں کی روشنی میں پیش کیا جائے گا (مدیر)

ڈاکٹر ملک عبدالغنی اصغر
مسی ساگا۔کینیڈا

حضرت مسیح ناصریؑ کا سفرِ کشمیر

......تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں......

خاکسار نے اپنی تصنیف ''کشمیر کا عروج وزوال'' میں چند تاریخی حوالہ جات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر آنا مراد ہے کتاب پڑھنے والے اکثر دوستوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ اس اہم موضوع پر تاریخی حوالہ جات سے مزید روشنی ڈالی جائے۔لہٰذا ''نحن انصاراللہ'' کی وساطت سے میں اپنے علم دوست، مذہب اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے بھائیوں کی خاطر چند تاریخی حوالہ جات پیش کرتا ہوں امید ہے کہ دلچسپی رکھنے والے فائدہ اٹھائیں گے۔لیکن میں سب سے پہلے ماموریزمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ تاریخی اعلان درج کرتا ہوں جس میں خدا تعالیٰ سے بشارت پاکر آپ نے انکشاف فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔اس انکشاف پر دنیا میں ایک ہیجان برپا ہوا تھا۔مگر رفتہ رفتہ اس کی صداقت کے ثبوت مہیا ہوتے گئے اور عیسایت، ہندومت، بدھ مت، مشرق ومغرب کے قدیم لٹریچر سے ایسے ناقابلِ تردید دلائل وشواہد مہیا ہوتے گئے کہ مشرق ومغرب کے اہل علم اس واقعہ کو تاریخی واقعہ تسلیم کر چکے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ فرما چکے تھے کہ اس نظریہ کی تائید میں آئندہ مزید انکشافات ہونگے۔چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

''اس پیشگوئی (یکسر الصلیب) میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعودؑ کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائیگی۔تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائیگی لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا پر ظاہر ہونگے۔پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعودؑ دنیا میں نہ آتا اور ایسا ہی ہوا۔اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے۔کیونکہ خدا کا مسیح آ گیا''۔

(بحوالہ ''مسیح ہندوستان میں'' صفحہ 63 مطبوعہ 1899ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت عیسیٰ کے سفرِ کشمیر کے متعلق جس قدر تاریخی شواہد میسر تھے آپؑ نے انہیں اپنی مختلف کتابوں اور خاص طور پر اپنی تصنیف ''مسیح ہندوستان میں'' درج کر دیا۔آپؑ کی وفات کے بعد مدفون خزائن بھی وادیٔ قمران کے غاروں سے آج تک برابر نکل رہے ہیں۔جن کو ہمارے محققین اور ریسرچ سکالرز مثلاً شیخ عبدالقادر وغیرہم نے اخبارات اور رسائل میں شائع کرائے ہیں۔جماعت کے کشمیری مؤرخ اسداللہ کاشمیری نے بھی حضرت مسیحؑ کے سفر کشمیر کے متعلق تحقیقی مواد شائع اور جمع کیا ہے۔میں نے زیرِ نظر مضمون میں زیادہ تر ان کے تحقیقی مواد سے ہی استفادہ کیا ہے۔کیونکہ وہ خود کشمیری تھے۔اسی طرح مجھے بھی یہ فخر حاصل ہے کہ میں نے خود قبر مسیح کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی ہے۔اور میرا ایمان ہے کہ واقعی یہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر ہے۔

اب میں ان تاریخی حوالہ جات کو پیش کرتا ہوں جن سے روزِ روشن کی طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر آئے تھے وہاں بنی اسرائیلی'' کی گمشدہ بھیڑوں'' کو توحید پر قائم کیا اور اپنا مشن پورا کر کے وہیں فوت ہو گئے۔بعد وفات دوسرے نبیوں کی طرح ان کا رفع ہوا۔اور فوت شدہ نبیوں میں شامل ہوئے اب میں تاریخی حوالہ جات سے انشاءاللہ یہ بیّن ثبوت پیش کرونگا کہ اسلام سے پہلے کشمیر میں حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار کثرت سے تھے اور وہ عیسائی نماز روزہ کے پابند اور توحید پرست تھے۔اس سلسلہ میں قدیم وجدید بے شمار لٹریچر موجود ہے۔ان میں سے چند حوالہ جات درج ہیں۔مغربی محققین اور عیسائی پادری اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام سے پہلے کشمیر میں عیسائی مذہب موجود تھا۔اور جا بجا کلیسائیں قائم تھیں۔چنانچہ مشہور عیسائی محقق پادری برکت اللہ ایم اے لکھتے ہیں کہ:

''حال ہی میں شمالی ہندوستان سے بھی اس قسم کی صلیبیں ملی ہیں یہ صلیبیں کشمیر کی قدیم قبروں، پہاڑیوں کی وادیوں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ان کی بناوٹ ان کے نقش ونگار اور الواح کی عبارت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صلیبیں نسطوری ہیں اور قبریں نسطوری عیسائیوں کی ہیں یہ امور ظاہر کرتے ہیں کہ قدیم صدیوں میں کشمیر میں بھی کلیسائیں جا بجا تھیں اور وہاں نسطوری مسیحی آباد تھے''

(تاریخ کلیسائے ہند صفحہ ۱۵۷)

اس حوالہ میں کشمیر کے جن قدیم نسطوری عیسائیوں کا ذکر ہے وہ موجودہ

عیسائیوں کے عقائد سے مختلف عقائد رکھتے تھے وہ نہ تثلیث کے قائل تھے نہ کفارہ کے نہ ابنیت والوہیت عیسیٰ کے قائل تھے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کی اصل تعلیمات توحید، نماز اور روزہ پر کاربند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ روم کے پوپ نے انہیں اپنے فرقہ سے الگ کر کے بدعتی قرار دیا ہے اور انہوں نے بھی روم سے قطع تعلق کر لیا تھا اور مشرقی ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ جہاں کہیں ایسے عیسائی پائے جاتے ہیں موجودہ عیسائی انہیں نسطوری عیسائی قرار دیتے ہیں

لداخ میں عیسائی مذہب:- کشمیر کے علاقہ لداخ میں عیسائی مذہب کا پتہ چلتا ہے۔ لیڈی ہنریٹا سلنڈس میرک اپنی کتاب ''اِن دی ولڈس ایٹیک'' میں علاقہ لیہ لداخ کشمیر میں افسانہ مسیح کی شہرت اور ہمس کی بدھ خانقاہ میں پندرہ سو سال پرانی کتب میں کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''عجیب بات ہے کہ اس ملک کے بدھ لوگوں کی مذہبی رسوم بالکل وہی ہیں جو رومن کیتھولک چرچ کی مذہبی رسوم ہیں، ویسی ہی تسبیح اور گناہوں کی معافی کی تجاویز، تثلیث، چراغ اور بتیاں، بُت اور مقدس پانی اور روزے، تجرد رہنا اور گناہ کا اقرار۔ روٹی اور شراب اور تصاویر، گھنٹہ، تارکہ عورتیں اور ایک مذہبی امام اور اولیاء، بدروحیں اور صلیب کا نشان، غرضیکہ ہر ایک بات جو رومن کیتھولک میں پائی جاتی ہے۔ بعینہٖ وہ سب لیہ لداخ کے مذہب میں پائی جاتی ہے۔''

(کتاب مذکورہ صفحہ ۲۱۳، بحوالہ قبر مسیح صفحہ ۲۰-۱۹)

انجیل کی شہادت:- حضرت مسیحؑ نے فلسطین میں ایک دور دراز علاقہ کی طرف ہجرت کر کے جانے کا ذکر فرمایا تھا۔ انجیل یوحنا میں ہے کہ آپ نے فرمایا:-

''میں جاتا ہوں تم مجھے ڈھونڈو گے اور اپنے گناہ میں مرو گے۔ جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے'' (یوحنا ۸/۲۱)

اسی طرح باب ۱۰ آیت ۱۶ میں ہے کہ مسیحؑ نے بطور پیشگوئی فرمایا تھا:-

''میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں ہیں مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز کو سنیں گی پھر ایک ہی گلہ ہوگا اور ایک ہی چرواہا ہوگا''۔

پہلی آیت میں آپ نے فرمایا کہ میں ایسے علاقہ میں جاؤں گا جہاں اس علاقہ (فلسطین) کے لوگ نہیں آسکیں گے۔ ثانی الذکر آیت میں اپنے فلسطین کی بھیڑوں کے علاوہ ایک اور بھیڑ خانہ کی طرف جانے کو ضروری قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ میری آواز کو سنیں گی یعنی مجھ پر ایمان لائیں گی۔ اس دوسری بھیڑ خانہ سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں گمشدہ اسرائیلی قبائل سابق زمانوں میں منتشر ہو کر آباد ہو گئے تھے جو کہ شمال مغربی ہندوستان اور کشمیر کا علاقہ ہے۔ کیونکہ مؤرخین نے ان ہی علاقوں کو گمشدہ اسرائیلی قبائل قرار دیا تھا۔ اور ان علاقوں کی طرف ہی مسیحؑ کا آنا ثابت ہے۔ اور یہ بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ان علاقوں میں مسیحؑ کی آواز سنی گئی اور خوش آمدید کہی گئی۔ اسطرح آپکی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی کہ ''وہ میری آواز کو سنیں گی'' اور یہ بات مغربی محققین کی تحریروں سے ثابت ہے کہ جب مسیحؑ ان علاقوں میں آئے تو ان کو خوش آمدید کہی گئی۔ چنانچہ جب روسی سیاح نوٹووچ نے لداخ سے قدیم انجیلیں برآمد کر کے ''مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات'' نامی کتاب شائع کی جس میں انہوں نے مسیح کی ان تعلیمات کا بھی ذکر کیا جو مسیح نے مشرقی ملکوں میں پیش کیں اور یہ بھی ذکر کیا کہ آپ جہاں بھی گئے آپ کو خوش آمدید کہی گئی۔ تو اس کتاب سے مغربی دنیا میں ایک شور برپا ہوگیا اور اس کتاب کے مضامین کو جعلی قرار دیا جانے لگا۔ تب روسی سیاح کی تحریروں کی تصدیق کے لئے ایک عیسائی خاتون میرک لیہ دارالخلافہ لداخ پہنچیں اور اس بارے میں تحقیقات کرتی رہیں۔ بعد میں اس لیڈی نے اپنی تحقیقات شائع کیں۔ اس کتاب میں فاضل عیسائی خاتون روسی سیاح کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتی ہیں:-

''لیہ شہر میں ہمیں مسیحؑ کی کہانی ملتی ہے جو کہ یہاں عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا۔ اور یہیں بدھ معبد میں پندرہ سو سال قبل کی نہایت قیمتی دستاویزات رکھی ہیں جو کہ حیات مسیح کے ان ایام سے تعلق رکھتی ہیں جو اس نے یہاں بسر کئے۔ ان میں لکھا ہے کہ اس علاقہ میں مسیح کو خوش آمدید کہی گئی اور اس نے لوگوں کو تعلیم دی۔'' (ان دی ورلڈ ایٹک صفحہ ۲۱۵)

قدیم مشرقی کُتب کی شہادت:- کشمیر میں عیسائی مذہب کی موجودگی کا ذکر مشرقی لٹریچر میں بھی موجود ہے چنانچہ ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب ''بھوشیا پُران'' ہے۔ جو ان کے اٹھارہ پرانوں میں سے ایک ہے۔ جسے الہامی مانا جاتا ہے۔ اس میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ حضرت مسیح کی شہرت اور عظمت سُن کر ہندوستان کا مشہور راجہ شالباہن مقام دین سرینگر کشمیر میں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ ''راجہ شالباہن نے ساکا قوم کے ایک راجہ سے ملاقات کی جب اس نے اُس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا

نام یوز آصف عیسیٰ مسیح بتایا" (بھوشیا پران نمبر ۲۸ پرب ادھیائے ۲ مشلوک ۲۱ تا ۳۱ مطبوعہ ۱۹۱۰ء بمبئی)

اس حوالہ میں حضرت مسیحؑ کو ساکا قوم کا راجہ لکھا گیا ہے۔ قدیم ہندوستانی لٹریچر میں باہر سے آنے والی قوموں کے لئے "ساکا" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے جیسے ونسٹ سمتھ اپنی کتاب "ایشنٹ ہندوانڈیا" میں لکھتے ہیں:- "ہندوستانی لٹریچر میں ساکا کی اصطلاح ہر باہر سے آنیوالی قوم کے لئے مستعمل ہے" چونکہ کشمیر میں قدیم زمانہ میں ارض بابلی و شام سے اسرائیلی قبائل آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اسلئے انہیں ساکا کا نام دیا گیا تھا۔ محققین نے تسلیم کیا ہے کہ اہلِ کشمیر باہر سے آئے ہوئے اسرائیل الاصل ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھیں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" اور مشہور مؤرخ اسداللہ کشمیری کا کتابچہ اہل کشمیر کی نسلی تاریخ پڑھیں۔ الغرض مسیح کو "ساکا" قوم یا بنی اسرائیل کا راجہ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کشمیر میں اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ گویا آپ اہل کشمیر کے روحانی بادشاہ تھے اور وہ آپ کے ایسے ہی مطیع اور معتقد تھے جیسے رعایا اپنے راجہ کی مطیع ہوتی ہے۔

مسیحی کلیسائیں: -ہندوؤں کے قدیم لٹریچر میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ حضرت مسیح ناصری نے کشمیر میں کلیسائیں بھی قائم کی تھیں۔ جن میں جمع ہو کر کشمیری مسیحی عبادت کرتے تھے۔ چنانچہ بندھیا چل میں "ناتھ جوگی" ہندوؤں کا ایک قدیم فرقہ ہے جس کے پاس ایک کتاب "ناتھ ناموبولی" نام سے ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:

"عیسیٰ ناتھ کو اپنے ہم وطنوں نے ہاتھوں اور پیروں میں کیل لگا کر سولی پر چڑھا کر مارنے کی کوشش کی اور مردہ سمجھ کر قبر میں رکھ دیا۔ مگر عیسیٰ ناتھ نے آریہ دیش میں فرار اختیار کیا اور کوہ ہمالیہ کے دامن (کشمیر) میں خانقاہ، کلیسا، قائم کی اور خانیار سرینگر میں ان کی سمادی (فرار) ہے"۔ (بحوالہ ماہانہ بچترا پوہ بزبان بنگلہ ۱۹۳۶ء)

اسی طرح "کتاب یوز آصف" جو ابتدا میں شمالی علاقوں کشمیر، تبت، چین کے بدھ لاماؤں کے پاس موجود تھی اور بعد میں دنیا کی اہم زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے میں لکھا ہے کہ:

"آپ یوز آصف، نے اپنے شاگرد بعبادکو وصیت کی کہ میں نے اچھی تعلیم دی ہے اور اچھی کلیسائیں قائم کر دیں ہیں اور ان میں چراغ روشن کر دیئے اور میں نے اسلام کی رعیت جو پراگندہ اور منتشر تھی جمع کر دی ہے اور اسی لئے میں مبعوث کیا گیا تھا۔ اب میرا دنیا سے اوپر اٹھائے جانے کا وقت آ چکا ہے"۔

(کتاب یوز آصف عربی صفحہ ۲۸۵ بحوالہ حیات المسیح و وفاتہ مطبوعہ مصر)

عیسائی لٹریچر میں حضرت مسیحؑ کا کشمیر میں ذکر موجود ہے چنانچہ مغربی محققین جو مذہبی تعصب نہیں رکھتے وہ کھلے انفاظ میں ان حوالہ جات کی تصدیق کرتے ہیں۔

"یہ ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کو تبلیغ کر کے مسیح سرینگر کشمیر کے دور دراز علاقہ میں فوت ہو گیا ہو اور اس قبر میں دفن ہو جو اس کے نام سے مشہور ہے اگر مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا"۔

(بحوالہ ویئرڈ ڈجیز زڈائی صفحہ ۱۷)

کپتان سی ایم اٹرک لکھتے ہیں:۔

"مجھے اپنے قیام کشمیر کے دوران میں وہاں کی قبروں کے متعلق چند عجیب باتیں معلوم ہوئیں۔ ان میں سے ایک قبر کو مسیح ناصری کی قبر کہتے ہیں۔" (بحوالہ خدا کی سلطنت صفحہ ۹۷ مطبوعہ ۱۹۱۵ء)

سر فرانسس ہینڈ جو سرکارِ برطانیہ کے نمائندہ ریذیڈنٹ کی حیثیت سے کئی سال کشمیر میں مقیم رہے اپنی تصنیف "کشمیر" میں لکھتے ہیں کہ:

"قریباً ۱۹۰۰ برس گذرے کشمیر میں ایک مقدس ہستی رہتی تھی جس کا نام یوز آصف تھا۔ جس کے وعظ عموماً تمثیلوں میں ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر تماثیل وہی تھیں جو حضرت مسیح اپنے وعظ میں بیان کیا کرتے تھے مثلاً ایک بیج بونے والے کی تمثیل۔ ان کی قبر سرینگر میں ہے"

(کشمیر صفحہ ۱۱۲)

یوز آصف اور مسیح ایک ہی شخصیت کے دو نام

یہ عجیب بات ہے کہ یونانی مسیحی کلیساؤں میں قدیم زمانہ سے اب تک ۲۷ نومبر کو ہر سال یوز آصف کے نام پر عبادت کی جاتی ہے۔ اور رومی عیسائی ان کی عید بھی مناتے ہیں۔ شہر پالومو (-----) میں یوز آصف کے نام عیسائیوں کا ایک بڑا کلیسا بھی قائم ہے اور مسیحی مصنفین نے یوز آصف پر ضخیم کتابیں بھی لکھیں ہیں۔ اور کتاب یوز آصف جو سنسکرت زبان میں کشمیر، تبت اور بدھوں کے پاس تھی۔ اس کا ترجمہ دنیا کی اہم زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اس میں تماثیل اور نصیحت آموز باتیں ہیں مسیحوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت مسیحؑ کا کلام ہے۔ تفصیل

کے لئے دیکھئے:۔ "حیات المسیح ووفاتہٗ" عربی مطبوعہ مصر

حضرت یوز آصف سے عیسائیوں کا یہ لگاؤ اور والہانہ محبت اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دل اندر سے یوز آصف اور مسیح کو ایک ہی شخصیت سمجھتے ہیں ع

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

عیسائی مذہب کے بہت بڑے مُصنف مسٹر بروس لکھتے ہیں کہ "مسیح فی الواقعہ مرے نہیں تھے۔ عارضی بے ہوشی کے بعد وہ پھر ہوش میں آگئے تھے اور کئی مرتبہ اپنے شاگردوں کو زندہ نظر آئے۔ پھر اتنا عرصہ زندہ رہے کہ پولوس کو بھی ان کی زیارت نصیب ہوئی اور بالآخر انہوں نے کسی نامعلوم مقام پر وفات پائی۔" (اپالوگویز مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

احادیث میں حضرت مسیحؑ کی سیاحت اور ایک برفانی وادی میں پہنچنے کا ذکر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ! ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا چلا جا۔ تاکہ تمہیں کوئی پہچان نہ لے اور تکلیف نہ دیں" (کنزالعمال جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۴)

ایک اور مقام پر کنزالعمال میں ۔۔۔۔۔۔ اور ابن نجار نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے:

(ترجمہ) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کیا کرتے تھے جب شام پڑ جاتی تو جنگل کا ساگ پات کھالیتے اور چشموں کا صاف پانی پی لیتے اور مٹی کا تکیہ بنا لیتے پھر فرماتے نہ میرا گھر ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد جن کے مرنے کا خوف ہو کھانے کے لئے جنگل کا ساگ پات، پینے کے لئے چشموں کا صاف پانی اور سونے کے لئے زمین کا بستر ہے۔ اور ان کے گم ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ جب صبح ہوتی تو چل کھڑے ہوتے۔ یہانتک کہ سفر کرتے کرتے ایک وادی میں پہنچے جہاں ایک اندھا آدمی دیکھا جو ہل جل نہیں سکتا تھا۔ جذام نے اس کے بدن کو پھاڑ دیا ہوا تھا۔ اس کے اوپر آسمان تھا اور اس کے نیچے وادی اور اس کے دائیں بائیں برف اور سردی تھی۔ مگر ان تکالیف میں بھی وہ اللہ کا شکر ادا کرتا تھا۔ عیسیٰ بن مریم نے اس سے پوچھا کہ ان حالات میں بھی تو خدا کا شکر ادا کرتا ہے تو کس بات پر؟ اس نے جواب دیا کہ اے عیسیٰ! میں اس لئے اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ میں اس زمانہ میں نہیں ہوا جب لوگ تجھے خدا کا بیٹا یا تین میں سے تیسرا بنائیں گے"۔ (کنزالعمال جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۱)

اس حدیث میں جس وادی کا ذکر ہے وہ وادیٔ کشمیر ہے۔ قدیم سے کشمیر کو ہی وادی کا نام دیا جارہا ہے۔ وہاں برف بھی پڑتی ہے اور سردی بھی ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اندھا اور جذامی آپ نے کشفاً اس وادی میں پہنچ کر دیکھا تاکہ آپ پر اس قوم کی حالت پہلے سے ظاہر کردی جائے۔ جسکی اصلاح کے لئے آپ وہاں تشریف لا رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے واقعی اس کشفی دعا کے طفیل اس قوم کو تثلیث کی لعنت سے بچایا۔ عیسائی ہونے کی حالت میں بھی یہ قوم توحید پر قائم رہی اور اسلام لانے کے بعد بھی توحید پر قائم رکھا۔ الحمدللہ۔

آخیر میں دو تاریخی حوالے ایک کشمیر کی قدیم تاریخ دوسرے ہندوؤں کے بھوشیہ پُران سے قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں جس سے روزروشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ واقعی مسیح ابن مریم کشمیر آئے تھے۔ یہاں پر گم شدہ بنی اسرائیلی بھیڑوں کو تلاش کر کے ان کو توحید پر قائم کیا اور کامیاب زندگی گذار کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہوئے اور سرینگر (محلہ انزہ مرہ) خانیار میں ان کا مقدس مزار ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کشمیر کے عادل حکمران زین العابدین بادشاہ کے زمانہ میں قریباً پانچ سو سال قبل تاریخ کشمیر قلمی فارسی سے ایک حوالہ:۔ ترجمہ۔

"راجہ اَکھ کے معزول ہونے کے بعد اس کا بیٹا راجہ گوپانند گوپادت کا نام اختیار کر کے حکمران ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں بہت سے مندر تعمیر ہوئے۔ کوہ سلیمان کی چوٹی پر ایک شکستہ گنبد تھا۔ راجہ نے اس کی تعمیر کے لئے اپنے وزیروں میں سے ایک شخص سلیمان نامی کو جو فارس سے آیا تھا مقرر کیا۔ ہندوؤں نے اعتراض کیا کہ یہ ملیچھ ہے۔ اُس وقت حضرت یوز آصف بیت المقدس سے وادیٔ اقدس (کشمیر) کی طرف مدفوع ہوئے اور آپ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ تقویٰ اور پارسائی میں اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر خود کو اہلِ کشمیر کی رسالت کے لئے مبعوث قرار دیا اور دعوتِ خلائق میں مشغول رہے۔ چونکہ خطۂ کشمیر کے اکثر لوگ آنحضرت (یوز آصف) کے عقیدتمند تھے۔ راجہ گوپادت نے ہندوؤں کا اعتراض ان کے سامنے پیش کیا اور آنحضرت کے حکم سے سلیمان نے جسے ہندوؤں نے سندیمان نام دیا تھا۔ گنبد مذکور کی تکمیل کی۔ اس نے گنبد کی سیڑھی پر لکھا کہ اس وقت یوز آصف نے دعویٰ پیغمبری کیا ہے۔ اور دوسری

بقیہ صفحہ ۶۳ پر

''مجھے میرے مداحوں سے بچاؤ!''

.... کسی شخص سے ایسا فعل منسوب کرنا جو اس سے سرزد نہ ہوا ہو۔

.... ازراہِ خوشامد و حاشیہ برداری

.... کسی شخص کو ایسی صفت یا وصف سے متصف کرنا جو اُس میں موجود نہ ہو۔

.... کسی فرد کے سر ایسا عقیدہ تھوپ دینا جس پر اُس کا یقین و ایمان نہ ہو۔

ایسی تمام حرکتیں اور جسارتیں علمائے اخلاق کے نزدیک ''تہمت'' کی تعریف میں آتی ہیں۔

جس کی مشق ان دنوں جماعت احمدیہ اور علامہ اقبال کی ذات پر کی جا رہی ہے۔ جماعت احمدیہ پر تہمتیں لگانے کا سلسلہ تو آج کل ایک عجیب و غریب فیشن کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یار لوگ جو منہ میں آئے اس جماعت کے خلاف بک دینا مُوجب ثواب سمجھتے ہیں۔ آئے دن علمائے سوء پہلے کچھ مضحکہ خیز مفروضے گھڑتے ہیں۔ پھر انہیں اس جماعت کے سر منڈھ کر اس کے خلاف منافرت و اشتعال کی راہیں ہموار کرتے ہیں۔ یہی رنگ اقبال پر لکھنے والے کم علموں اور کوتاہ فکروں کا ہے۔ چنانچہ اُن کی ذات سے منسوب پچھلے دنوں ایسے ایسے مضحکہ خیز اور محیر العقول قصے پڑھنے اور سننے میں آئے کہ اُنہیں سن کر یقیناً رُوح اقبال بھی سر پیٹ پیٹ کر فریاد کر اُٹھی ہوگی کہ مجھے میرے ایسے مداحوں سے بچایئے۔

کچھ عرصہ سے جماعت احمدیہ ''پر مشق تنقیص و استہزا'' کا ایک نیا سلسلہ یہ شروع ہوا ہے کہ اقبال سے کاملاً نا آگاہ لکھاری جماعت احمدیہ پر حرف گیری کو ثقہ و معتبر بنانے کے لیے بھی اقبال کو استعمال کرنے لگے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر اپنے خبث باطن کے ایجاد کردہ مفروضوں ہی کو اقبال کے سر منڈھ کر مدحت اقبال کا حق ادا کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی قربان انجم نامی شخص نے رسالہ ''قومی ڈائجسٹ'' (لاہور) نومبر ۸۳ء کے صفحہ ۵۰، ۵۱ پر شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں اقبال کے بچپن پر تہمت لگاتے ہوئے یہ جھوٹا افسانہ تراشنے میں بھی ندامت محسوس نہیں کی کہ:۔

''میرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئ مسیحیت کے ابتدائی ایام تھے۔ وہ سیالکوٹ کی جامع مسجد میں اپنے عقیدت مندوں کو تازہ الہامات سُنا رہے تھے۔ عقیدت مند اور مُرید جھوم جھوم کر ''آمنا و صدقنا'' کہہ رہے تھے۔ کہ اتنے میں کم سن اقبال وہاں پہنچ گیا۔ اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ سنو مجھے الہام ہوا ہے۔ چھوٹے سے بچے کے اس دعوے اور صداقت پر سب حیرت زدہ رہ گئے اور اقبال کی طرف دیکھنے لگے جو عربی کے چند جملوں میں قادیانیوں کے مذہب پر مزاحیہ رنگ میں چوٹیں کر رہے تھے۔

جس پر مرزا غلام احمد کے حواری سخت برہم ہوئے۔ اور اس ''بچۂ گستاخ'' کا منہ بند کرنے کے لیے اسے محفل سے نکال باہر کیا۔''

ان بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ یہ واقعہ کس سَن میں ہوا؟ اقبال کی عمر اُس وقت کیا تھی؟ انہیں اُس عمر میں عربی میں الہام بنانے اور بزرگوں کا مذاق اڑانے کی تربیت کس نے دی تھی؟ والدین نے یا اُن کے لائق و دیندار اُستاد نے؟ خود آپ کا سَن اُس وقت کیا تھا؟ آپ تک واقعہ کس سلسلہ سے پہنچا؟ اس کی کوئی سند اور اس کی صداقت کی کوئی گواہی؟ اگر کسی جبلی منافقت کے باعث اقبال کو ''بچہ گستاخ'' کہنا ہی مقصود تھا تو کوئی اور جھوٹ تراشا ہوتا۔ ان کے سر کم سِنی ہی میں احمدیت کے مخالف ہونے کی تہمت کیوں جڑ دی؟ جبکہ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے کہ اقبال کے خاندان کا احمدیت سے بڑا ہی ذہنی اور اعتقادی تعلق ہے۔

☆ اُن کے خاندان کے کئی افراد نے احمدیت قبول کی......

☆ اُن کے والد محترم احمدی.......

☆ اُن کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد احمدی........

☆ اُن کے اکلوتے بھتیجے شیخ اعجاز احمد احمدی......

جنہیں علامہ موصوف نے اپنے وصیت نامہ میں اپنے نابالغ بچوں کے سرپرستوں کی فہرست میں شامل کیا۔ (''روزگارِ فقیر'' جلد ۲ ص ۵۶)

انہوں نے اپنے سب سے بڑے فرزند آفتاب اقبال کو تعلیم کیلئے قادیان بھیجنا پسند کیا۔

خود اقبال، حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شخصیت اور بزرگی

کے اس قدر معترف و مداح تھے کہ کالج کی تعلیم کے ایام میں آپ کے خلاف نظمیں لکھنے والے میراں بخش جلوہ اور سعداللہ لدھیانوی قسم کے لوگوں کے اشعار کے منظوم جواب لکھا کرتے تھے۔ بلکہ اگر انصاف کی نظروں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ احمدیہ عقائد سے بھی حد درجہ متاثر تھے مثلاً وہ جماعت احمدیہ کے آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ بشکل بروز کے عقیدہ سے حد درجہ متاثر تھے چنانچہ آنحضرتؐ کی بعثت ثانیہ کے سلسلہ میں اپنے ۱۹ جون ۱۹۱۲ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

''کاش! کہ مولانا نظامی کی دُعاء اس زمانے میں مقبول ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔''

احمدیوں کے عقیدۂ ''وفات مسیح'' کے بھی قائل تھے۔ جیسا کہ اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''جہاں تک میں نے اس تحریک کے مشن کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیحؑ کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیحؑ گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اُس کے مشابہ ہو۔ اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے۔''

(رسالہ علامہ اقبال کا پیغام، ملت اسلامیہ کے نام ص ۲۲،۲۳)

اسی طرح احمدیوں کا ساہی نظریہ جہاد رکھتے تھے۔ جیسا کہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔
''محافظانہ و مصلحانہ'' پہلی صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے۔
اور اُن کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے۔ دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے
(آیت ۹۔۴۹ میں بیان ہوئی ہے۔'')

آگے چل کر اسی مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا جوع الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے۔'' علی ہذالقیاس

''دین کی اشاعت کیلئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے''

(مکاتیب اقبال حصہ اول ص ۲۰۳،۲۰۴)

علاوہ ازیں شرعی امور میں بھی اقبال کی نظر میں احمدی اکابر علماء ہی کی رائے وقیع و مستند ہوتی تھی جیسا کہ مولانا عبدالمجید سالک کے رقم فرمودہ اس واقعہ سے ظاہر ہے:۔

''علامہ اس بیگم کو لانے کے لیے تیار ہو گئے۔ انہیں شبہ تھا کہ وہ چونکہ طلاق دینے کا ارادہ کر چکے ہیں اس لئے مبادا شرعاً طلاق ہو چکی ہو۔ اُنہوں نے مرزا جلال الدین کو مولوی حکیم نورالدین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آؤ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی لیکن اگر آپ کے دل میں کوئی شبہ اور وسوسہ ہو تو دوبارہ نکاح کر لیجئے چنانچہ مولوی صاحب کو طلب کر کے علامہ کا نکاح اس خاتون سے پڑھوایا گیا۔''

اب ڈاکٹر اقبال کی زندگی اور نظریات و رجحانات سے کاملاً نابلد ''قومی ڈائجسٹ'' کے اس تہمت تراش کو یہ کون بتائے کہ اقبال تو تحریک احمدیت کو اسلامی سیرت کا حقیقی نمونہ سمجھنے والوں میں تھے۔ جیسا کہ اپنی ۱۹۱۱ء کی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:۔

''میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے۔ ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔ اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔'' (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر مطبوعہ ۱۹۱۹ء)

اور اس بیّن تاریخی حقیقت سے انکار تو ہزار بغض کے باوجود ان کے بس میں بھی نہ ہوگا کہ جب مظلومین کشمیر کی امداد و اعانت کیلئے ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' کے نام سے ایک تنظیم قائم ہوئی تو جماعت احمدیہ کے خلیفہ دوم حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمدؓ کو اس کمیٹی کا پہلا صدر علامہ اقبال ہی کی تجویز تاکید اور اصرار پر بنایا گیا تھا۔

ہاں یہ درست ہے کہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں اُنہوں نے جماعت احمدیہ سے اختلاف کیا۔

لیکن کون نہیں جانتا کہ اس کے وجوہ سرتا سر سیاسی تھے۔ جن پر اس صحبت میں کچھ لکھنا اس لئے ضروری نہیں کہ ابھی تو قربان انجم صاحب کی ہجو ملیح کی زد میں اس ''بچۂ گستاخ'' کا بچپن ہے۔ یہ بحث اس وقت مناسب ہو گی۔ جب وہ اقبال کا دورِ جوانی کھنگالنے کے بعد اقبال و جماعتِ احمدیہ پر اسی قسم کی تہمتیں تراشیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گورنمنٹ کالج کے دیوانے لوگ .... (''ادھورا سچ'')

تحریر: اصغر ندیم سید۔روزنامہ جنگ

اصغر ندیم سید..... تعارفی خاکہ

ڈرامہ نگار، شاعر۔ 14 مئی 1949ء کوملتان میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ملتان ہی سے ایم اے (اردو) اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں اور 1972ء میں وہیں کے ایک کالج میں پڑھانے لگے۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کرتے رہے اور تراجم بھی۔ 1980ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے وابستہ ہو گئے اور ٹیلی ویژن کے لیے ڈرامے لکھنے شروع کیئے۔ پہلا ڈراما ''صبح کی دستک'' کے نام سے ٹیلی کاسٹ ہوا.... ''پیاس'' اور ''چاند گرہن'' ان کے مقبول ترین ٹی وی سیریل ہیں۔....ان کی تصانیف یہ ہیں، جنگل کے اس پار جنگل۔ زمین زاد کا افق (ترجمہ) بوطیقا (ترجمہ)۔ انشا نگاری (تنقید)۔ دریا (ٹی وی ڈراما)۔

(ماخوذاز: ''انسائیکلوپیڈیا آف پاکستانیکا''۔مرتبہ: سید قاسم محمود، صفحہ 214)

پاکستان کے اکلوتے نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام جب اپنا انعام لینے تقریب میں پہنچے تو انہوں نے پاؤں میں جھنگ کے کاریگر کے ہاتھ سے بنا ہوا طلّے والا کھُسہ پہن رکھا تھا، لٹھے کی کلف لگی سفید شلوار، اوپر سیاہ شیروانی اور سر پر کلف لگی اونچے شملے والی کلاہی پگڑی، جو خاص پاکستان کے مختلف علاقوں میں روایتی سلیقے سے پہنی جاتی ہے۔ اپنی زمین اور اپنے وطن سے محبت کرنے والا بڑے فخر سے اپنی پاکستانی پہچان کے ساتھ دنیا کے سامنے آیا۔ اہل وطن اور سرکار نے اس سے کتنی محبت کی؟ اِس وقت اس کا حساب کتاب نہیں کرتے۔ البتہ اس کی مادرِ علمی گورنمنٹ کالج لاہور نے اس سے جو محبت کی اور جتنا فخر کیا، اس کے بے شمار ثبوت موجود ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے گورنمنٹ کالج میں تعلیم حاصل کی پھر کچھ عرصہ یہاں پڑھایا اور جب نوبل انعام حاصل کیا تو اپنے گورنمنٹ کالج کو یاد کیا۔

آج ہمیں یہ باتیں اس لئے یاد آ رہی ہیں کہ گزشتہ دنوں ایک تقریب میں جی سی یونیورسٹی میں ڈاکٹر عبدالسلام کے نوبل انعام کی اصلی سند وائس چانسلر ڈاکٹر پروفیسر خالد آفتاب کو پیش کی گئی۔ یہ اعزاز جی سی یونیورسٹی کا حق تھا، اب یہ سند یونیورسٹی کے آرکائیو میں شامل ہو گئی ہے۔ جی سی یونیورسٹی میں ڈاکٹر عبدالسلام کی یاد میں ''سلام چیئر'' قائم کی گئی ہے۔ یونیورسٹی کے چیف لائبریرین عبدالوحید بے حد محنتی اور جدید سائنسی بنیادوں پر کام کرتے ہیں اور ہر وقت اس تلاش میں رہتے ہیں کہ گورنمنٹ کالج سے تعلق رکھنے والی نادر اشیاء اور کتابیں کہاں سے مل سکتی ہیں۔ عبدالوحید نے اس موقع پر بتایا کہ یونیورسٹی کی لائبریری میں اس وقت بے شمار ادیبوں، سائنسدانوں اور دانشوروں کی ذاتی لائبریریوں کی نادر کتب پہنچ چکی ہیں۔ ابھی کئی مشاہیر نے وصیت کر رکھی ہے کہ ان کی لائبریریاں جی سی یونیورسٹی کو منتقل کر دی جائیں۔ اس کے علاوہ ''نقوش'' کی پوری فائل اور وہ تمام مخطوطے جو اس مجلّے کے ذخیرے میں موجود تھے، یونیورسٹی میں آ چکے ہیں۔ بے شمار ادیبوں کے ہاتھ کے لکھے مسودے اور خطوط بھی آرکائیو میں جمع ہو چکے ہیں۔ اس طرح بعض یادگار قیمتی اشیاء بھی یہاں موجود ہیں، گویا جی سی یونیورسٹی کا اپنا میوزیم بن چکا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کتابوں سے محبت کرنے والی علمی اور تخلیقی شخصیات اور ان کے اہلِ خانہ کو اس بات کا اعتماد ہے کہ یہ قیمتی اثاثے جی سی یونیورسٹی میں نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ صدقہ جاریہ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس وقت یونیورسٹی میں ہر مضمون پر ایسی نادر کتابیں موجود ہیں کہ ہر سطح پر تحقیقی کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔ وائس چانسلر خالد آفتاب صاحب آج کل جی سی یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والی بڑی شخصیات کے پورٹریٹ جمع کر رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ہمارے وزیر اعظم شوکت عزیز صاحب نے بنگلہ دیش کے نوبل انعام یافتہ محمد یونس کو پاکستان آنے کی دعوت دی ہے جو انہوں نے قبول کر لی ہے اور وہ پاکستان کا دورہ کرنے والے ہیں۔ ہم ان سے پاکستان میں غربت دور کرنے کا نسخہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، پہلے بھی ہم نے مہاتیر محمد سے اسی طرح کا نسخہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی نسخہ ہمیں دے بھی دیں لیکن وہ عناصر یا وہ طبقے جو ملک کے غریب عوام کو غریب سے غریب تر بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان پر قابو پانے کا نسخہ ہمیں کون دے گا؟ اب تو غربت کے ہاتھوں خودکشیوں میں پڑھے لکھے بھی شریک ہو چکے ہیں۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب، محمد یونس کو اپنا مشیر رکھ لیں اور کچھ عرصے کیلئے ان کی خدمات حاصل کر لیں۔ لیکن اس کی شاید ضرورت نہ پڑے کہ ہمارے وزیر اعظم خود ماہر مالیات ہیں۔ ہماری ان سے صرف اتنی گزارش ہے کہ جب وہ بنگلہ دیش کے عظیم سپوت کا استقبال کریں تو اپنے ملک کے عظیم سپوت ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی یاد کر لیں اور قومی سطح پر انہیں تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام کے نام پر نہ تو کوئی اہم سڑک ہے، نہ کوئی اہم ادارہ ہے، نہ کوئی ایسی عمارت ہے جس سے ان کو خراج عقیدت پیش کیا جا سکے۔ ہم اپنے قومی دنوں پر ڈاکٹر عبدالسلام کو کسی بھی جگہ رکھنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے ہیرو صرف 1947ء سے پہلے کے ہیرو ہیں، کیا 1947ء کے بعد ہم نے ہیرو پیدا کرنے بند کر دیئے ہیں۔........ (ماخوذاز: روزنامہ جنگ 24 جنوری 2007ء)

انّی مھین من اراد اھانتک

(جس نے تیری تذلیل کا ارادہ بھی کیا میں اسے خود ذلیل و رُسوا کروں گا۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا الہام کی مؤرد ان گنت مثالیں موجود ہیں۔ انہیں میں سے ایک جنرل ضیاءالحق جیسا شدید معاندِ احمدیت شخص بھی تھا۔ جس نے احمدیت دشمنی میں ہر حربہ آزمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ میں اسے انتباہ فرمایا کہ اگر وہ اپنی روش سے باز نہ آیا تو خدا تعالیٰ کی تقدیر ضرور حرکت میں آئے گی اور بالآخر دنیا اسے حقارت سے یاد کیا کرے گی۔ اس انتباہ کی عملی تصویر جنرل ضیاء کی موت کے بعد مسلسل دنیا کے سامنے آرہی ہے۔ ذیل میں ایک پاکستانی صحافی مرتضٰی انجم کی کتاب: ''پاکستان میں فوجی حکومتیں'' کا ایک باب بعنوان: ''جنرل ضیاءالحق کی بدعنوانیاں'' پیش کیا جا رہا ہے۔ جو مندرجہ بالا الہام کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جوہر میر کے بقول ضیاالحق 11 سال تک اسلام کے نام پر اپنے آپ کو نافذ کرتا رہا۔ جنرل ضیاالحق نے اقتدار سنبھالنے کے بعد 10 جولائی 1977ء کو سزاؤں کے 14 ضابطے جاری کئے جن میں اسلامی سزاؤں کے نام پر مختلف جرائم پر قید اور کوڑوں کی سزائیں دی گئیں تھیں مثلاً چوری کے مجرم کا ہاتھ کاٹنے یا پانچ برس قید یا دونوں سزائیں دی جا سکتی تھیں۔ خواتین کی بے حرمتی چھیڑ چھاڑ کرنے یا اشارے بازی کرنے پر 10 برس قید با مشقت یا 30 کوڑے یا دونوں سزائیں تعلیمی اداروں میں ہڑتالوں ایجی ٹیشن یا سیاسی سرگرمیوں کی ممانعت کردی گئی اس کی خلاف ورزی پر 5 برس قید با مشقت یا مختلف طبقوں فرقوں کے مابین منافرت پھیلانے یا عناد کا موجب بنے یا اس قسم کے لٹریچر کی تقسیم اشاعت طباعت یا معاونت 10 برس قید یا تیس کوڑے یا دونوں سزائیں دی جا سکتی تھیں۔

شروع میں چوری کے مجرموں کے ہاتھ کاٹنے کی سزائیں دی گئیں لیکن جلد ہی حکومت کو خیال آگیا کہ بھوک اور افلاس کی ماری ہوئی قوم طویل مشقت کے باوجود بھی پیٹ بھر کر روٹی نہ کھا سکے گی تو پھر چوری ہی کرے گی۔ ان حالات میں ان کو سزا دینا اسلام نہیں خلاف اسلام ہے چنانچہ مجرموں کے ہاتھ کاٹنے کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔

عوام کو خوفزدہ کرنے کیلئے مجرموں کو سرعام کوڑے مارے گئے لوگوں کو دعوت دی جاتی معززین کو کرسیاں اور مشروبات پیش کئے جاتے۔ مجرم یا ملزم کو ٹکٹکی پر باندھ دیا جاتا اور اس کے منہ کے پاس ٹکٹکی پر مائیکروفون منسلک کر دیا جاتا اور لاؤڈ سپیکر کا رُخ حاضرین کی طرف کر دیا جاتا۔ مجرم کی ننگی پیٹھ پر جب کوڑا لگتا تو بے اختیار منہ سے چیخ نکل جاتی۔ جو لاؤڈ سپیکر پر دو چند ہو کر دلدوز گونج کے ساتھ پھیلتی اور بعض اوقات کوئی دل جلا منہ پھٹ مجرم کوڑے کھا کر ہائے کہنے کے بجائے حکام کی شان میں گستاخی کے کلمات بکنے لگتا۔ چنانچہ لاؤڈ سپیکر لگانے کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔

اسی طرح چند ایک سرعام پھانسیاں بھی دی گئیں بعض مجرم زندگی کے آخری لمحات تک دہائی دیتے رہے کہ وہ بے گناہ ہیں۔ اس نازک مرحلے پر کوئی جھوٹ بولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن بے گناہوں کو پھانسیاں دی گئیں وہ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے تختہ دار پر جھول جاتے لوگ اس کی شجاعت پر عش عش کرتے اسی طرح مجرم کے بجائے شہادت کا درجہ حاصل کرنے والے ہیرو کا تصور ابھرتا یہ بات بھی ارباب اختیار کی طبیعت پر گراں گذرتی چنانچہ یہ عام پھانسی دینے کا سلسلہ بھی بند کر دیا گیا۔

مجاہد حسین کے بقول "ضیاالحق کی شخصیت میں بیک وقت ایک ابن الوقت چالاک 'وعدہ خلاف' بدعنوان اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان کے تمام اوصاف یکجا ملتے ہیں۔ ضیاالحق نے نوے دن میں انتخابات کرانے کا وعدہ کیا لیکن موصوف گیارہ سال چوالیس دن تک پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہے"۔ وہ شور تو اسلام نافذ کرنے کا مچاتے رہے لیکن زور پیپلز پارٹی کو کچلنے پر لگاتے رہے۔ وہ احتساب کے نام پر پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو قید و بند اور کوڑوں کی سزائیں دیتے رہے۔ بھٹو کو ختم کرنے کیلئے نواب محمد احمد خان بنام بھٹو مقدمہ قتل کو نئے سرے سے شروع کر لیا اور بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔ تاکہ پیپلز پارٹی انتشار کا شکار ہو جائے۔ اور مارشل لاء کے مقابلے میں مضبوط اپوزیشن نہ ابھر سکے۔ لیکن شخصیات کے ختم ہونے سے نہ تو پارٹیاں ختم ہوتی ہیں نہ نظریات چنانچہ طویل عرصہ تک ظلم و ستم سہنے کے باوجود 10 اپریل 1986 کو جب بے نظیر جلاوطنی ختم کر کے لاہور آئیں۔ تو لاکھوں کی تعداد میں عوام استقبال کیلئے نکل آئے۔

ضیاالحق نے سیاستدانوں کو قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ وہ 90 دن میں انتخابات کا وعدہ پورا کریں گے لیکن "وہ وعدہ ہی کیا جو ایفا ہو جائے" کے مصداق کئی وعدے پورے نہ کر سکے آخر ایم آر ڈی کی طویل جدوجہد نے انہیں انتخابات کروانے پر مجبور کر دیا لیکن اس سے پہلے انہوں نے ایک ریفرنڈم کے ذریعے خود کو پانچ سال کیلئے صدر منتخب کر لیا اور اسمبلی کا اجلاس بلانے سے پہلے آٹھویں آئینی ترمیم کے ذریعے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔

صدارتی ریفرنڈم قوم کے ساتھ ایک سنگین مذاق تھا۔ جس کے خلاف کسی کو بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں تک نے ووٹ کا استعمال کیا تب کہیں زیادہ سے زیادہ دس فیصد ووٹ کاسٹ ہوئے جسے سرکاری مشینری نے 60 فیصد بتایا۔ سوال کا

خلاصہ یہ تھا کہ اگر آپ پاکستان میں اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں تو آپ نے ضیاالحق کو پانچ سال کیلئے صدر منتخب کر لیا ہے۔

جنرل ضیاالحق نے پہلے ایک لیگل فریم ورک آرڈر دیا اس کے تحت غیر جماعتی انتخابات کروائے جس سے ایک بے اختیار اسمبلی معرض وجود میں آئی جس کو بعد میں سرکاری مسلم لیگ کی شکل دی گئی۔ ضیاالحق نے اس بے اختیار اسمبلی سے بھی خطرہ محسوس کیا اور بدعنوانیوں کے الزام لگا کر حکومت برطرف کر دی گئی بعد میں ضیاالحق نے جو کابینہ تشکیل دی اس میں اسی بدعنوان کابینہ کے آٹھ ارکان بھی شامل تھے۔

جنرل ضیاالحق نے زکوٰۃ و عشر کا آرڈیننس بھی جاری کیا جس کے نتیجے میں پاکستان میں فرقہ وارانہ جنگ کا آغاز ہوا۔ سرمایہ دار طبقوں نے خود شیعہ ظاہر کرنا شروع کر دیا اور گھروں میں مجلسیں کرانی شروع کر دیں۔

ضیاء دور میں کلاشنکوف کلچر کی ابتداء ہوئی۔ ہیروئین کی بین الاقوامی سطح پر سمگلنگ کا آغاز ہوا۔ اقرباء پروری، رشوت خوری اور پلاٹوں کی سیاست اپنے عروج پر رہی۔ من پسند جرنلسٹوں کو مراعات دی گئیں ارکان پارلیمنٹ کو قیمتی پلاٹ دیئے گئے۔

1978ء میں ری کنڈیشنڈ کاروں کا ایک سکینڈل منظر عام پر آیا۔ 50 ہزار کاریں جعلی دستاویزات کے ذریعے ایسے لوگوں کے نام سے منگوائی گئیں جن کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اس سکینڈل میں ضیاالحق کابینہ کے وزیر میاں زاہد سرفراز نے کروڑوں روپے کمائے۔

ایک اور وزیر مصطفےٰ گوکل نے پاکستان شپنگ کارپوریشن کے جہازوں کی خرید و فروخت میں صدر ضیاالحق کی منظوری سے بھاری کمیشن وصول کیا۔

واپڈا کے ایک جنرل نے 50 کروڑ روپے تک رشوت حاصل کی اور دوسرے ملک میں سفیر بنا کر بھیج دیئے گئے۔

بعض میجر منشیات کی سمگلنگ میں گرفتار ہوئے بہت سے فوجی افسروں نے امریکہ اور دوسرے ممالک میں جائیدادیں بنائیں۔ خاص طور پر جنرل فضل حق منشیات اور اسلحہ سمگلنگ میں بین الاقوامی سطح پر بہت مقبول ہوئے۔

چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی سردار زادہ محمد علی شاہ کے بقول پاکستان کے بعض حکام بیرونی سودی کاروبار میں اپنی کمیشن عبادت سمجھ کر وصول کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے جاگیرداروں کے ذمہ کروڑوں کے قرضے معاف کر دیئے گئے۔ ان کے نام اور کوائف تک عوام سے خفیہ رکھے گئے۔

افغانستان میں جہاد کے نام پر ضیاالحق اور ان کے ساتھیوں نے اربوں روپے کمائے۔ ان کے خاندان اس وقت ایشیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

ضیاء دور کی بدعنوانیوں کی تفصیل خاصی طویل ہے جس کا احاطہ کرنا یہاں ممکن نہیں آخر میں ایک ڈرامے کا ذکر کرتا چلوں جو اسلام آباد کی سڑکوں پر کھیلا گیا۔

صدر ضیاء الحق کو خیال آیا کہ قوم کو سادہ زندگی گذارنے کا سبق دیا جائے لیکن ضروری ہے کہ پہلے خود سادگی کا عملی نمونہ بن کر دکھایا جائے۔ منصوبہ یہ تھا کہ صدر صاحب روزانہ چند کلو میٹر تک سائیکل پر سفر کیا کریں۔ دوسری طرف انہیں ہر وقت اپنی جان کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ لیکن یہ ڈرامہ کرنا بھی ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ انہوں نے دوران سفر سائیکل اپنے تحفظ کیلئے امریکہ کے انتہائی تربیت یافتہ کمانڈوز کی خدمات حاصل کیں اس طرح محترم ضیاالحق کی سائیکل سواری کے ایک ایک پیڈل پر لاکھوں خرچ ہو رہے تھے کئی روز تک یہ سواری جاری رہی۔ درباری وزراء داد و تحسین کے دریا بہا رہے تھے۔ آخر کئی روز کے بعد غیر ملکی کمانڈوز نے ان کی سواری کے تحفظ سے معذوری ظاہر کر دی۔ اس طرح یہ سواری اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ لیکن اس وقت تک قوم کو کروڑوں روپے کا ٹیکہ لگ چکا تھا۔

ماخوذ از:

"پاکستان میں فوجی حکومتیں"۔ مصنفہ: مرتضیٰ انجم۔

شائع کردہ: مکتبہ الشعور۔ یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار لاہور۔

صفحہ: ۱۷۴ تا ۱۷۷ (مطبوعہ سنہ ۲۰۰۱ء)

☆☆☆☆☆☆

مرگِ ضمیر

دوسروں کو سچ کی، وہ تلقین بھی کرتے رہے
اور خود سچائی کی توہین بھی کرتے رہے

دیتے آئے احترام زندگی کا درس بھی
زندہ لوگوں کی مگر تکفین بھی کرتے رہے

سادگی کو اپنا نصب العین ٹھہراتے رہے
قصر شوکت کی مگر تزئین بھی کرتے رہے

کہتے آئے مسلک اسلاف کا خود کو امیں
ان کی سب اقدار کی تدفین بھی کرتے رہے

درد مندی اور غم خواری پہ مضموں بھی لکھے
اور پھر احباب کو غمگین بھی کرتے رہے

دلنشیں تقریر بھی کی، امن کے موضوع پر
اور خود حالات کو سنگین بھی کرتے رہے

بھائی چارے کی اپیلیں کرنے والے، شہر کو
بھائیوں کے خون سے رنگین بھی کرتے رہے

﴿ اخلاق عاطف ﴾

قصہ دل کی جراحت کا!

خوامخواہ ٹورنٹوی کے قلم سے

کالم ہذا تحریر میں لانے کیلئے کسی نا گُفتنی کی تلاش میں تھا۔اسی دوران ایک صاحب نے بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی ویب سائیٹ پر شائع شدہ ایک خبر کی کاپی اِس خواہش و امید کیساتھ تھما ڈالی کہ شائد ع یہ مٹی کسی ٹھکانے لگے...!اپنی علمی کم مائیگی کے باوجود خبر کے متن میں دو معروف لیڈروں کی جُملے بازی سے جہاں ذہن لُطف اندوز ہوتا رہا وہاں بیشمار واقعات کا ریلہ بھی ذہن سے ٹکراتا رہا۔

واقعات کی جو پہلی لہر ذہن سے ٹکرائی وہ خود بی بی سی کے ادارے کے متعلق تھی۔بی بی سی اگرچہ خبروں اور تجزیوں کے حوالے سے دنیا کا معتبر اور غالبًا سب سے زیادہ سنا، دیکھا اور اب پڑھا جانے والا مخابراتی ادارہ ہے۔تاہم بدحواسیاں کہاں نہیں ہوتیں۔ یاد آیا کہ 1965ء کی جنگ کے موقع پر جب بھارت کے جنرل چوہدری نے چھ ستمبر کو لاہور پر اچانک حملہ اس ارادے و پلان کیساتھ کیا تھا کہ اس روز شام کو پینے پلانے کا شغل لاہور کے مشہور جمخانہ کلب میں پہنچ کر کیا جائے گا تو بی بی سی نے بھی اُسی روز بلا تصدیق یکطرفہ خبر نشر کر دی کہ بھارتی سورماؤں نے آج لاہور پر قبضہ کر لیا ہے....!خبر چونکہ بہت اہم مگر بے پیندہ بھی تھی۔لہٰذا بی بی سی نے پھر ہوا کی لہروں پر غلط خبر نشر کرنے پر معافی بھی مانگی تھی۔ویسے عام تأثر یہی ہے کہ بی بی سی ایسا کرتی نہیں۔اسی ضمن میں ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ایک مرتبہ بی بی سی پر کوئی مذہبی پروگرام نشر ہونا تھا۔پروڈیوسر ایک پادری کا انٹرویو ریکارڈ کرنے چرچ پہنچا تو دیکھا کہ پادری ''اعترافِ گناہ'' کی کھڑکی پر بیٹھا ہے اور لوگ باری باری آ کر اعترافِ گناہ کر رہے ہیں۔پروڈیوسر بھی لوگوں کی لائن میں لگ گیا۔جب باری آئی تو پروڈیوسر بولا:

''فادر!میں بی بی سی کا نمائندہ ہوں اور معذرت چاہتا ہوں کہ آپ کو زحمت دی...''

ابھی وہ بات پوری کہہ نہ پایا تھا کہ پادری نے بات کاٹتے ہوئے کہا:''میرے بیٹے!تم نے عظیم کام کیا ہے۔ورنہ بی بی سی جیسے ادارے کو کہاں ''اعترافِ گناہ'' کی ہمت ہوتی ہے!!''

یہ چُٹکلا تو یونہی ضمناً یاد آ گیا۔اب چلتے ہیں بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی مذکورہ بالا خبر کی طرف جسے لاہور سے بی بی سی کے نمائندے عدنان عادل نے تحریر کیا۔ویسے ٹورنٹو سے شائع ہونے والے دو اردو اخبارات (اخبارِ پاکستان اور حالِ پاکستان) میں بھی یہی خبر نظر سے گزری تھی۔مکمل خبر ملاحظہ ہو:-

''ان دنوں لاہور میں حکومتِ پنجاب کے مہمان مولانا فضل الرحمٰن کے دل کا چرچا ہے۔مولانا جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ اور قومی اسمبلی میں قائد حزبِ اختلاف ہیں وہ لاہور میں سات کلب روڈ پر رہائش پذیر ہوئے جو کبھی وزیر اعلیٰ پنجاب کی سرکاری قیام گاہ اور مرکزی دفتر تھا۔

اب وزیر اعلیٰ کا دفتر آٹھ کلب روڈ پر منتقل ہو چکا ہے۔سات کلب روڈ پر وزیر اعلیٰ کا مددگار سٹاف بیٹھتا ہے اور اس کے کمرے مہمان خانے کا کام دیتے ہیں۔

یکم فروری کو لاہور کے ایک مہنگے نجی طبی ادارے ''ڈاکٹرز ہسپتال'' میں مولانا کے دل کا معائنہ ہوا تو پتہ چلا کہ ان کے دل کی ایک شریان بند ہے۔

اسی شہر میں حکومت کے تحت چلنے والا پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی بھی ہے جہاں عوام الناس کے دل کا علاج ہوتا ہے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی کے ذاتی دوست اور معالج ڈاکٹر مبشر احمد کو امریکہ سے بلوایا گیا کہ وہ مولانا کے دل کی ڈاکٹرز ہسپتال میں انجیو پلاسٹی کریں۔ انہوں نے کامیابی سے مولانا کے دل میں سٹنٹ ڈالے۔

سابق صدر فاروق لغاری، سینٹ میں قائد ایوان وسیم سجاد اور چیرمین سینٹ میاں محمد سومرو کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی بھی مولانا کی عیادت کے لیے ہسپتال گئے۔

پرویز الٰہی نے مولانا سے بے تکلف باتیں کیں۔عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے مولانا کے دل کی سرجری کے بعد ان سے کہا کہ ''اب آپ **کٹے** کھانے چھوڑ دیں''۔پنجاب میں نوجوان بھینسے کو کٹا کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وزیر اعلیٰ نے جو مولانا فضل الرحمٰن کو ہسپتال کے نیلے کپڑے پہنے دیکھا تو جملہ کسا کہ اپوزیشن ایک یونیفارم پر اعتراض کرتی ہے آپ نے دو یونیفارم پہنے ہوئے ہیں اور دونوں سیاسی رہنما کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

عیادت کے بعد پرویز الٰہی نے پریس سے بات کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سے ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات ہیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ اُن کی طبیعت ناساز ہے اور وہ انجیوگرافی کرانا چاہتے ہیں تو انہوں نے مولانا کو دعوت دی کہ وہ علاج کے لیے لاہور تشریف لائیں۔

امریکہ سے خصوصی طور پر آنے والے معالج ڈاکٹر مبشر احمد کے سرجری کرنے سے مولانا فضل الرحمٰن تو ہشاش بشاش ہو گئے لیکن اسی دوران میں سوئے اتفاق سے ڈاکٹر مبشر احمد کے والد چودھری اسلم احمد ڈسکہ میں انتقال کر گئے۔ وصیت کے مطابق ان کی تدفین چناب نگر (ربوہ) میں احمدیہ قبرستان بہشت خضریہ (''بہشتی مقبرہ''۔ ناقل) میں کی گئی۔

مولانا فضل الرحمٰن کے دل کی سرجری سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ وہ بڑے دل کے آدمی ہیں۔

مولانا قائد حزب اختلاف تو ہیں لیکن سرکاری مہمان نوازی سے لطف اندوز ہونا پسند کرتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت کے سربراہ ہیں جو احمدیوں کے خلاف مہم چلانے والوں میں پیش پیش ہے لیکن وہ اپنا علاج اسی مسلک سے تعلق رکھنے والے معالج سے کرا سکتے ہیں۔'' (بحوالہ بی بی سی اردو۔ ڈاٹ کام)

مندرجہ بالا خبر میں جہاں تک مولانا فضل الرحمان کے دل کی جراحت کا تعلق ہے یہ کوئی ایسی انوکھی بات نہیں کہ جس پر کالم لکھا جائے۔ انسانی اعضاء اور دل وغیرہ کے اپریشن تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ فضل الرحمٰن کے والد مفتی محمود کے کوچ کر جانے کے بعد ان کے اس موقع شناس فرزندِ ارجمند کی دستار بندی کرنے والے جنرل ضیاء الحق اپنی آنکھوں کا معائنہ مشہور احمدی آئی اسپیشلسٹ جنرل نسیم احمد سے ہی کروایا کرتے تھے۔ اسی طرح اپنے دیگر اعضاء کی سرجری کیلئے جنرل کو اگر کسی ڈاکٹر پر مکمل بھروسہ تھا تو وہ بھی ایک مشہور احمدی سرجن و شاعر ڈاکٹر محمود الحسن ایمن آبادی پر ہی تھا۔ جنرل کو دیگر ڈاکٹروں کے نشتروں سے ہر وقت جان کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ البتہ احمدی ڈاکٹروں پر (احمدیہ جماعت سے شدید دشمنی رکھنے کے باوجود) مکمل بھروسہ تھا کہ یہی ایسے لوگ ہیں جو اپنے فرائض نہایت ایمانداری اور ذمہ داری سے ادا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اس حقیقت کا مولانا فضل الرحمان، چوہدری پرویز الٰہی حتیٰ کہ بعض دیگر بڑے بڑے سیاستدانوں کو بھی ادراک ہے۔ چنانچہ صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ اکرم درانی جن کا تعلق مولانا فضل الرحمان کی پارٹی ہی سے ہے، ڈاکٹر مبشر چوہدری سے مولانا فضل الرحمان کے ساتھ ہی اپنے دل کا علاج کروا چکے ہیں۔ اس خبر میں راقم کیلئے دلچسپ امر، چوہدری پرویز الٰہی (وزیرِ اعلیٰ پنجاب) کا وہ معنی خیز فقرہ ہے جو فضل الرحمان کی بیمار پرسی کے موقع پر مولانا سے کہا کہ ''مولانا! اب کٹے (''ٹین ایج'' بھینسے) کھانا چھوڑ دیں۔۔۔۔!!'' اس پُر مزاح فقرے میں کئی عنوان پوشیدہ ہیں۔ مولویوں کی حلوہ خوری یا سدا نا مکمل مساجد اور گھوسٹ مدرسوں کے نام پر چندہ خوری تو مشہور تھی ہی مگر ''کٹے خوری'' والی بات غالباً پہلی دفعہ سننے میں آئی ہے۔ چوہدری پرویز الٰہی چونکہ صوبے کے مدارالمہام بھی ہیں۔ لہٰذا انہیں چھوٹے یعنی بکری کے گوشت کے آسمان سے باتیں کرتے نرخوں کا بھی یقیناً بخوبی علم ہوگا کہ عام اور متوسط شہریوں کیلئے تین سو روپے کلو خرید کر کھانا عیاشی سے کم نہیں۔ البتہ بڑا یعنی گائے، بھینس بشمول کٹے کا گوشت چونکہ نسبتاً سستا ہے مگر اسمیں چربی کی زیادتی کے پیشِ نظر ہی انہوں نے مولانا کے تہہ در تہہ چربی والے ''نحیف و نازک'' بدن کے اندر بیمار دل کیلئے زیادہ چربی والے گوشت کے نقصانات کے خدشے کو مدِنظر رکھتے ہوئے مشورہ دیا ہوگا کہ مولانا، اب کٹے کھانے بند کر دیں!! ویسے واقفِ حال لوگوں کیلئے مولانا فضل الرحمان اور کٹے کے (سستے) گوشت والی بات حیران کن ضرور ہے کہ جو شخص:

☆ اپنے آبائی شہر ڈیرہ اسماعیل خان میں کروڑوں روپے کے تجارتی پلازوں کا مالک ہو

☆ قومی اسمبلی میں قائد حزبِ اختلاف کی حیثیت سے تنخواہ سمیت بے شمار الاؤنس لے رہا ہو

☆ بے نظیر دورِ حکومت میں ''خارجہ امور'' کی پارلیمانی کمیٹی کے چیرمین جیسی نفع مند پوسٹ پر فائز رہ کر خارجی سیر سپاٹوں کے ذریعے اَن گنت الاؤنس ہضم کر چکا ہو

☆ طالبان دورِ حکومت کے دوران بے نظیر گورنمنٹ سے افغانستان کیلئے ڈیزل سپلائی کے پرمٹ حاصل کر کے ان سے کروڑوں کما کر ''مولانا ڈیزل'' کے لقب سے پہچانا جاتا ہو۔۔۔ اسکے لئے بکرے کے گوشت کو چھوڑ کر کٹے کا سستا گوشت بے معنی سی بات ہے۔ البتہ حلوہ خوری یا مساجد اور ختمِ نبوت وغیرہ کے نام پر چندہ خوری ایسی عادت ہے کہ پاکستانی نیم مذہبی سیاسی مولویوں کے متعلق بلا تردد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ؎

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی!

چندہ خوری پر یونہی برسبیل تذکرہ عطاء اللہ شاہ بخاری کا تبصرہ یاد آ گیا۔ شاہ صاحب سے کسی نے کہا کہ شاہ جی! آپ کے کارندے ہم سے مساجد وغیرہ کے نام پر جو چندے لیکر جاتے ہیں ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ خود کھا جاتے ہیں۔ شاہ صاحب گویا ہوئے: ''برخوردار، وہ چندہ ہی کھاتے ہیں نا، سؤر کا گوشت تو نہیں کھاتے۔۔۔!! یہ کارندے دراصل ہل چلانے والے بیل ہیں۔ اگر بیل بھوکا رہے گا تو وہ کام کیسے کرے گا۔۔؟''

شاہ صاحب تحریک قیامِ پاکستان کی مخالفت اور ہندو کانگرس کی حمایت میں بھی عجیب و غریب دلائل دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایبٹ آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''کہتے ہیں ہندو ہم کو کھا جائے گا۔ مسلمان پوری بھینس کھا جاتا ہے پورا اونٹ کھا جاتا ہے۔ ہندو اُسے کیسے کھا سکتا ہے جو ایک چڑیا تک نہیں کھا سکتا....'' (حیدر آباد اور کشمیر کی ریاستیں غالباً ''چڑیا'' سے بھی چھوٹی ہیں جبھی تو بآسانی ہضم کر گیا....!!)

چندہ خوری ہی کے ذکر پر مولانا عبدالمجید سالک مدیر ''انقلاب'' کے مشہور فکاہیہ کالم ''افکار و حوادث'' بھی بے اختیار یاد آ گئے۔ مجلس احرار کے کارکنوں پر چندے کھا جانے کے الزامات لگے اور حساب کتاب رکھنے کے مطالبات کیے گئے تو اس پر شورش کاشمیری کے رسالے چٹان میں مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری کا بیان چھپا کہ ''ہم بنیئے نہیں کہ حساب کتاب رکھتے پھریں۔ دیانت ہمارے گھر کی ''لونڈی'' ہے جسے ہم پر اعتبار نہیں وہ بے شک چندہ نہ دے....'' اس پر مولانا عبدالمجید سالک نے اپنے کالم میں لکھا کہ ''کون ظالم کہتا ہے کہ دیانت آپ کے گھر کی ''لونڈی'' نہیں۔ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ آپ نے ''بے نکاحی'' رکھی ہوئی ہے....! بات مولانا سالک کے ''افکار و حوادث'' کی چل نکلی ہے تو یادوں کے آنگن میں ایک اور کالم کے الفاظ کی پھلجھڑیاں بکھرتی محسوس ہو رہی ہیں۔ محترم ایم ایم احمد صاحب کے والدِ بزرگوار حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا طریق تھا کہ آموں کے موسم میں اپنے دوستوں کو اپنے باغ کے خاص آموں کا تحفہ بھیجا کرتے تھے۔ جن میں سالک صاحب بھی تھے۔ ایک مرتبہ یہ تحفہ پا کر سالک صاحب نے اپنے کالم میں لکھا کہ.... قادیان والے، مرزا بشیر احمد صاحب کو ''قمرالانبیاء'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ ہمیں ہر سال آموں کا تحفہ بھیجا کرتے ہیں جو اتنے لذیز ہوتے ہیں کہ ان آموں کو کھا کر ہم بھی انہیں ''قمرالانبیاء'' کہنے کو تیار ہیں....!

کالم کے اختتام پر جس خبر پر قلم اٹھایا تھا مناسب ہو گا کہ اسی کے ذکر کے ساتھ قارئین سے اجازت طلب کی جائے۔ ذکر ہو رہا تھا مولانا فضل الرحمان کا۔ اس پر مولانا موصوف کے والد محترم مفتی محمود صاحب کے مشہور الفاظ بھی بے اختیار یاد آ گئے جنہوں نے سقوطِ ڈھاکہ پر یہ فتویٰ نما بیان داغا تھا کہ ''شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے۔'' اس بیان پر بچپن میں کھیل کے دوران کہے جانے والے یہ الفاظ یاد آ رہے ہیں کہ ''کٹورے پہ کٹورا بیٹا باپ سے بھی گورا''۔ اسکا نستعلیق اردو محاورہ کچھ یوں بنے گا کہ بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ مفتی صاحب کے فرزندِ ارجمند فضل الرحمان صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں پاکستان کے متعلق اپنے والد بزرگوار سے بھی بڑھ چڑھ کر ارشاد فرمایا کہ پاکستان کا قیام ''فراڈِ اعظم'' تھا۔ اب یہ بھی خدا کی دین بے دریغی اور پرویزانِ پاکستان کی شانِ بے نیازی ہے کہ پاکستان کو گناہ اور فراڈِ اعظم کہنے والے اسی فراڈِ اعظم کی بدولت سرکاری مہمان نوازیوں اور سرکاری علاج معالجوں کے ساتھ ساتھ کروڑوں میں کھیل رہے ہیں۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر دلچسپ بات یہ ہے کہ حقوقِ نسواں بل کی منظوری کو اپنے ایمان و عقیدے کا مسئلہ سمجھ کر اسمبلیوں سے استعفیٰ دینے کا عزم ظاہر کرنے والے بالآخر اسے حزبِ اقتدار والوں کے ایمان کی کمزوری جتلا کر اسمبلیوں کی ممبری سمیت، بھاری الاؤنسز اور (انڈر دی ٹیبل یعنی اندھیرے سویرے) حاصل ہونے والے فوائد، انڈوں پر بیٹھی ''کُڑک'' مرغی کی مانند صاف بچا لے گئے.... گویا ع رند کے رند رہے اور ہاتھ سے مسلمانی بھی نہ گئی! البتہ حیرت آتی ہے پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام مرحوم پر کہ بھٹو نے احمدیوں کو ''ناٹ مسلم'' قرار دیا تو سائنسی مشیر جیسے وقیع عہدے سے فی الفور استعفیٰ دے دیا لیکن اپنے ایمان و عقیدے سے ایک انچ پیچھے ہٹنا گوارہ نہیں کیا۔ شائد اسکی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ وہ اور ان کے بزرگ پاکستان بنانے کے ''گناہ'' میں قدمے درمے سخنے پوری طرح قائدِ اعظم کے ''شریکِ گناہ'' تھے.... نیز وہ پاکستان کو فراڈِ اعظم سمجھنے کی بجائے اسے قوموں اور ملکوں کی برادری میں مُلکِ اعظم بنانے کے متمنی و دھنی تھے.... کوئی شاعر شائد اسی لئے نصیحت کر گیا تھا کہ ؎

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا ☆ کیے جاؤ میخوارو! کام اپنا اپنا

مولانا فضل الرحمان بی بی سی کے مندرجہ بالا نمائندے کے الفاظ میں صرف بڑے دل کے ہی مالک نہیں۔ سرکاری ''کھابوں'' کے حصول کے فن میں بھی بڑے دماغ کے مالک ہیں۔ بے نظیر حکومت کو عورت کی حکمرانی کے متعلق فتوؤں سے ڈرا کر خارجہ امور کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے حاصل شدہ کھابے اور بیرونی دورے آج تک زبانِ زد عام ہیں۔ اُن دنوں مولانا خارجہ دوروں سے فرصت نکال کر کبھی کبھار سرزمینِ پاکستان کو بھی شرفِ زیارت بخشا کرتے تھے۔ البتہ بیرونی دوروں کی ایک آدھ یادیں آج بھی حافظے میں محفوظ ہیں۔ جرمنی کے دورہ کے دوران جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے، جاتے ہوئے کمرے کی چابی اور اسکا بل (جو ہزاروں مارک بن گیا تھا) ادا کیے بغیر پنجابی محاورے کے مطابق ''چِیٹ وَٹ کر'' امریکہ روانہ ہو گئے۔ ہوٹل والوں نے پاکستان ایمبیسی اور پی آئی اے سے تقاضا کیا۔ مگر کوئی بھی ادائیگی پر متفق نہ ہوا۔ آخر قونصلیٹ جنرل کی درخواست پر ایک احمدی بزنس مین نے وطنِ عزیز کی نیک نامی کی خاطر ادائیگی کر دی.... ایک دفعہ امریکہ گئے اور وہاں مسئلہ کشمیر پر بریفنگ کیلئے پریس کانفرنس بلائی۔ بدقسمتی سے چند ایک گورے صحافی بھی آ گئے۔ انہوں نے انگریزی میں سوال کیے تو مولانا

جو کبھی ہائی سکول کے آگے سے بھی نہیں گزرے تھے انگریزی میں کیا جواب دیتے؟ سُبکی ہوئی تو حسبِ روایت، روایتی نسخہ استعمال کرتے ہوئے سارا ملبہ قادیانیوں پر ڈال دیا کہ ان کی ''سازش'' سے پریس کانفرنس ناکام رہی۔ کالم یہاں تک پہنچا تھا کہ عطاء الحق قاسمی کا روزنامہ جنگ میں مولانا موصوف کے دل کی سرجری کے متعلق ایک دلچسپ کالم نظر سے گزرا۔ قارئین کی ضیافتِ طبع کیلئے پیش ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی اگلے شمارے تک اجازت۔

''مولانا فضل الرحمن اور وزیر اعلیٰ سرحد اکرم درّانی ''دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر'' ہسپتال پہنچے تو پنجاب کے وزیر اعلیٰ چوہدری پرویز الٰہی نے ان کی عیادت کے دوران ہسپتال کی طرف سے مہیا کئے گئے ان کے نیلے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اپوزیشن ایک یونیفارم پر اعتراض کرتی ہے آپ نے دو یونیفارم پہنے ہوئے ہیں''۔ اس دلچسپ جملے پر دونوں رہنما ہنس پڑے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا فضل الرحمن نے چوہدری صاحب سے پوچھا ''انجو پلاسٹی کے دوران نمازوں کا کیا بنے گا؟''۔ چوہدری صاحب نے جواب دیا ''آپ اشاروں سے نماز پڑھ سکتے ہیں''۔ اس پر مولانا فضل الرحمن نے مسکراتے ہوئے کہا ''چلیں ہم بھی دو دن سرکاری روشن خیالی کا مظاہرہ کرلیں گے''۔

یہ دو تین مکالمے مجھے بہت اچھے لگے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ ان کے حوالے سے کالم ضرور لکھنا چاہئے۔ اگرچہ میرا جی چاہتا تھا کہ سیاست کے شدید کشیدہ ماحول میں اس طرح کی جملے بازی کچھ مزید ہوتی تا کہ اعصاب کو کچھ تو سکون ملتا لیکن لگتا ہے چوہدری پرویز الٰہی ایک جملے کے بعد ڈر گئے کہ وہ جانتے ہیں مولانا حضرات جب جوابی حملے کرتے ہیں تو آگے پیچھے اور دائیں بائیں چاروں جانب سے کرتے ہیں۔ یہ مولانا حضرات پبلک میں جتنے سنجیدہ اور ثقہ لگتے ہیں نجی محفلوں میں اتنے ہی زندہ دل دکھائی دیتے ہیں۔ اکثر اوقات ان کی جملہ بازی خاصی غیر شرعی نوعیت کی ہوتی ہے۔ یہ کتھارسس کا ایک بین الاقوامی ذریعہ ہے۔ چنانچہ مولوی حضرات اس فارمولے کے ذریعہ بھی اپنے دل کا بوجھ ہلکا نہ کریں تو وہ ہماری زندگیاں مزید اجیرن بنا سکتے ہیں۔

اگرچہ ہنسی مذاق کی باتوں کے حوالے سے کوئی سنجیدہ نتیجہ تو نہیں نکلنا چاہئے اور میرا ایسا کوئی ارادہ بھی نہیں تاہم ایک دو ہلکے پھلکے سے سوال ذہن میں ضرور ابھرے ہیں جن کا اظہار ضروری ہے۔ مثلاً جب چوہدری پرویز الٰہی نے دو یونیفارموں والا جملہ کسا تو انہوں نے اس کا ہدف مولانا فضل الرحمن کو نہیں بنایا بلکہ کہا کہ اپوزیشن ایک یونیفارم پر اعتراض کرتی ہے۔ گویا چوہدری صاحب رازہائے درون خانہ سے واقف ہونے کی وجہ سے جانتے ہیں کہ اپوزیشن اور ''اپوزیشن لیڈر'' دو مختلف چیزیں ہیں ورنہ وہ اپوزیشن کا نام لینے کی بجائے براہِ راست مولانا فضل الرحمن سے کہہ سکتے تھے کہ آپ یونیفارم کے خلاف ہیں۔ اس حوالے سے ایک دوسری مزیدار بات یہ ہوئی کہ مولانا فضل الرحمن اب شرعی مسائل پر بھی حکومت سے رہنمائی لینے لگے ہیں۔ اس کا ثبوت ان کا چوہدری پرویز الٰہی سے یہ پوچھنا ہے کہ علالت کے دنوں میں نمازوں کا کیا بنے گا اور اس استفسار پر ''مفتی'' پرویز الٰہی نے بھی بخل سے کام لینے کی بجائے فتویٰ دیا کہ آپ اشاروں میں نماز ادا کرسکتے ہیں۔ ''فتویٰ'' حسب حال تھا کیونکہ مولانا کے لئے اشاروں سے کوئی بھی کام لینا بہت آسان تھا۔ وہ تو بہت عرصے سے امریکہ کو بھی اشاروں کنایوں میں کہہ رہے ہیں کہ ہماری وضع قطع پر نہ جاؤ، جو کام تم پرویز مشرف سے لے رہے ہو وہ کام ہم بھی کرسکتے ہیں۔

خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صحت یابی کے بعد ''اپوزیشن لیڈر'' مولانا فضل الرحمن وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی کی سرکاری رہائش گاہ میں منتقل ہو گئے۔ ایک بادشاہ کو دوسرے بادشاہ کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہئے تھا۔ چوہدری صاحب پنجاب کے بادشاہ ہیں اور مولانا صوبہ سرحد اور ففٹی پرسنٹ بلوچستان کے بادشاہ ہیں۔ ویسے بھی یہ بات رواداری، مروت اور وضعداری کی ذیل میں آتی ہے۔ مولانا فضل الرحمن مدظلہ العالی یوں بھی دل کے نرم ہیں اور ان کی آنکھوں میں شرم ہے۔ آئین میں سترھویں ترمیم اسی دل کے نرم اور آنکھوں میں شرم ہونے کا نتیجہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا مظاہرہ آنے والے دنوں میں بھی کیا جائے گا۔

یہ کالم اپنے اختتام کو پہنچنے والا تھا کہ اس دوران اچانک کچھ احساس ندامت ہوا۔ میں نے سوچا کہ ہم کیوں علماء کو ان کے حجروں میں بند کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان سے کیوں توقع رکھتے ہیں کہ وہ حکمرانوں کی چوکھٹ پر نہ جائیں، اقتدار کے لئے جوڑ توڑ نہ کریں، پبلک میں کیئے گئے اپنے وعدوں سے نہ مکریں۔ ہم ان سے کیوں اس امر کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ سیاسی ہیر پھیر کا حصہ بننے کی بجائے اسلام کو نئے علوم و فنون کے حوالہ سے جو خطرے درپیش ہیں وہ مدرسوں میں ان کا حل تلاش کریں۔ ہم انہیں کیوں قرونِ اولیٰ کے علماء کے معیار پر جانچتے ہیں۔ آخر وہ بھی انسان ہیں، ان کی بھی کچھ خواہشیں ہیں مگر ہم کیوں ان کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم سے زیادہ ہم میں عیب تلاش کرتے ہیں''۔ (روزنامہ ''جنگ'' 6 فروری 2007ء صفحہ 5)

دعوتوں میں تکلّفاتِ بیجا و پُرخوری --- دراصل --- ''دعوتِ امراض'' ہے....!

﴿تحریر: ہومیو ونیچرل پیتھک ڈاکٹر مظہر۔ ٹورنٹو﴾

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مہمانی و میزبانی سے یا باہم مل کر کھانے پینے سے بہت سی برکات وابستہ ہیں۔ اخوت، محبت، قربت و وحدت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دلوں کے زنگ کدورتیں، رنجشیں، بغض، کینے دور ہوتے ہیں۔ اسلام میں کُلُوْا جَمِیْعاً (مل جل کر کھانا) پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ولیموں (دعوتوں) کے انعقاد سے مومنوں کو مذکورہ غرض کے حصول کے لئے ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے۔

دینِ فطرت (اسلام) کے علاوہ دیگر بیشتر مذاہب میں بھی اسے پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ معاشرتی و ثقافتی اعتبار سے بھی اس فعل کو بہت قابلِ تحسین سمجھا گیا ہے۔

تاہم ہمارے معاشرے میں بعض ایسے عوامل راہ پا گئے ہیں کہ اس احسن فعل کی غرض و غایت نہ صرف نیست و نابود ہو کر رہ گئی ہے بلکہ ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن سے صحت و تندرستی متاثر ہوتی ہے اور دیگر معاشی و معاشرتی نوعیت کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اب ہم ذیل میں ایسے عوامل کا ذکر کرتے ہیں۔

پُر تکلّف کھانوں کا دسترخوان:

جہاں دینِ فطرت یعنی اسلام نے باہم مل جل کر کھانے پینے کا تاکیدی ارشاد فرمایا ہے، وہاں بیجا تکلّف سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت رسولِ خدا ﷺ کے مشہور صحابی حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں:

اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَن لَا نَتَكَلَّفَ لِلضَّيْفِ مَالَيْسَ عِنْدَنَا وَاَنْ تَتَقَدَّرَ اِلَيْهِ مَا حَضَرَنَا ٥

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جو ہمارے پاس نہ ہو اس کے لئے مہمان کی خاطر تکلّف نہ کیا کریں بلکہ جو کچھ موجود ہو وہ اس کے سامنے پیش کر دیا کریں۔

حدیث کی کتاب ''الطبرانی'' میں یہی موضوع دو ایک لفظوں کی تبدیلی کے ساتھ یوں مذکور ہے:۔

نَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَن لَا نَتَكَلَّفَ لِلضَّيْفِ مَالَيْسَ عِنْدَنَا ٥

جو ہمارے پاس نہ ہو مہمان کی خاطر اس کے لئے تکلّف کرنے سے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ بسا اوقات ہم ایسے تکلّفات میں پڑ جاتے ہیں کہ مہمان ان سے الگ شرمندہ ہوتا ہے اور ہم الگ پریشان اور اس کے نتیجہ میں مہمان جو فرشتۂ رحمت بن کر آیا تھا، اُسے ہم بلائے جان سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نباضِ فطرت تھے۔ چنانچہ آپؐ نے مہمان کی خاطر تکلّفات کی ممانعت کی اور ساتھ ہی اس کی حکمت بیان فرما دی۔ فَتَبْغَضُوْہ اس سے بغض رکھنا شروع کر دو گے اور جس کسی نے مہمان سے بغض رکھا گویا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جو اللہ سے بغض رکھے گا، اللہ اس سے بغض رکھے گا۔

حضور پاک ﷺ کا ذاتی اسوۂ حسنہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

حضور پاک ﷺ کا کھانا اس قدر سادہ ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ روٹی کے ساتھ صرف سرکہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ کتنا اچھا سالن ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دفعہ روٹی کے ساتھ نمک اور سرکہ پیش کیا گیا۔ آپؓ نے فرمایا ایک چیز اُٹھا لیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطالباتِ تحریک جدید میں سادہ کھانے کی ہدایت فرمائی اور ایک وقت میں صرف ایک کھانے کا ارشاد فرمایا اور لمبے عرصہ تک جماعت اس پر عمل پیرا رہی۔

جبکہ سادہ کھانے سے صحت اچھی رہتی ہے اور خرچ بھی کم اُٹھتا ہے۔

اس ضمن میں حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کا ایک واقعہ یاد پڑتا ہے اور مہمانی اور میزبانی کے فرائض یاد دلاتا ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ کسی ضروری کام کے سلسلہ میں شیراز سے باہر اپنے ایک دوست کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ میزبان نے نہایت پُرتکلف کھانوں سے اُن کی ضیافت کی۔ جب کھانا سامنے آتا شیخ سعدیؒ کہتے ''ہائے دعوتِ شیراز''۔ میزبان سمجھتا کہ شاید کھانا بنانے میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ وہ اگلے کھانے کے وقت اور بھی زیادہ تکلّف سے کام لیتا۔ مگر شیخ سعدیؒ کی زبان سے وہی فقرہ سنتا۔ شیخ صاحب نے چند روز قیام کیا اور واپس تشریف لے آئے۔ میزبان کے دل میں یہ بات ہمیشہ کھٹکتی رہی کہ جب بھی موقع ملا شیراز کے پُرتکلف کھانوں کو جا کر ضرور دیکھوں گا۔ کسی موقع پر اس کا شیراز جانا ہوا اور شیخ صاحب کے ہاں قیام ہوا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو شیخ صاحب نے ایک ہی سادہ کھانا پیش کیا جس سے مہمان بہت ہی حیران ہوا کہ وہ تو سمجھتا تھا کہ شیراز کی دعوتیں نہایت پُرتکلف ہوں گی۔ شیخ صاحب مہمان سے کہنے لگے میرا آپ کے ہاں زیادہ قیام کا پروگرام تھا مگر آپ کا

تکلف دیکھ کر میں نے اپنے قیام کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنا کام ادھورا چھوڑ کر واپس چلا آیا کہ اس طرح میرے دوست کو تکلف کے نتیجہ میں تکلیف ہوگی۔اب میں نے جو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا ہے اس سے مجھے کچھ بھی تکلیف نہ ہوگی اور آپ جتنا چاہیں قیام کر سکتے ہیں۔

تکلف عربی کا لفظ ہے۔اس کا مادہ "ک ل ف" ہے۔جس کے معانی تکلیف اٹھانے کے، بناوٹ اور تصنع پیدا کرنے کے ہیں۔گویا سادگی سے دور ہونے کے نتیجہ میں جہاں میزبان کو بدنی، معاشی، ذہنی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے وہاں مہمان کو بدنی کے علاوہ ذہنی کوفت بھی ہوتی ہے۔پُر تکلف کھانے کو سادہ کھانے کے مقابلہ میں ہضم کرنا بہت مشکل امر ہے۔

اور یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ پُر تکلف کھانا سادہ کھانے کے مقابلہ میں زیادہ کھالیا جاتا ہے اور یوں پُر خوری کا باعث ہو کر بیماری کا سبب بنتا ہے۔غرضیکہ پُر تکلف کھانے کو "پُر تکلیف" کہنا بے جا نہ ہوگا۔

ضمناً یہاں یہ کہنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ مہمانی اور میزبانی کے موضوع سے ہٹ کر ہمارے روزمرہ کے گھریلو دسترخوانوں پر ورائٹی جمع کرنے کا رجحان خاصا فروغ پا رہا ہے جو بالفاظ دیگر بلا شبہ امراض کی ورائٹی اکٹھی کرنے کے مترادف ہے۔جبکہ سادہ کھانا ہی صحت کے لئے مفید ہے اور اس غلط رجحان کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے۔

ایک اور قباحت:

ہمارے ہاں ایک قباحت یہ بھی ہے جب تک مہمان کو پُر تکلف کھانا پیش نہ کیا جائے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی آؤ بھگت یا قدرو منزلت نہیں ہوئی یا گویا میزبان کو اس کے آنے کی خوشی نہیں ہوئی اور یوں میزبان بھی مجبور ہوتا ہے کہ مہمان کو پُر تکلف کھانا پیش کرے۔آج اس مہنگائی کے دور میں جہاں ایک پُر تکلف کھانا تیار کرنا میزبان کے لئے معاشی طور پر بوجھ بن جاتا ہے وہاں مہمان کو بھی گوناں گوں بدنی عوارض میں مبتلا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

پُر تکلف کھانے کے ذریعہ محبت کا اظہار بھی ایک بناوٹی اظہار ہے گویا تکلیف در تکلیف، بناوٹ در بناوٹ والی بات ہے۔دراصل مہمان اور میزبان میں ایک ایسا گہرا بے تکلف رشتہ ہونا چاہئے کہ وہ اسے بے تکلفانہ کہہ سکے کہ مجھے فلاں چیز مطلوب ہے۔میں فلاں چیز کھانا پسند کروں گا۔میرے لئے فلاں چیز تیار کی جائے اور صرف ایک سادہ کھانا تیار کیا جائے۔یہ بات مہمان اور میزبان دونوں کے حق میں ہر لحاظ سے مفید ہے۔

ہم بڑے ہی وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ بے تکلف سادہ کھانا باہمی بے تکلفی اور محبت کو بڑھاتا ہے اور پُر تکلف کھانا، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے، بغض اور نفرت بڑھاتا ہے۔

اصرار کرے بیمار:

ہمارے معاشرے کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ مہمان کو کچھ نہ کچھ کھانے پینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔چاہے کھانے پینے کی یہ جبری بھرتی اُسے بالآخر بیمار ہی کر دے۔زبردستی کھلانے کا یہ اظہار بھی ایک بناوٹ ہی ہے۔ہمارے سامنے ایسی مثالیں ہیں (بلکہ بیسیوں مرتبہ خود ہمارے ساتھ ایسے ہوا ہے کہ) میزبان نے مہمان کو جبراً وحکماً کھانا کھلایا اور بعد میں بیماری کی صورت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔

بعض میزبان جبری کھانے میں ذرا نرمی برتتے ہیں تو ان کا چائے یا کسی مشروب کے جبری استعمال پر اصرار اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔"چائے سے کچھ نہیں ہوتا جی" "اس میں ہڈیاں نہیں جو گل نہیں سکتیں" "یہ تو آپ نے لازماً پینی ہے" ایک مہمان جس نے کئی دوستوں عزیزوں کو اٹینڈ کرنا ہے، قطرہ قطرہ می شود دریا کے مصداق اُسے لازماً بیمار کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں کہ مہمان کو بلا ضرورت جبراً ایک ایسی چیز کھلائی پلائی گئی جو اس کے مواقف نہ تھی اور وہ اس کے نتیجہ میں بیمار پڑ گیا۔

مہمانوں میں نہیں نہیں کا رواج:

ہمارے ہاں مہمانوں میں "نہیں نہیں" اور میزبانوں میں "کیوں نہیں" کا رواج ہے۔جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ مہمان اور میزبان میں بے تکلفی کا رشتہ ہونا چاہئے۔مہمان اور میزبان آپس میں ایسا تعلق پیدا کریں کہ مہمان سمجھے کہ میزبان "صلح" نہیں مار رہا بلکہ دل سے کہہ رہا ہے۔ہم مجبور نہ کریں وہ کچھ کھائے یا نہ۔اصرار بہر حال برا ہے۔ہمارے ہاں مہمان کو بے زبان کہا سمجھا جاتا ہے۔جب مہمان کو صلح ماری جائے وہ لازماً نہیں کرتا ہے اور ایک سے زیادہ مرتبہ کرتا ہے اور میزبان آگے سے اصرار کرتا ہے اور لازماً ایک سے زیادہ مرتبہ کرتا ہے اور یوں اصرار اور انکار کا یہ پُر تکلف و دلچسپ مکالمہ و مقابلہ شروع ہو جاتا ہے جسے بالآخر میزبان ہی جیتتا ہے۔مہمان بے چارہ اگر کچھ نہ کھائے تو میزبان کی ناراضگی کا خوف اور کھائے تو صحت کی خرابی، کرے تو کیا کرے۔بالآخر وہ اپنے جسم و جان کی قربانی پیش کر ہی دیتا ہے اور میزبان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچاتا.....!

کھانوں کی ورائٹی:

عام فہم سی بات ہے کہ جس دوکاندار کے ہاں زیادہ ورائٹی ہو، اُسے بڑا دوکاندار سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح جو میزبان کھانوں کی زیادہ ورائٹی پیش کرے، اُسے مہمان کا بڑا محب وقدر دان سمجھا جاتا ہے۔ خواہ اس کے باطنی قلبی جذبات کی کیفیت اس کے بالکل متضاد ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے ہاں معاشرے میں پائے جانے والے رواجوں کے ہاتھوں میزبان بے چارہ مجبور ہوتا ہے اور اسے اپنی محبت کے اظہار کا رکھ رکھاؤ قائم رکھنا ہوتا ہے۔

کھانوں کی ورائٹی جہاں میزبان کا کچومر نکالتی ہے وہاں مہمان کیلئے بھی مضرِ صحت ہے۔ انواع واقسام کے کھانوں کا ہضم کرنا نہ صرف ہمارے جیسے کمزور آدمی کے بس کی بات نہیں بلکہ بڑے بڑے مشاق دعوت خوروں کیلئے بھی خاصی آزمائش کا باعث بنتا ہے۔

بالخصوص آج کل دعوتوں ولیموں مین Varietyاکٹھی کرنے کی طرف رجحان بہت بڑھ گیا ہے جو نہ صرف اسراف کے باعث معاشی ومعاشرتی اعتبار سے سخت زیاں کا باعث ہے بلکہ صحت کے حوالے سے بھی اس کے بہت سے نقصانات ہیں۔

دعوتوں میں صرف سادہ کھانا ہونا چاہئے اور جو زائد رقم Variety اکٹھی کرنے پر صرف ہوتی ہے اسے زیادہ سے زیادہ غرباء کو بلا کر دعوتوں کی زینت بنانا چاہئے۔ آزما کر دیکھئے ایسی دعوتوں کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ ہماری اس درخواست پر اگر صاحب ثروت اصحاب عمل کر کے عملی نمونہ قائم کریں تو اس سے غرباء اور متوسط طبقہ کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اس احساسِ کمتری کا قلع قمع ہوگا جو انہیں یہ غلط روش اپنانے پر مجبور کرتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم کے سات سو احکام میں سے کسی ایک حکم کو بھی اپنے اوپر ٹالتا ہے، وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ (مفہوم)

زیرِ نظر مضمون میں جو باتیں ہم نے گنوائی ہیں وہ "اسراف" کی ذیل میں آتی ہیں جو قابل مواخذہ گناہ ہیں اور پھر جسم وجان بھی خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ جو شخص خدا کے اس عظیم انعام کو اپنے ہی ہاتھوں محض اپنی بے احتیاطیوں سے (صرف منہ کی لذت کی خاطر) خراب کرتا ہے وہ لاریب خدا کے احکام کی صریحاً خلاف ورزی کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان احکامات پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

دیکھئے تو کمال بوڑھوں کا

رکھنا رکھنا خیال بوڑھوں کا
پوچھنا حال چال بوڑھوں کا

خود ڈٹھا ہاتھ تھام کر ان کو
اور عصا بھی سنبھال بوڑھوں کا

اک نہ اک دن تو تم بھی دیکھو گے
دیکھتے ہو جو حال بوڑھوں کا

کر دے فارغ تُو مجھ سے پہلے اِنہیں
کام پیچھے نہ ڈال بوڑھوں کا

اس سے پہلے کہ کرتا پٹواری
ہو گیا اِنتقال بوڑھوں کا

کیا کریں گی حکومتیں اپنی
بس منائیں گی سال بوڑھوں کا

کچھ توجہ کرے اگر اولاد
جینا کیوں ہو محال بوڑھوں کا

جی رہے ہیں سہارے یادوں کے
دیکھئے تو کمال بوڑھوں کا

جب تلک سانس تب تلک ہے آس
عزم ہے بے مثال بوڑھوں کا

(ڈاکٹر حنیف احمد قمر)

ڈاکٹر سید اسلم ایف آر سی پی (ایڈنبرا) ایف اے سی سی (امریکا)

تمباکو نوشی

تمباکو کے استعمال کی ابتداء سولہویں صدی عیسوی سے ہوئی وراس موجودہ صدی میں اس کا استعمال تیزی سے بڑھا ہے۔ اس کا استعمال سگریٹ' بیڑی' حقے' نسوار اور خوردنی تمباکو کی مختلف شکلوں مین ہوا ہے۔ مغرب میں 1971ء کے بعد اس کے استعمال میں کمی آئی ہے مگر مشرق میں اس کی کمی کے کوئی آثار نہیں۔ تمباکو کھانا اور پینا ہر طبقہ میں عام ہے' البتہ گھٹیا سگریٹ نچلے طبقوں میں کثرت سے پیے جاتے ہیں۔ تمباکو کی عادت بچپن ہی سے پڑ جاتی ہے۔ جس کے ڈالنے میں ماں باپ' بہن بھائی' اعزہ واقربا' دوست احباب اور شناساؤں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اگر والدین میں سے کوئی تمباکو پیتا ہے تو بچوں میں اس کی عادت پڑنا عام ہے۔ جس طرح تمباکو پینے والے ماں باپ کو عادت ڈالنے سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا' اسی طرح تمباکو پینے والے بڑے بھائی اور بہن اپنے چھوٹوں کو اس عادت میں ملوث کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سب سے زیادہ اثر اپنے ہم عمروں کا ہوتا ہے۔ مدرسہ میں پڑھنے کے زمانے میں یہ عادت پڑنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اکثر تمباکو پینے والے نے 9 سال کی عمر سے اس عادت کا آغاز کیا۔

تمباکو میں موجود نکوٹین کا اولین اثر ناخوشگوار ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ قابل برداشت ہو جاتا ہے اور بعد میں اس پر انحصار ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ اس کی عادت پڑ جائے تو پینے میں مزہ آتا ہے۔ جس کی وجہ دماغ پر نکوٹین کا اثر ہوتا ہے۔ تمباکو کے کش کا دماغ پر اثر فوری (10 سیکنڈ میں) اور موثر ہوتا ہے۔ اس اثر کا بار بار ہونا پھر مجبور کرتا ہے کہ تمباکو کو مکرر پیا جائے اور یہ بالآخر گوارا اور پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ اس کی عادت پڑ جاتی ہے اور صحت پر اس کے مضر اثرات کا خوف جاتا رہتا ہے۔ اگر اسے ترک کرنے کی کوشش کی جائے تو بے چینی' پسینہ' بے توجہی' ارتعاش اور افسردگی طاری ہوتی ہے اور اسے پینے کے لیے بے بس کرنے والی خواہش پیدا ہوتی ہے اور جس میں نکوٹین سے افاقہ ہوتا ہے۔

نکوٹین کا کیمیائی اثر ہی تمباکو کے مسلسل استعمال کی وجہ نہیں بلکہ نفسیاتی وسماجی عوامل بھی اس ضمن میں کارفرما ہوتے ہیں۔ اس کی عادت عام معمولات زندگی کے ساتھ نتھی ہو جاتی ہے' مثلاً کھانے کے بعد' چائے کافی کے وقت' اخبار پڑھنے کے دوران' رفع حاجت سے پہلے' روز ابر وشب ماہتاب میں' دوستوں کی معیت میں گفت وشنید کے دوران اور کرب کے زیر اثر' اس کی خواہش اور عادت ہو جاتی ہے۔ یہ عادت ہاتھوں اور منہ کو خشک رکھ کر تناؤ بھی کم کرتی ہے۔ تمباکو کے لبوں تک پہنچنے کے دوران جو منازل طے ہوتی ہیں' وہ بھی اس کی عادت ڈالتی ہیں' جس طرح دیگر منشیات کی یا شراب نوشی کی عادت پڑ جاتی ہے یعنی صراحی آئے گی' سے آئے گی' تب جام آئے گا۔ گو اس زمانے میں سگریٹ پینا اور پلانا مجلسی آداب میں شامل نہیں ہے۔ مگر ایک زمانہ تھا جب کسی کو سگریٹ پیش کرنا خوش اخلاقی سمجھا جاتا تھا۔

تمباکو اور سرطان کا قریبی تعلق ہے' پھیپھڑے، حلق، حنجرہ (نرخرہ) معدہ اور دیگر اعضا کے سرطان پیدا کرنے میں یہ ملزم بلکہ مجرم ہے۔ یہ دائمی کھانسی کا بھی سبب ہے۔ عارضہ رگ قلب اور رگوں کے دیگر عوارض میں بھی اس کا اہم کردار ہے۔ انگلستان کے مشہور رائل کالج نے 1962ء میں یہ فرمان صادر کیا تھا کہ تمباکو حفظان صحت کے لیے سنگین خطرہ ہے اور اسی طرح سے سبب موت ہے' جیسے ماضی میں ہیضہ' میعادی بخار اور تپ دق تھے (یہ یاد رہے کہ رائل کالج مستند طبی ادارہ ہے' جو ایم آر سی پی کی ڈگریاں دیتا ہے) تمباکو استعمال کرنے والے اپنی زندگی کے 10-15 قیمتی سال اس کی وجہ سے ضائع کر دیتے ہیں کہ تمباکو استعمال کرنے والے ہر ہزار آدمیوں سے ایک قتل کر دیا جاتا ہے' سڑکوں کے حادثات میں 6 آدمی مارے جاتے ہیں اور 200 افراد تمباکو کے استعمال سے پیدا ہونے والے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

تمباکو نوشی اور شراب نوشی کے مشترکہ اثرات زیادہ گمبھیر ہوتے ہیں اور سرطان ہونے کا امکان مزید قوی ہو جاتا ہے۔

مانع حمل گولی استعمال کرنے والی خواتین اگر تمباکو نوشی بھی کریں تو رگوں کے امراض زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں اسقاط حمل کا خطرہ' ہونے والے بچے چھوٹے اور دوران حمل بچوں کی موت کا خطرہ ہوتا ہے۔ ان خواتین میں دہانہ رحم کا سرطان بھی ہوتا ہے۔

انفعالی تمباکو نوشی سے چھوٹے بچوں میں تنفسی امراض' پھیپھڑوں کی کارکردگی میں کمی اور تمباکو نوشی کرنے والوں کی بیویوں میں سرطان کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں (انفعالی تمباکو نوشی سے مراد سگریٹ کا وہ دھواں ہے جو نہ پینے والے کو ساتھ رہنے والے تمباکو نوشوں سے حاصل ہوتا ہے اور ان کے جسم میں داخل ہوتا رہتا ہے) یہ ضروری ہے کہ اس دھوئیں سے تحفظ کے لیے نہ پینے والے اپنے حقوق کے لیے جہد وجہد کریں اور عام جگہوں پر سگریٹ نوشی نہ ہونے دیں۔ اکثر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ صحت کو خطرہ بہت زیادہ تمباکو پینے میں ہے یا جو نقصان ہونا تھا وہ ہو چکا' اب ترک کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ سوچنا صحیح نہیں۔

ترک تمباکو کے سلسلے میں اس کے مضر اثرات سے متعلق اوراق کا مطالعہ' ایسے مقامات وحالات سے دوری جہاں اس کی خواہش ہوتی ہے' مثلاً وقفہ چائے، شراب خوری کے وقت' تمباکو نوشوں کی صحبت وغیرہ۔ سکون حاصل کرنے کے لیے دیگر طریقے آزمائے جائیں' مثلاً چہل قدمی کرنا اور گہرے سانس لینا چاہیے۔ تمباکو ترک کرنے کی کوششوں میں رفیق حیات یا دوست کو شامل کر لینا چاہیے۔

تمباکو ترک کرنے کے لیے' کوئی ایسا دن مقرر کر لینا چاہیے' جب کوئی خاص فکر نہ ہو۔ ترک تمباکو زمانہ رخصت میں بھی نہیں کرنا چاہیے' تمباکو ترک کرنے کے لیے کوئی مخصوص دن مثلاً یکم رمضان' سالگرہ وغیرہ مناسب ہے۔ بعض دفعہ جب کبھی کسی عزیز کی موت پر تمباکو کی عادت عارضی طور پر ختم ہو جائے تو اس کو مستقل کیا جائے۔ تمباکو ترک کرنے کے بعد وزن بڑھ سکتا ہے' جو غذائی احتیاط' چہل قدمی اور حوصلہ افزائی سے کم ہو سکتا ہے۔ یہ سوچنا کہ ایک سگریٹ میں کیا حرج ہے غلط بات ہے' اگر سگریٹ نوشی ترک کرنے والے اپنے معالج سے رابطہ رکھیں تو یہ مفید ہوتا ہے۔

نکوٹین گوند کے استعمال سے' تمباکو نوشی ترک کرنے میں مدد مل سکتی ہے' جس کے چھوٹے چھوٹے 2 ملی گرام کے ٹکڑے آہستہ آہستہ 30 منٹ تک چوسے جائیں۔ یہ عمل دن میں 3-4 مرتبہ کیا جاسکتا ہے' گو اس کے کثرت استعمال سے منہ میں سوزش' ہچکیاں اور بدہضمی ہو سکتی ہے۔ یہ دوران حمل ورضاعت اور معدہ کے السر کے مریضوں میں استعمال نہ کی جائے۔ اس ضمن میں نکوٹین کی چھوٹی پٹی بھی مفید ہے۔ بعض شفا خانے تمباکو ترک کرنے کے مطب منعقد کرتے ہیں۔ اس کے لیے ایکو پنکچر اور عمل تنویم بھی مفید ہے۔ تمباکو کے اشتہارات پر پابندی اور محصولات میں اضافہ ہونا چاہیے۔ بچوں کو اس کی فروخت اور عام مقامات پر اسے دستیاب نہیں ہونا چاہیے اور سگریٹوں کے ٹار میں بھی کمی ہونی چاہیے۔

تمباکو نوشی کرنا' آہستہ آہستہ خودکشی کے مترادف ہے' اور یہ اس زمانہ میں صحت کو سب سے بڑا خطرہ ہے۔ دراصل یہ موت کی سب سے اہم اور قابل سدباب وجہ ہے ہر چند کہ مغرب میں تمباکو نوشی میں کمی ہو رہی ہے مگر ہمارے ملک میں اور مشرق کے دیگر ممالک میں یہ روز افزوں ترقی پر ہے' تمباکو ساز ادارے' تیسری دنیا' مشرقی یورپ، تھائی لینڈ اور مشرق بعید کو اپنی شکار گاہ بنا رہے ہیں۔ جہاں ان کا ہدف نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ فروغ علم صحت سے گو مغرب کی بڑی عمر کی بالغ آبادی میں تمباکو نوشی کی عادت کم ہوئی ہے مگر نوجوانوں میں یہ بڑھ گئی ہے۔ تمباکو نوشی سے سرطان' قلب اور رگوں کے امراض، پھیپھڑوں کی دائمی بیماریاں، اس قدر تعداد میں اموات اور معذوری کا باعث بن رہی ہیں' جس قدر دونوں عالمی جنگوں، کوریا کی جنگ اور ویت نام کی جنگ میں بھی نہیں ہوئی تھیں۔ ایک شخص جو ایک پیکٹ

سگریٹ روزانہ پیتا ہے۔ ایک سال میں پچاس سے ستر ہزار کش لیتا ہے۔ ہر کش میں دو ہزار کیمیائی مرکبات ہوتے ہیں جو سرطانی اثر رکھتے ہیں۔ ان میں مزید ایسے خوشبودار مشمولات بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق حکومت کو بھی نہیں معلوم اور جو نہایت مضر ہیں۔

تمباکو نوشی اور موت کا راست تعلق ہے۔ جس قدر زیادہ مقدار اور زیادہ عرصہ پی جائے گی' اسی قدر زیادہ مضر ہوگی۔ تمباکو نوشی کی وجہ سے ہونے والے امراض کے علاج میں اخراجات بے تحاشا ہوتے ہیں۔ جس کی زد میں نا صرف تمباکو نوش بلکہ غیر تمباکو نوش بھی آتے ہیں۔ اگر تمباکو نوشی ترک کی جاچکی ہے تو 15 سال کے بعد سطان اور 10 سال کے بعد عارضہ قلب کا اسی قدر خطرہ ہے' جس قدر تمباکو نوشی نہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ ماسوائے ان کے جنہوں نے 65 سال کے بعد تمباکو نوشی ترک کی ہے۔ کیونکہ اس عمر میں تمباکو نوشی چھوڑنے سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ جس قدر جلد ترک کی جائے اسی قدر بہتر ہے۔ اکثر انتقال کرنے والے 45 تا 55 سال کے ہوتے ہیں۔ تمباکو نوشی سے دفاعی قوت کم اور عفونتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ ان کے جسم میں حیاتین 'ج' کم ہو جاتا ہے۔

تمباکو اور سرطان

سگریٹ نوشی سے پھیپھڑے کا سرطان ہوتا ہے۔ جس قدر تعداد' جس قدر مدت اور جس قدر کم عمر میں یہ پی جائے گی۔ اسی قدر پھیپھڑے کے سرطان کا خطرہ ہے۔ خواتین سگریٹ نوشوں میں بھی یہ خطرہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اگر ماحولیاتی آلودگیاں' دھول' کوئلہ وغیرہ ہوں تو سرطان کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یہ مزدوروں میں بانسبت کلرکوں کے زیادہ ہے' چرس یا بھنگ پینے والوں میں بھی یہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ سبز اور زرد ترکاریاں بالافراط کھانے سے اس سرطان سے قدرے تحفظ ملتا ہے۔ حلق' اندرون دہن' کھانے کی نالی' لبلبہ' گردہ اور مثانہ کا سرطان خوردنی تمباکو سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ سری لنکا، چین اور سابق سوویت یونین میں زیادہ ہے۔ شراب نوشی' مزید سرطانی اثر پیدا کرتی ہے۔ چھالیہ کا کیمیائی مواد' سرطانی تاثیر رکھتا ہے' تمباکو استعمال کرنے والی خواتین میں دہانہ رحم کا سرطان بھی ہوتا ہے۔

تمباکو نوشی اور قلب و رگوں کے عوارض

دل اور رگوں کی بیماری میں تین عوامل اہم ہیں یعنی تمباکو کا استعمال، بلند فشار خون اور خون میں افراط کولیسٹرول۔ ان میں تمباکو کسی سے کم نہیں' خواہ یہ پی جائے یا کھائی جائے۔ یہ بات دراصل قابل ذکر ہے کہ 35 سال سے کم عمر کے نوجوان جو 30 سگریٹ روزانہ پیتے ہیں' اگر سخت ورزش کریں تو اچانک حملہ قلب سے انتقال کر جاتے ہیں چنانچہ سگریٹ نوش کھلاڑیوں کو سخت ورزش سے احتراز کرنا چاہیے۔ بعض اوقات جن کھلاڑیوں کے اچانک انتقال کی خبر آتی ہے وہ غالباً سگریٹ نوش اور سخت کسرتی ہوتے ہیں۔ تمباکو نوشوں میں شہ رگ' دل کی سرخ رگوں کی صلابت (سختی و تنگی) زیادہ ہمہ گیر' شدید اور جلد ہوتی ہے۔

سگریٹ نوشی یا تمباکو خوری سے عارضہ قلب اور درد دل شدید ہوتا ہے رگوں کی بیماریوں کی دوسری علامات بھی ہوتی ہیں۔ خون گاڑھا ہو جاتا ہے۔ یہ خطرات مرد اور عورت دونوں میں ہیں' جن بوڑھوں کی دماغی اہلیت درست نہیں ان میں اسے ترک کرنے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے مغز کا دوران خون بہتر

سگریٹ نوشی ترک کرنے کے بعد ورزش (سیر) کی عادت ڈالیں' صحیح متوازن زیادہ ترکاری' پھلوں والی غذائیں کھائیں' جب بھی سگریٹ کی خواہش ہو اس سے کھلیں سانس اندر کھینچیں، روکیں اور نکالیں اور یہ اس وقت تک بار بار کریں جب تک خواہش ہے' گھر سے نکلیں، غسل کریں، مشروب پیئیں، سگریٹ کی تمنا پر زندہ نہ رہیں'

ہو جاتا ہے۔ ٹانگوں کے دوروں میں کمی آجاتی ہے۔ جو خواتین تمباکو نوشی کے ساتھ مانع حمل گولی کا استعمال بھی کرتی ہیں ان میں حملہ قلب کا امکان دس گنا زیادہ ہوتا ہے۔

تمباکو اور دیگر سنگین امراض

تمباکو نوشی سے کہنہ کھانسی' نفاخ' سوزش قصبات (برانکائٹس) عام ہیں۔ جن میں کھانسی کے ساتھ بلغم کثرت سے آتا ہے۔ تمباکو کے استعمال سے خواتین کے بانجھ ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے اور باروری کا امکان گھٹتا ہے ان کے بچے چھوٹے ہوتے ہیں' اسقاط زیادہ ہوتے ہیں۔ بعد ولادت بچے کی موت کا امکان

زیادہ اور اچانک موت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ان بچوں کی جسمانی اور دماغی نشوونما نامناسب اور سرطان کا خطرہ بہت ہوتا ہے۔ ان بچوں میں پیدائشی نقص بھی ہو سکتے ہیں۔ مامونیت (دفاعی صلاحیت) کم، عفونتیں زیادہ اور جسم میں حیاتین 'ج' کم ہو جاتا ہے۔

انفعالی تمباکو نوشی

یعنی تمباکو نوشوں کے دھوئیں کے نہ پینے والوں پر اثرات......

سگریٹ کے جلتے ہوئے سرے کا دھواں' سگریٹ کے کش کے دھوئیں سے زیادہ مضر ہے۔ یہ دھواں ہمارے گرد و پیش عام ہے۔ اس طرح نہ پینے والے بھی روزانہ 2.1 سگریٹ کے مساوی دھواں اپنے جسم کے اندر داخل کر لیتے ہیں تمباکو نوشوں کو علیحدہ کرنا مشکل ہے کیونکہ دھواں نا صرف مکان کی ایک منزل بلکہ دوسری منزلوں تک پہنچ سکتا ہے۔ ان افراد کو پھیپھڑے کا سرطان، سرطان مثانہ' تنفسی امراض، عوارض قلب و رگ اور حسیت ہو جاتے ہیں۔ جن خواتین کے شوہر سگریٹ نوشی کرتے ہیں' ان میں دہانہ رحم کا سرطان ہو سکتا ہے۔ سگریٹ نوش ماں باپ (خصوصاً ماں) کے بچے تنفسی امراض، نمونیا، سوزش قصبات (برانکائٹس) کانوں میں پیپ میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اور شفا خانوں میں داخلے کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ افسوس کہ انفعالی تمباکو نوشی سے نہ پینے والے بھی دوسروں کے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

تمباکو ترک کر دیجیے

اس غرض سے تمباکو ترک کرنے کے لیے دن و تاریخ مقرر کریں اور یہ سوچیں کہ تمباکو کیوں پیتے ہیں؟ یہ سہارا ہے' اچھی لگتی ہے' چائے کافی یا شراب کے ساتھ مزہ دیتی ہے؟ پھر ان کی اصلاح کریں۔ چھوڑنے نہ چھوڑنے کے فوائد و نقصانات پر غور کریں۔ ان حالات کو نظر میں رکھیں جن میں پینا ضروری ہو جاتا ہے اور اس کے لیے تیار رہیں۔ گزشتہ دو ہفتے میں جس قدر سگریٹ پیے ہیں ان کی تعداد یاد کریں اور سوچیں کہ کس قدر جسمانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ سگریٹ کا متبادل چیونگم ہے۔ گزشتہ دو ہفتے میں جس قدر سگریٹ پیے ہیں' ان کے ٹوٹے ایک مرتبان میں رکھ کر پانی سے بھر دیں۔ اسے ایسی جگہ رکھیں جو نظر آئے اور جب بھی سگریٹ کی خواہش ہو' اسے سونگھ لیں۔ سگریٹ نوشی ترک کرنے کے بعد ورزش (سیر) کی عادت ڈالیں' صحیح متوازن زیادہ ترکاری' پھلوں والی غذائیں کھائیں' ربڑ کا ایک کلائی بند' باندھ لیں۔ جب بھی سگریٹ کی خواہش ہو اس سے کھلیں سانس اندر کھینچیں، روکیں اور نکالیں اور یہ اس وقت تک بار بار کریں جب تک خواہش ہے' گھر سے نکلیں، غسل کریں، مشروب پیئیں، سگریٹ کی تمنا پر زندہ نہ رہیں' یہ یاد رکھیں کہ 'میں پیوں یا نہ پیوں۔ یہ خواہش جاتی رہے گی' یہ مصمم ارادہ کر لیں کہ آپ نے آخری سگریٹ پی لیا ہے اور یہ اقرار نامہ تحریر کر لیں۔ اپنے ملنے والوں کو اپنے ارادے سے مطلع کر دیں' تاکہ وہ آپ کی اعانت کریں۔ یہ کہتے رہیں کہ مجھ میں چھوڑنے کی قوت ہے۔ سگریٹ پینے والوں سے اور جن مقامات پر سگریٹ نوشی کی خواہش ہوتی ہے' ان سے دور رہیں۔ سگریٹ چھوڑنے والا یہ غلطی کرتا ہے کہ وہ کبھی کبھی پی لیتا ہے۔ جس سے عادت چھوٹنے نہیں پاتی بلکہ راسخ ہو جاتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جن لوگوں نے سگریٹ نوشی ترک کی ان میں سے 95 فیصد نے طبیب کی فہمائش پر ایسا کیا۔ اس بات کو یاد دلانے کی مکرر ضرورت ہے کہ موت و معذوری کو موخر کرنے کے لیے تمباکو کا استعمال ترک کرنا نہایت ضروری ہے۔ ☆

بشکریہ،

ماہنامہ: رابطہ۔ کراچی، فروری 2007ء صفحہ 65-66

رپورٹ نیشنل سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ کینیڈا

------﴿رپورٹ: محمد زبیر منگلا﴾------

بفضل اللہ تعالیٰ مجلس انصاراللہ کینیڈا کا 21واں سالانہ اجتماع اپنی دینی روایات کے ساتھ 15 سے 17 ستمبر 2006ء کو مسجد بیت الاسلام میں منعقد ہوا۔ پہلے یعنی 15 ستمبر کی کاروائی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس پر مشتمل تھی۔ مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس مغرب اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد شروع ہوا۔ اجلاس کی صدارت مکرم ملک کلیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ نے کی۔ اس اجلاس میں چار سب کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں آئی۔ یہ سب کمیٹیاں درج ذیل ہیں۔

سب کمیٹی ایثار۔ سب کمیٹی اشاعت وتعلیم۔ سب کمیٹی تربیت۔ سب کمیٹی بجٹ

شوریٰ کے اجلاس کے بعد تمام نمائندگان اور مہمانوں کی خدمت میں ڈنر پیش کیا گیا۔ سب کمیٹیوں کی بعض سفارشات اور اصل تجاویز اس رپورٹ کے آخر پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

16 ستمبر کی صبح کو تہجد کی نماز کا التزام کیا گیا تھا۔ نمازِ فجر کے بعد درس حدیث دیا گیا۔

افتتاحی اجلاس:۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز افتتاحی اجلاس سے ہوا جو کہ مکرم ومحترم خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر اوّل کی صدارت میں صبح 10 بجے شروع ہوا۔ انہوں نے اپنے افتتاحی خطاب میں جماعت احمدیہ کینیڈا کی بے مثال ترقی پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ جن دنوں وہ کینیڈا میں آئے تو اُس وقت یہاں صرف تین انصار تھے۔ نہ تو کوئی مسجد تھی نہ مشن ہاؤس اور نہ ہی جماعت کے پاس کوئی اپنی پراپرٹی تھی۔ یہ محض خداوند کریم کا فضل ہے کہ اب جماعت کے پاس کئی مساجد، مشن ہاؤسز اور تمام بڑے بڑے شہروں میں جماعتی پراپرٹی موجود ہے۔ انہوں نے ذیلی تنظیموں کا خاص طور پر ذکر کیا کہ وہ بھی کسطرح دن دگنی رات چوگنی ترقی کررہی ہیں۔ انہوں نے مجلس انصاراللہ کی جانب سے جلسہ گاہ کی 200 ایکڑ زمین کی خریداری کے لئے ایک ملین ڈالر کے وعدے کو بے حد سراہا۔

مکرم نائب امیر اوّل صاحب کے خطاب کے بعد تین مربیانِ کرام نے مختلف موضوعات پر خطابات سے نوازا۔ مکرم مولانا مختار احمد چیمہ صاحب نے اللہ تعالیٰ کی تین بنیادی صفات (سمیع، بصیر، مجیب) کے موضوع پر، مکرم مولانا ہادی علی چوھدری صاحب نے "حضورِ اکرم ﷺ کی فیملی اور عام زندگی کیلئے دعائیں" کے موضوع پر جبکہ مکرم مولانا طارق اسلام صاحب جو خصوصی طور پر آٹوا سے تشریف لائے ہوئے تھے نے "حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کی دعائیں" کے موضوع پر خطاب کیا۔

بعدازاں مکرم کلیم احمد ملک صاحب صدر مجلس انصاراللہ کینیڈا نے اپنے اختتامی خطاب میں واضح کیا کہ اس اجتماع کا مرکزی نقطہ خلافت جوبلی کی دعاؤں پر مشتمل رہے گا۔ انہوں نے جماعت کے جلسہ گاہ کیلئے 200 ایکڑ زمین خریدے جانے کے پراجیکٹ کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے انصار بھائیوں سے درخواست کی کہ وہ بڑھ چڑھ کر اس پراجیکٹ میں حصہ لیں۔ انہوں نے تحریک کی کہ بسم اللہ کرتے ہوئے کہ انصار بھائی ابھی اپنے اپنے وعدہ جات لکھوائیں۔ احباب نے بفضل اللہ تعالیٰ موقع پر ہی تقریباً تین لاکھ سے زائد کے وعدہ جات لکھوادیے۔ اس موقع پر انصار بھائیوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ صدر صاحب نے بتایا کہ چونکہ پراپرٹی کی کلوزنگ کی تاریخ 20 اکتوبر ہے لہٰذا ان وعدہ جات کی ادائیگی 27 رمضان المبارک یعنی 20 اکتوبر 2006ء تک کرنا ضروری ہے۔

مکرم نائب امیر اوّل صاحب نے اختتامی دعا کروائی اور اسطرح اس اجلاس کی کاروائی بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئی۔

اس سیشن کے معاً بعد احباب کی خدمت میں دوپہر کا کھانا مسجد کے سامنے لگی ہوئی مارکی میں پیش کیا گیا۔ اس کھانے کے پکانے اور تقسیم کا سارا انتظام مرکزی شعبہ ضیافت کے تحت ہوا۔ لنگر خانہ مشن ہاؤس کی پراپرٹی پر واقع ہے اور اس میں سارا سال جماعت کے مختلف پروگراموں کے موقع پر کھانا تیار کیا جاتا ہے۔

ورزشی مقابلہ جات:

ظہر اور عصر کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد مختلف کھیلوں کے مقابلہ جات کروائے گئے۔ بفضل اللہ تعالیٰ ان مقابلہ جات کیلئے موسم انتہائی خوشگوار رہا اور تمام انصار بھائی ان مقابلہ جات سے خوب محظوظ ہوئے۔ ان مقابلہ جات میں رسہ کشی، والی بال، دوڑیں، کلائی پکڑنا، میوزیکل چیئرز۔ 100 اور 300 میٹر کی دوڑیں، آہستہ سائیکل چلانا وغیرہ شامل تھے۔ چند ایک مقابلہ جات صفِ اوّل اور صفِ دوئم انصار کی بنیادوں پر کروائے گئے۔ کھیلوں کے اختتام پر احباب کی خدمت میں شام کا کھانا پیش کیا گیا اور پھر مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کی گئیں،

شوریٰ کا دوسرا اجلاس:
نمازوں کی ادائیگی کے بعد مجلس شوریٰ کا دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ چاروں سب کمیٹیوں کی رپورٹس پیش کی گئیں اور ان پر سیر حاصل بحث کی گئی۔ مجلس شوریٰ نے چاروں سب کمیٹیوں کی سفارشات کو چند تبدیلیوں کے ساتھ منظور کیا یہ سفارشات حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں منظوری کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ شوریٰ کا اجلاس رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔

اتوار 17 ستمبر:
اجتماع کا آخری دن یعنی 17 ستمبر معمول کے مطابق نمازِ تہجد سے شروع ہوا نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مکرم کرنل ولدار احمد صاحب نے دعا کے موضوع پر چند ایک احادیث کا درس دیا۔

ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد اجتماع کا اگلا اجلاس مکرم ملک لال خان صاحب نائب امیر دوئم کی صدارت میں صبح 10:30 بجے شروع ہوا۔ مکرم ملک لال خان صاحب نے ''حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں'' کے موضوع پر دلپذیر خطاب کیا جبکہ چوھدری شفقت محمود صاحب نائب صدر اوّل مجلس انصار اللہ، کینیڈا نے ''صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی قبولیت'' کے موضوع پر تقریر کی۔

مکرم ومحترم امیر صاحب کینیڈا جو کہ اس موقع پر برٹش کولمبیا کے دورے پر تھے، نے بذریعہ ٹیلیفون اجتماع کے شرکاء سے مختصر خطاب کیا۔ انہوں نے مکرم صدر صاحب کے ایک ملین ڈالرز کے وعدہ کو سراہا اور بتایا کہ وہ برٹش کولمبیا میں تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے اجتماع میں شریک نہیں ہو سکے محترم امیر صاحب نے تبلیغی سرگرمیوں میں کامیابی کیلئے انصار بھائیوں کو دعا کی طرف توجہ دلائی۔ اجلاس کے اختتام پر احباب کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔

اختتامی اجلاس:
ظہر اور عصر کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد اجتماع کے آخری اجلاس کی کاروائی شروع ہوئی۔ اس اجلاس کی صدارت مرکز سے نجی دورہ پر تشریف لائے ہوئے مولانا مبارک مصلح الدین صاحب وکیل التعلیم تحریک جدید نے کی۔ اس اجلاس میں عام دینی معلومات کا ایک دلچسپ مقابلہ کروایا گیا جسمیں مختلف انصار بھائیوں نے ایک پینل کے سوالات کے جوابات دیئے۔ یہ مقابلہ بڑا دلچسپ اور احباب کے علم میں اضافہ کا موجب بنا۔ سب شامل ہونے والوں نے اس مقابلہ کو بے حد پسند کیا۔

مکرم مبارک مصلح الدین صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں انصار پر زور دیا کہ وہ خود تقاریر کی تیاری کریں اور مشنری حضرات کی بجائے خود اجتماع کے موقع پر تقاریر کیا کریں۔ اسطرح ایک تو ان کے علم میں اضافہ ہوگا اور دوسرے بہت سے نئے مقررین مل جائیں گے۔ انہوں نے تقاریر کیلئے چند موضوعات بھی تجویز کئے ان میں ''بچوں کی تربیت''، ''والدین کا احترام''، ''انصار، نوجوانوں کیلئے مشعل راہ''، ''انصار اللہ اور خاندانی تعلقات'' وغیرہ شامل تھے۔ انہوں نے انصار بھائیوں کو باقاعدگی سے نماز اور تہجد پڑھنے کی تلقین بھی کی۔

اس کے بعد مکرم صدر مجلس انصار اللہ مکرم ملک کلیم احمد صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں انصار بھائیوں کو بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دلائی اور ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے بچوں کو ایک مثالی خاوند یا بیوی بننے کی تلقین کرتے رہا کریں۔ انہوں نے انصار کو نصیحت کی کہ وہ ہر آن خلافت سے وابستہ رہیں اور خلافت جوبلی کی دعاؤں پر باقاعدگی سے عمل پیرا ہوں۔ انہوں نے آخر پر ان تمام انصار کیلئے جنہوں نے اجتماع کی تیاری میں حصہ لیا تھا، کیلئے خاص دعاؤں کی درخواست کی۔

اس تقریر کے اختتام پر مکرم مبارک مصلح الدین اور مکرم صدر صاحب نے مل کر علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں اوّل، دوم، سوئم آنے والے انصار میں انعامات تقسیم فرمائے۔

بعد ازاں مکرم صدر صاحب نے اعلان کیا کہ امسال بفضل اللہ تعالیٰ چھ سو انصار بھائیوں نے اجتماع میں شرکت کی ہے۔

چار بجکر پچاس منٹ پر اجتماع، دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

مجلس شوریٰ کی کاروائی -- سب کمیٹیوں کا جائزہ
جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے مجلس شوریٰ کے تحت چار کمیٹیوں کا قیام عمل میں آیا تھا۔ چاروں تجاویز نیشنل مجلسِ عامہ کی طرف سے پیش ہوئی تھیں۔ تجاویز اور سب کمیٹیوں کی شفارشات کی جُملہ تفاصیل ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

سب کمیٹی ایثار
تجویز: یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے احباب جو بیماری کی حالت میں ہوں یا کسی اشد مجبوری کی صورت میں انکا پوری طرح خیال نہیں رکھا جاتا۔ یہ ہماری اہم ذمہ داری ہے کہ کمیونٹی کے احباب کو عام طور پر اور انصار بھائیوں کو خاص طور پر ضرورت کے وقت مدد پہنچائی جائے۔ اسی طرح انصار بھائیوں کے تجربہ

سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔

مجلس شوریٰ سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلہ میں غور کرے اور مشورہ دے کہ کسطرح مجلس انصاراللہ اس بارہ میں زیادہ موثر رول ادا کرسکتی ہے۔

ممبران سب کمیٹی: محمد عصمت پاشا (صدر) میاں محمد سلیم (سکریٹری) طلعت محمود ربانی۔ خالد محمود نعیم۔ جمیل احمد سعید۔ شیخ ناصر احمد۔ سید منیر احمد شاہ۔ کرنل دلدار احمد۔ عبدالحمیدی حمیدی۔ مظفر گوندل۔ کمانڈر محمد اسلم۔ چوہدری نسیم احمد۔ ایاز احمد ایاز۔ ڈاکٹر امتیاز احمد۔ فضل محمد خان۔ مرزا لطیف الرحمان، جاوید صادق، عبدالحمید خان خٹک۔

شفارشات:

۱۔ شعبہ ایثار کو لوکل لیول پر مزید فعال بنایا جائے۔

۲۔ لوکل زعیم انصاراللہ سے ذمہ داری شروع ہو۔ زعیم انصار جو عام لوکل حالات سے زیادہ واقف ہوتا ہے اسلئے اسے یہ ذمہ داری احسن رنگ میں ادا کرنا چاہیے۔

۳۔ لوکل مجلس عاملہ کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے اور ہر عاملہ کے ممبر کو چند فیملیز کے گروپ کے ساتھ رابطہ کا ذمہ دار بنانا چاہیے۔

۴۔ لوکل مجلس عامہ کا لوکل انصاراللہ کے ساتھ باقاعدہ رابطہ ہونا چاہیے۔

۵۔ جو انصار مدد کیلئے درخواست کریں ان سے باقاعدہ رابطہ رکھا جائے اور اس بات کا یقین کیا جائے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے۔

۶۔ انصار نہ صرف دوسرے انصار کا خیال رکھیں بلکہ جماعت کے سب ممبران تک رابطہ رکھیں۔

۷۔ رابطہ صرف بیمار پرسی کی حد تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ دوسری ضروریات مثلاً نئے آنے والوں کا خیر مقدم۔ ایمیگریشن وغیرہ کے سلسلہ میں بھی مدد دی جانی چاہیے۔

۸۔ انصار بھائیوں کیلئے مختلف حالات سے نمٹنے کیلئے تربیت دینے کا انتظام ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں تمام تربیت یافتہ احباب کی لسٹ سے انصار بھائیوں کو آگاہ کیا جانا چاہیے۔

۹۔ ایثار کے سلسلہ میں قرآنی تعلیم کو انصار بھائیوں کیلئے واضح کیا جانا چاہیے۔ راہ خدا میں وقت کے خرچ کرنے کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی کہ مال خرچ کرنے کی۔

۱۰۔ شعبہ تجنید کے پاس بیمار احباب کی لسٹ ہونی چاہیے تاکہ ضرورت کے وقت مناسب امداد بہم پہنچائی جا سکے۔

۱۱۔ عام انصار بھائیوں کو ترغیب دی جانی چاہیے کہ وہ ہر قسم کی بیماری یا صدمہ کی خبر جماعت تک پہنچائیں تاکہ بروقت امداد کا انتظام ہو سکے۔

۱۲۔ لوکل مجلس عاملہ کے ممبران کو مختلف گھروں کا دورہ کر کے حالات معلوم کرنے کی ترغیب دی جانی چاہیے۔

۱۳۔ فوری امداد بہم پہنچانے کی خاطر ایک خصوصی فنڈ کا اجراء کیا جانا چاہئے۔

۱۴۔ فوری ضرورت یا ہنگامی حالات کیلئے ایک خاص ٹیلیفون لائین کا انتظام ہونا چاہیے۔ لوکل اور مرکزی طور پر یہ نمبر یا تو زعیم صاحب کا ہوسکتا ہے یا پھر منتظم ایثار صاحب کا۔

۱۵۔ کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ خدمت خلق کرنے والوں کی ایک ایسی لسٹ بنائی جانی چاہیے جو مختلف شعبوں میں مہارت رکھتے ہوں۔ لوکل مجلس کو اس لسٹ سے آگاہ ہونا چاہیے تاکہ بوقتِ ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

۱۶۔ مختلف مجالس کا آپس میں بھی رابطہ ہونا چاہیے تاکہ بوقتِ ضرورت اگر ایک مجلس مدد نہ کر سکے تو دوسری مجلس سے مدد لی جا سکے۔

۱۷۔ ایسے احباب جو مرکز سے امداد کیلئے رابطہ کریں، انہیں لوکل مجلس سے رابطہ کرنے کی تلقین کی جانی چاہیے۔

۱۸۔ ہر مجلس میں ایک ایثار کمیٹی کا اجراء ہونا چاہیے جو کہ تمام اوپر بیان کردہ تجاویز پر عمل درآمد کروا سکے۔

سب کمیٹی اشاعت

تجویز۔ قیادت تعلیم کے زیر انتظام سہ ماہی امتحان کے نتیجہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انصار بھائیوں کے علم میں اضافہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔ یہ بات اکثر سننے میں آتی ہے کہ مواد اور اساتذہ میسر نہیں ہیں۔ لہذا مجلس شوریٰ سے درخواست ہے کہ وہ مشوورہ دے کہ کس طرح قیادت اشاعت اور تعلیم کتابوں کی فراہمی کا انتظام کر سکتی ہیں تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے مطالعہ سے مطلوبہ نتائج حاصل کئے جاسکیں۔

ممبران کمیٹی: ارشد محمود (صدر) محمد زبیر منگلا (سکرٹری) چوہدری شفقت محمود۔ ناصر احمد ونیس۔ محمد عبدالماجد صدیقی، چوہدری غلام رسول، نسیم احمد سرفراز۔ محمد عبدالرشید ملک، محمد نصیر ضیاء۔ ڈاکٹر عبدالباطن، میر مجید احمد طارق۔ عزیز اللہ، لطیف چوہدری۔ عرفان قاضی۔ میمون ملک۔ ڈاکٹر ریاض

محسن بھٹی داؤد احمد۔ ڈاکٹر ساجد احمد۔

سفارشات:

ا۔ کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ مجلس انصاراللہ مرکزیہ کینیڈا کو روحانی خزائین کی CD کے سیٹ ایسے انصار یا مجالس کو بھجوانے چاہئیں جن کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے سیٹ موجود نہیں ہیں۔

۲۔ مجلس انصاراللہ کو سارے ملک کے انصار بھائیوں کو بار بار یاد دہانی کروانی چاہیے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے مطالعہ کی اہمیت واضح کرنا چاہیے۔امتحانی نصاب کیلئے مقررہ کتاب کے چند صفحے روزانہ پڑھنے سے یہ مقصد آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ مستقل یاددھانی بہت ضروری ہے۔ ناظم اشاعت اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ سائقین یا دوسرے ذرائع سے اس بات کا جائزہ لے کہ کتنے انصار کے پاس حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں موجود نہیں ہیں۔

۴۔ نیشنل مجلس انصاراللہ اس بات کو یقینی بنائے کہ آئندہ سال میں نصاب کیلئے مقرر کی جانے والی کتابیں تمام مجالس میں موجود ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ کتابیں کم قیمت پر فراہم کی جانی چاہئیں۔

۵۔ نیشنل مجلس انصاراللہ کو مختلف ذرائع سے (مثلاً امریکہ سے، قادیان سے یا وہی کتابیں مقامی طور پر چھپوا کر) سستی کتابوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔

۶۔ لوکل لیول پر ماہانہ میٹنگ میں نصاب کی کتاب پر لیکچر دیئے جانے چاہئیں اور اگر ممکن ہو تو سہ ماہی امتحانات اسی میٹنگ کے بعد منعقد کرنا چاہئیں۔

سب کمیٹی تربیت

تجویز۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو خلافت جوبلی کی کامیابی کیلئے دعاؤں کا پروگرام دیا ہے۔اس مقصد کیلئے انصار بھائیوں کو اس طرف خاص توجہ دلوانی چاہیے تاکہ وہ اس پروگرام پر پوری طرح عمل پیرا ہو سکیں۔

مجلس شوریٰ سے درخواست ہے کہ وہ مشورہ دے کہ کس طرح اس پروگرام کی دعاؤں کو انصار کو پڑھانے، یاد کروانے اور جائزہ لیئے جانے کا سسٹم بنایا جائے تاکہ ہر ناصر اور اس کا خاندان اس بابرکت پروگرام میں شامل ہو سکیں۔

کمیٹی ممبران: پروفیسر بشارت احمد (صدر) سید طارق احمد شاہ (سیکریٹری)، محمد رفیق، ریاض محسن بھٹی۔ حنیف شاد۔ شیخ عبدالحمید۔ عبدالحلیم طیب عمران شرما۔ ملک داؤد۔ محمد احمد شاہ۔ چوہدری ہدایت اللہ۔ مبشر نعیم۔ چوھدری عبدالرشید۔ خالد محمود۔ نعیم قادر۔ سعید احمد چٹھہ کرنل راجہ اسلم۔ افتخار احمد۔ کرنل ارشد علی، ظہیر احمد۔ ڈاکٹر سلیم قیصر۔

سفارشات۔ اس تجویز کے تین حصے ہیں۔

اول: پڑھانا، دوئم۔ دعائیں یاد کروانا سوئم۔ جائزہ

تمام ممبران نے اس بات سے اتفاق کیا کہ انصار کو اس بات کی طرف توجہ دلانی چاہیے کہ یہ پروگرام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دیا ہے۔اور ہم سب نے خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے اور اطاعت کا عہد کیا ہوا ہے۔

دعاؤں کو پڑھانا اور یاد کروانا:

☆ مساجد، نماز سینٹرز اور گھروں میں کلاسز کا اجراء ہونا چاہیے۔

☆ انصار کو اس سلسلہ میں تمام گھر والوں کی قیادت اور رہنمائی کرتے ہوئے خود روزانہ یہ دعائیں پڑھنا چاہئیں۔

☆ ان دعاؤں کی برکت اور اہمیت واضح کرنے کیلئے وقفِ عارضی کی سکیم کو استعمال میں لانا چاہیے۔

☆ اشتہارات۔ سٹکر اور دوسرے ذرائع سے ان دعاؤں کی بکثرت اشاعت ہونی چاہیے اور انصار تک پہنچایا جانا چاہیے۔

☆ مختلف اجتماعات کے مواقع پر مساجد میں اور دیگر اہم جگہوں پر ان دعاؤں کے بینرز لگائے جانے چاہئیں۔

☆ خلافت جوبلی کی دعاؤں کی CD تیار کی جانی چاہیں

☆ مختلف ٹیمیں بنا کر ان کے درمیان کوئیز کروانے چاہیے۔

☆ ان دعاؤں کی اہمیت "نحن انصاراللہ" "احمدیہ گزٹ" میں شائع کی جانی چاہئیں۔MTA پر بھی انکی اہمیت کو واضح کیا جانا چاہیے۔

☆ مجلس عاملہ اور عام اجلاسات میں ان دعاؤں کو بار بار دہرایا جانا چاہیے۔

☆ انصار بھائیوں کو روزہ رکھنے کے مقررہ دن سے بہت پہلے مطلع کیا جانا چاہیے۔

جائزہ:

نیشنل قائد تربیت لوکل زعماء کے ذریعہ اس پروگرام پر عمل پیرا ہونے کا مستقل پروگرام وضع کریں اور پھر اس کا جائزہ رپورٹس کے ذریعہ لیا جایا کرے۔

☆ سائقین کے نظام کو بہتر بنا کر انصار کو بار بار اس طرف متوجہ کیا جائے اور وقتاً فوقتاً اس کی رپورٹ طلب کی جائے۔

☆ شوریٰ کے ارکان کو اس سلسلہ میں اہم رول ادا کرنا چاہیے اور دوسروں

کیلئے مشعلِ راہ کا کام کرنا چاہیے۔

☆ خلافت جوبلی دعاؤں کا پروگرام ہر ماہانہ میٹنگ کے ایجنڈے میں شامل ہونا چاہیے۔

اعداد شماری:

☆ اعداد شماری اکٹھی کی جائے کہ کتنے انصار کو یہ دعائیں پڑھنے اور یاد کرنے کیلئے مدد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کتنے انصار باقاعدگی سے ان دعاؤں کو پڑھ رہے ہیں۔

☆ ایسی مجالس جہاں اس سلسلہ میں مثالی کام ہوا ہو کو انعامات کے ذریعہ حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔

سب کمیٹی بجٹ

2007 کا بجٹ شوریٰ کی منظوری کیلئے پیش ہوا۔

ممبران سب کمیٹی۔ چوھدری عبدلباری (صدر)

ارشد محمود ملک (سیکریٹری)، شمیم احمد ملک۔ حیدر اقبال جاوید۔ سکندر حیات مجوکہ۔ مبشر احمد۔ مرزا ندیم بیگ۔ سلیم احمد۔ شوکت نواز باجوہ۔ اعجاز احمد خان۔ سید سلیم احمد۔ ناصر باجوہ۔ فضل شاھد۔ سید کلیم محمود۔ ملک لطیف احمد۔ منور بھٹی۔ وسیم احمد طاہر۔ لئیق احمد۔ عبدلماجد خان۔ کامران اشرف۔ نصیر گوارایا۔ محمود اشرف۔ ملک نثار احمد۔ نثار احمد چوھدری۔ چوھدری رشید احمد۔ اجمل شاہین۔ انعام اللہ بیگ۔ عبدالکریم جنجوعہ۔ محمد اشرف سمیع۔ تصدق بھٹی۔

سفارشات:۔ بجٹ کمیٹی نے 2007 کا آمد اور خرچ کا بجٹ مندرجہ ذیل سفارشات سے منظور کرلیا۔

☆ کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ لوکل لیول پر چندہ کی وصولی کو بڑھانے کیلئے مزید کوششوں کی ضرورت ہے۔

☆ گزشتہ سال کی بچت کو استعمال میں لایا جانا چاہیے اور مجلس کی سرگرمیوں میں اضافہ ہونا چاہیے۔

☆ انفرادی طور پر بجٹ کا حصول ممکن بنانے کی ضرورت ہے۔ محض اندازہ لگا کر اعداد و شمار کو شامل بجٹ نہیں کیا جانا چاہیے۔

☆ اشاعت کے بجٹ کی زیادہ اچھی پلاننگ ہونی چاہیے۔ مرکز کو اس مد سے پرنٹنگ میں مدد دی جانی چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ ۴۴ سے:
سیڑھی کے پتھر پر لکھا کہ آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر یسوع ہیں (مصنف کہتا ہے) کہ میں نے ہندوؤں کی کتاب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت (یوز آصف) بعینہٖ عیسیٰ روح اللہ علی بزینا علیہ الصلوۃ والسلام تھے اور آپنے یُوز آصف کا نام بھی اختیار کیا تھا (والعلم عبداللہ) آپ نے عمر اسی جگہ بسر کی اور وفات کے بعد محلہ "انزہ مرہ" سرینگر میں دفن ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت کے روضہ سے انوارِ نبوت جلوہ گر ہوتے ہیں۔ راجہ گوپادت نے ساٹھ سال دو (۲) ماہ حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔" (تاریخ کشمیر فارسی قلمی نسخہ صفحہ ۴۹)

ہندوؤں کے مقدس بھوشیہ پُران کا حوالہ:-

ہندوؤں کا ایک پُران جو کہ ان کے اٹھارہ پُرانوں میں سے ایک ہے۔ اس کا نام "بھوشیہ پُران" ہے۔ یہ ۱۹۱۰ء میں شری پرتاب سنگھ مہاراجہ کشمیر کے حکم سے سنسکرت زبان میں بمبئی سے شائع ہوا تھا۔ اس پُران کی اصل سنسکرت عبارت کا عکس بھی مشہور تاریخ دان قریشی اسد اللہ کشمیری نے ۱۹۶۴ء میں بمبئی سے بذریعہ قادیان منگوایا تھا۔ اس عبارت کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ کئی فاضل پنڈتوں نے کیا ہے۔ یہاں پنڈت لکھشمن آریہ اُپدیشک کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو انہوں نے بھوشیہ پُران کی آلوچنا میں کیا ہے۔ جو یہ ہے:-

"ایک بار شک دیش کا راجہ شالباہن ہمالیہ کی چوٹی پر گیا تو اس طاقتور راجہ نے ہُون دیش کے بیچ میں پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ایک گورے رنگ والے سفید کپڑے پہنے ہوئے پاک انسان کو دیکھا۔ راجہ نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ خوش ہو کر بولا میں کنواری کے گربھ (عورت کے بطن) سے پیدا ہوا۔ خدا کا بیٹا ہوں۔ میں عیلتھ دھرم اُپدیشک اوسقیہ برت کا دھارن کرنے والا ہوں۔ یہ سُن کر راجہ نے کہا آپ کون سے دھرم کو مانتے ہیں؟ وہ بولا مہاراج ملیچھ دیش میں ستیہ کے ناش ہونے (صداقت معدوم ہونے) اور مریاوا کے ٹوٹ جانے سے (حدود شریعت قائم نہ رہنے سے) میں مسیح کے روپ میں گھٹ ظاہر ہوا ہوں۔ ملیچھوں کے ایستاسی (دیسی مسیح) بھینگر پرگٹ ہوئی میں اس کو ملیچھوں سے پراپت کر کے مسیح بھار کو پراپت ہو گیا ہے۔ ارجن! اس کرم سے مسیحا ناش کو پرپت ہو گئی۔ ریش موتی پردے میں ہونے کے کارن میرا عیسیٰ مسیح یہ نام مشہور ہو گیا"۔

پنڈت لکھشمن نے بھوشیہ پُران کی آلوچنا میں اس عبارت کے بعد لکھا کہ اس لیکھ میں بائبل کے بیان شدہ مریم کے پتر عیسیٰ کا ذکر ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۴)

اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ایک مینارۂ نورنظر آتا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے "محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں" Love for all hatred for none یہ وہ فقرہ ہے جو مسلمانوں کو پتھر کے بتوں کو برا کہنے سے بھی روکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام: ۱۰۹) ترجمہ اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

یہ معاندین احمدیت جو بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے اور ان کو ملعون و مردود اور واجب القتل قرار دے رہے ہیں کس منہ سے احمدیوں پر اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا الزام لگا رہے ہیں۔ ایک پرانی مثل ان مولویوں پر صادق آتی ہے کہ " چھاج بولے سو بولے چھلنی کیا بولے جس میں سو چھید۔"

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆ کافر ☆☆

کرے جو ذکرِ خدا صبح و شام وہ کافر
ادا کرے جو نمازیں تمام وہ کافر

رکھے جو پورے ہمیشہ صیام وہ کافر
زکوٰۃ کا جو کرے اہتمام وہ کافر

دلِ حزیں میں ہر اک آرزو سے بڑھ کر جو
لئے ہو خواہشِ بیت الحرام وہ کافر

ہر ایک شر میں ملوث جو ہو وہ ہے زاہد
رہِ ہدیٰ پہ جو ہے بامرام وہ کافر

جو پیرویٔ شریعت کرے وہ ہے گمراہ
جو بھیجتا ہو نبی پر سلام وہ کافر

جو مسجدوں کو مقفل کرے وہ مولانا
عبادتوں میں جسے استحکام وہ کافر

جو دے ہمارے بزرگوں کو گالیاں عابد
کرے جو سب کا یہاں احترام وہ کافر

ہیں جن کے دعوے زبانی وہ عاشقانِ رسول
جو آپ کے ہیں حقیقی غلام وہ کافر

کیا ہے جس نے بھی انکار وہ مسلماں ہے
بنایا مہدی کو جس نے امام وہ کافر

جو بھولے بھٹکوں کو رستہ دکھائیں وہ مرتد
فروغِ دینِ نبی جن کا کام وہ کافر

خدا کا پیار ملا ہے جنہیں وہی مشرک
ہے جن کے ساتھ خدا ہمکلام وہ کافر

وہ شرک کرکے بھی کہلائیں صاحبِ ایماں
خدا پہ جن کو بھروسہ مدام وہ کافر

رہیں کرم سے جو محروم وہ تو ہیں مسلم
ملے ہیں جن کو خدا سے انعام وہ کافر

جو نفرتوں کا سبق دے وہ پارسا ٹھہرے
لٹائے جو یہاں الفت کا جام وہ کافر

چلی ہے گنگا وہ الٹی کہ جن کے زیرِ عمل
سدا رہا ہے قرآں کا نظام وہ کافر

یہ کس ڈگر پہ زمانے کی آ گئی ہے سوچ
ہے جن کے نام میں احمد کا نام وہ کافر

یہ کیا غضب ہے کہ پہنچا رہے ہیں جو خورشید
جہاں بھر کو خدا کا پیام وہ کافر

مبشر خورشید۔ ریکسڈیل (ٹورنٹو)

denial of Islam. As their hearts are dead they do not realize their own true condition"
(Zameema Braheen Ahmadiyyah Volume V, Now published in Ruhani Khazain (London, 1984) vol. 21. pp. 142-143). (Essence of Islam vol 2)

May Allah make us Abde-Shakur and always guide us to the right path ameen

References:

1. The Holy Qur`an Translation by Hadrat Moulvi Sher Ali Sahib (ra)
2. Hadrat Khalifatul Masih V (aba) Friday Sermons
3. Khan, Muhammad Zafrulla (ra), Gardens of Righteous (Riyadh as-Salihin of Imam Nawawi), published by Islam Intentional Publications London
4. Khan, Muhammad Zafrulla (ra), THE EXCELLENT EXEMPLAR - MUHAMMAD The Messenger of Allah, published by Islam Intentional Publications London
5. Khan, Muhammad Zafrulla (ra), Letter to a Dear One, published by Majlis Ansarullah USA pp 89
6. Essence of Islam - Vol1, Vol 2 & Vol 3 published by Islam Intentional Publications London.
7. Alislam Web Site.

described in words and can never be acquired by the dead heart, which has not been refreshed by the fountain of the light of certainty. On the contrary, it stinks. But the one who has been bestowed this light and inside whom this fountain has burst forth exhibits as one of his signs that all the time and in everything, in every word and in every action, he receives power from God. This is his delight and his comfort and he cannot live without it"
(Review of Religions-Urdu, Vol. I, pp. 189) (Essence of Islam vol. 1)

The Grace, favor and bounties of Allah is only received through salat, In this context the Promised Messiah (as) says:

Salat is the soul of bounties. The grace of God Almighty is received through the Salat. Then observe it duly so that you might become heirs to the bounties of God Almighty
(Malfoozat, Vol. V, p. I26).

One of the greatest favors of Allah for the mankind is revelation and prophethood. Allah has mentioned in the Holy Qur`an:

"And whoso obeys Allah and this Messenger shall be among those on whom Allah has bestowed His blessings - the Prophets, the Truthful, the Martyrs, and the Righteous. And an excellent company are they. This grace is from Allah, and Allah suffices as One Who is All-Knowing". (4:70)

In this context the Promised Messiah[as] writes:

"Some ignorant divines go so far in their denial that they assert that the door of revelation is altogether closed and that it is not open to a Muslim to perfect his faith through this bounty and then to act righteously under the urge of his faith. The answer to those who think like this is that if the Muslims are so unfortunate and blind and are the worst of people, why have they been named the best of people by God Almighty? The truth is that those who think like this are themselves foolish and stupid.

As God Almighty has taught the Muslims the prayer that is set out in the Surah Fatihah, He has also designed to bestow upon them the bounty that was bestowed upon the Prophets; that is to say, the bounty of converse with the Divine which is the fountainhead of all bounties.Has God Almighty merely cheated us with this prayer? What good can there be in a useless and fallen people who are even worse than the women of Israel? It is well known that the mother of Moses and the mother of Jesus were not Prophets and yet they were favored with Divine revelation. Is it to be imagined that if a Muslim were to have such a pure soul as that of Abraham and were to be so obedient to God Almighty as to cast aside his ego altogether, and were to be so devoted in love to God Almighty that he should be lost to himself, yet he cannot be the recipient of revelation like the mother of Moses? Can any reasonable person attribute such miserliness to God Almighty?

The truth is that when these people became the insects of the earth, and the only insignia of Islam left in them were their turbans and beards and circumcision and a few verbal affirmations and the formal observance of Prayer and fast, God Almighty deadened their hearts and thousands of dark veils covered their eyes and they lost all signs of spiritual life. They thus denied the possibility of converse with the Divine and this denial is in truth a

Beneficence is meant instances of the moral qualities of God Almighty, which a person might have experienced in his own being. For instance, God may have become his Guardian when he was helpless and weak and an orphan. God may have fulfilled his need at a time of want, or may have helped him at a time of great sorrow; or God may have guided him without the intervention of a preceptor or guide in his search after God.

By His beauty also are meant His attributes which appear in the guise of beneficence, for instance, His Perfect Power or His Tenderness or His Kindness or His Rahimiyyat or His Compassion, or His general Rububiyyat and those common bounties which are available in large numbers for the comfort of man. There is also His knowledge which a person obtains through Prophets and thereby saves himself from death and ruin. Also His attribute that He hears the supplications of the restless and fatigued ones. His excellence about Him inclining towards those who incline towards Him, even more so. All this is comprised in God's Beauty.

The very same attributes when they are experienced by a person become His beneficence with reference to him, though they are only His Beauty with reference to others. When a person experiences in the shape of Beneficence those Divine attributes which constitute His Beauty, his faith is strengthened beyond measure and he is drawn towards God as iron is drawn towards a magnet. His love for God increases manifold and his trust in God becomes very strong. Having experienced that all his good is in God, his hopes in God are strengthened and he naturally continues to incline towards God and finds himself dependent upon God's help every moment and believes firmly through the contemplation of divine attributes that he will be successful, because he would have experienced in his own person many instances of God's grace and favour and generosity.

Therefore his supplications proceed from the fountain of power and certainty and his resolve becomes firm.

In the end having observed **divine favours and bounties** the light of certainty enters with great force into him and his ego is altogether consumed. On account of the frequent contemplation of the greatness and power of God, his heart becomes the House of God. As the human soul, while a person is alive, never leaves his body, in the same way, the certainty that enters into him from God, the Mighty and Glorious, never leaves him. His pure soul surges inside him all the time and he speaks under the instruction of his soul. Verities and insights flow out of him and the tent of the Lord of Honour and Majesty is ever set in his heart. The delight of certainty and sincerity and love flows through him like water whereby every limb of his is nourished. His eyes exhibit the brightness of nourishment and his forehead reveals its light. His countenance appears as if it had been washed by the rain of Divine love and his tongue partakes fully of this freshness. All his limbs exhibit a brightness, as after a spring shower an attractive freshness is revealed in the branches and leaves and flowers and fruits of trees.

The body of a person on whom this spirit has not descended and who has not been refreshed by it is like a corpse. This freshness and joyousness cannot be

Allah says in the Holy Qur'an:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

"And He has subjected to you whatsoever is in the heavens and whatsoever is in the earth; all this is from Him. In that, surely, are Signs for a people who reflect.
Wherever we turn, we come across creations reflecting the attributes of Allah. (45:14)

Allah is ar-Razzaq (the Ceaseless Provider), al-Latif (the Subtle One, He who creates things most subtly), al-Karim (the Generous One), al-Barr (the source of all goodness).

Praising Allah (Hamd) has a more general and inclusive meaning than thanking or gratitude (Shukr), for thanks and gratitude are only a repay for a favour, whereas Hamd is both a recompense like thanks and spontaneous praise.

If you understand the universal nature of Hamd you will know that your saying "Al-Hamdu Lillah" (All Praise Belong To Allah) requires praise of Him for His majesty, vastness, unity, might, bestowal of favors, knowledge, ability and power, wisdom and other attributes, and that it includes the meanings of His ninety-nine beautiful names. What a word [it is] which gathers together that which volumes find difficult to express.

In Islamic terminology, Thankfulness is the acknowledgment of the fact that Allah is the only Grantor of graces, and full submission to Allah in a way that assures that acknowledgment. The graces (favors) of Allah are endless and countless.

The best exemplar on the earth, who had spent all his life to thank Allah for His favors and His bounties, is Our beloved Holy Prophet peace and blessings of Allah be upon him. It is reported in one of the Hadith that:

"At night, between the prescribed services, he spent long hours in Prayer. He stood so long in Prayer that sometimes his feet became swollen. This once moved Ayesha to venture a mild protest. The Prophet said: "Ayesha, God has been so profuse in bestowing His bounties upon me that it behooves me to be the most grateful of His servants" (Muslim)

In another Hadith it reported that the Holy Prophet[saw] said: 'I have been bestowed five bounties, which distinguish me from previous Prophets. I have been helped with far-reaching prestige; the whole earth has been sanctified for me as a place of worship; the spoils of war have been made lawful for me; I have been permitted to intercede for people; all previous Prophets were raised for their respective people, and I have been raised for the whole of mankind.

During five times daily prayers (salat), in every rakat, surah Fatihah is recited. By reciting this surah Allah has taught us how to thank Allah, while remembering His attributes and praying for His favors On the subject of Allah's countless favors and bounties on human , the Promised Messiah[as] says:

"God's law of nature and the book of nature, which have been in existence since the creation of man, teach us that to establish a strong relationship with God it is necessary to have experienced His Beneficence and His Beauty. By

In the Name of Allah, the Gracious, the Merciful

"And if you try to count the favors of Allah, you will not be able to number them" (The Holy Qur`an 14:35)

By Abdul Basit Qamar Baqapuri

(During 2006 Annual Ijtema of Majlis Ansarullah Canada, Department of Taleem organized an Essay Competition on the above topic. The only essay, submitted in English, is being printed without any editing to encourage other members.)

In the Holy Qur`an, Surah Ibrahim, Allah the Almighty says:

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۚ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۚ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

"And He gives you all that you ask of Him, and if you try to count the favors of Allah, you will not be able to number them. Verily man is very unjust, very ungrateful." (14:35)

Also in Surah Al-Nahl, Allah says:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"And if you try to count the favors of Allah, you will not be able to number them. Surely, Allah is Most Forgiving, Merciful". (16:19)

In the world in which we live, Allah the Almighty has bestowed countless favors on us. All the needs of each living being are benevolently met. Let us think about ourselves as examples. From the moment we wake up in the morning, we need many things and encounter many situations. In brief, we survive entirely due to the many favors bestowed upon us. We can breathe as soon as we wake up. We never experience difficulty in doing this, thanks to our respiratory systems functioning perfectly. We can see as soon as we open our eyes. The sharp and distant images, all three-dimensional and fully colored, are perceived by our eyes, and indeed owe their existence to the unique design of our eyes. We taste delicious flavors. The relative proportions of the vitamin, mineral, carbohydrate or protein content of the food we eat, or how the excess of these nutrients are stored or utilized in the body never concerns us.

Moreover, we are mostly never aware that such complicated operations take place in our body. When we hold some material in our hands, we immediately know if it is soft or hard. What is more, we need no mental effort to do this. Numerous similar minute operations take place in our body. The organs, responsible for these operations, have complicated mechanisms. The human body functions almost like a factory of enormous complexity and ingenuity. This body is one of the major favors given to man & man leads his existence on earth with it.

At this point, a question remains to be answered: how are the raw materials necessary to operate this factory supplied? To put it another way, how do water, air, and all the other nutrients essential for life come into existence?

Some Good Sayings

(submitted by Hasan Mohammad Khan Arif of Mississauga)

1. Some men are successful as long as someone stands back of them and encourages them and some men are successful in spite of hell! Take your choice.
2. It is particular trait of human nature, but it is true that the most successful men will work harder for the sake of rendering useful service they will work for money alone.
3. Any man may become great by doing commonplace things of life in a great spirit, with a genuine desire to be of helpful service to others, regardless of his calling (profession).
4. Make excuses of shortcomings of others, if you wish, but hold yourself to a strict accountability if you would attain leadership in any undertaking.
5. If you have tried and met with defeat; if you have planned and watched your plans as they were crushed before your eyes; just remember that the greatest men in all history were the product of courage.. And courage, you know, is born in the cradle of adversity.
6. Genius is he who works harder than the hard worker.
7. One of the greatest leaders who ever lived stated the secret of his leadership in six words as follows: ***Kindness is more powerful than compulsion.***
8. Never in the history of the world has there been such abundant opportunity as there is now for the person who is willing to serve before trying to collect.
9. Your employer does not control the sort of service you render. You control that, and it is the thing that makes or breaks you.
10. It is well worth remembering that the customer is the most important factor in any business. If you don't think so, try to get along without him for a while.

mosque, Toronto, and offers year round service for all Jama`at functions.

Competitions:

Educational competitions were held after the Zuhar and Asar prayers followed by the Sports Competitions. These included tug of war, volley ball, musical chair, 100 and 300 meters race, relay race, slow cycling and fast cycling. The competitions continued until dinner.

Final Session of Shura:

Final Shura session started after Maghrib and Isha prayers in the main hall.

September 17, 2006

Sunday, 17th of Sep was the final day. The day started with congregational Tahajjad prayers, followed by Fajr prayers and Dars-e-Hadith.

A trip was arranged for Ijtema Attendees to visit the new Jalsa Gah site. Close to 50 guests took advantage of this trip. Local Majalis of Brantford and Barrie provided light breakfast to the guests.

First Session:
The day started with the Darse-Hadith by Col. Dildar Ahmad Sahib, Secretary Mission House, Canada.
Malik Lal Khan Sahib, Naib Amir II delivered his speech on "prayers of Hazrat Aqdas Massihe Ma'ood (عليه السلام) and the last speech of this session was by Choudhary Shafqat Mahmood Sahib, Naib Sadr Awwal Malis Ansar Ullah Canada about the prayers of the companions of Hazrat Massih Ma'ood (عليه السلام).

Address of Amir Sahib:

Respected Amir Sahib Canada, addressed the session via telephone from British Columbia where he was visiting the northern most habitats to attend a symposium and to spread the message of Islam to the corners of the earth.

Final Session:

Final session started after Zuhar and Asar prayers. This was presided by Mokaram Mubarik Muslih ud Din Sahib Wakeel u- Taleem Tahrike Jadeed who was on his private visit to Canada.

The session started with a very interesting and wisdom enhancing general knowledge competition.

After the prize distribution ceremony Sadr Majlis Ansarullah Canada delivered the concluding address. He also read out the message from Hazur Anwar Ayyadahullah Ta'ala be Nasrehil-Aziz.

Sadr Sahib acknowledged the services of volunteers who made this event a real success and asked the participants to remember them in their prayers. He also requested the members to take advantage of month of Ramadhan and offer financial sacrifices and to pray as much as possible for the strengthening of Khilfat and peace on earth.

The ijtima concluded at 4:40pm with silent prayer led by Mubarik Muslih ud Din sahib. It was reported that attendance was 540 and 650 for Saturday and Sunday respectively.

Report of Annual National Ijtima 2006

Majlis Ansarullah Canada

(Hamid Latif Bhatti)

The 21st National Ijtima of Majlis Ansarullah Canada was held from 15th Sep to 17th Sep, 2006 at Baitul Islam Mosque, Toronto, Ontario, Canada.

September 15, 2006

The event started on 15th Sep with Magrab and Isha prayers, followed by the first session of Majlis-e-Shura. A summary report is printed onpage ... Afterwards there was a formal dinner that was arranged in honor of the Shura delegates and dignitaries of Jama'at.

September 16, 2006

On Saturday congregational Tahajjud prayer was offered, followed by Fajr prayers and Dars-e-hadith.

First Session:
Opening session of Ijtema was inaugurated by Khalifa Abdul Aziz Sahib Naib Amir Awwal. In his opening address, he discussed the phenomenal growth of Canada Jama`at. He told that when he came to Canada, there were only three Ansar in Canada. There were no mosque, mission house or any property owned by Jama`at. It is sheer mercy of Allah that now the Jama`at has a number of mission houses, mosques and property in almost all the provinces and big cities of Canada. He also highlighted the blessings of Allah the Almighty, enjoyed by the auxiliary organizations. He applauded the recent pledge of one million dollars by Majlis Ansarullah Canada towards the purchase of a 200 acre parcel of land for Jalsagah.

The opening address was followed by the speeches of following scholars; Maulana Mukhtar Ahmad Cheema Sahib, Professor Jamiya Ahmadiyya Canada about the three attributes of Allah, Sami, Baseer and Mujeeb. Maulana Hadi Ali Choudhary Sahib, Professor Jamiya Ahmadiyya Canada told the members about the prayers of the Holy Prophet ﷺ specifically related to our family matters and daily life.

Maulana Tariq Islam Sahib, Missionary Eastern Canada told the members about the prayers of the companions of Holy Prophet ﷺ.

Kaleem Ahmad Malik sahib, Sadr Majlis Ansarullah Canada, gave his opening remarks and announced that the theme of this Ijtima is prayers for Khilafat Jubilee. He also spoke about the purchase of land of 200 acres for Jalsa Gah and encouraged members to contribute one million dollar on behalf of Majlis Ansarullah before 27th Ramzanul Mubarik. There was an immediate response and pledges of close to $300,000 were received on the spot.

After the session, lunch was served in the food marquee. The food was prepared in the *Langer Khana* that has been built at the premises of Baitul Islam

- The program of the Khilafat Jubilee prayers must remain on the agenda of monthly meetings.

Data Collection

- A data must be prepared as to how many Ansar need help in learning and how many have memorized and are continuously reciting these prayers on daily basis.
- Incentives in the form of prizes must be awarded to those Majalis who are exemplary in implementing this program.

The Stimulant of Danger

(Hasan Mohmmad Khan Arif)

When a man's business is in danger, he can become sometimes a superman. He can do things that he thought were impossible. Here is a new fable that illustrates this:

A frog was caught in a deep rut in the road, and in spite of the help of his friends he could not get out. They finally left him there in despair. The next day one of his friends saw him, chipper as you please and no longer in the rut.

"What are you doing here?" The friend asked. "I thought you could not get out."

"I couldn't" the frog replied. "But a truck came along and I had to."

This was resolved to remind and implement the importance of these prayers by explaining that the Khilafat Jubilee program has been initiated by our beloved Hazur (abna) and it is part of our pledge to always remain dedicated and devoted to Khilafat:

Teaching and Memorization of prayers:

- Classes to be arranged in mosques and Namaz centers and at homes to teach these prayers.
- Ansar to lead the family by way of recitation of prayers on daily basis.
- Missionaries and scholars to deliver Friday Sermons explaining the importance and blessings of these prayers
- Services of Waqfeen-e-Arzi must be utilized to visit different Majalis to teach and explain the blessings of the Khilafat Jubilee Program
- Flyers, posters, stickers should be published to have the prescribed prayers and this must reach to all Ansar brothers.
- Banners and posters should also be displayed at prominent places, in mosques, Ijtima and in homes.
- Preparation of CD's / Audio Cassettes comprising of prescribed prayers.
- To hold quiz program by forming teams.
- Importance of these prayers must be published in our magazines "Nahno Ansarullah" and "Ahmadiyya Gazette" and MTA is another major source to have these blessings.
- Make it a routine to include recitation of these prayers in Amila meetings and general body meetings.
- The members should be informed well before the day of fast.

Monitoring

- National Qa'id Tarbiyat through local Za`im must start its implementations and monitoring on regular basis and its compliance in periodical reports.
- Effective Sa`iqeen system should be implemented to remind members from time to time and progress report must be collected.
- The Shura delegates and Office bearers must prove to be a role model that others should follow.

PROPOSAL # 3 (*TARBIYYAT*)

Hadrat Khalifatul Masih Ayyadahullah Ta'ala be Nasrehil-Aziz had given a program of prayers to the Jama'at for the success of Khilafat Jubilee. In order to implement this program we must concentrate to create better awareness so that all Ansar should follow this program accordingly.

Therefore Majlis Shura is requested to suggest a system to teach, memorize and monitor so that we can include every Nasir and his family in this blessed scheme. (National Majlis `Amila)

Report of the Sub-Committee

Professor Basharat Ahmad (Chairman)

Syed Tariq Ahmad Shah (Secretary)

Mohammad Rafiq
Reaz Mahsum Bhatti
Hanif Shad
Sk. Abdul Hamid
Abdul Haleem Tayyib
Dr. Basharat Ahmad
Syed Tariq
Imran Sharma
Malik Daud
Mohammad Ahmad Shah
Ch. Hedayatullah
Mubashar Naeem
Ch. Abdur Rashid
Khalid Mahmud Jaboor
Naeem Qader
Saeed Chatta
Col. Raja Aslam
Iftikhar Ahmad
Ch. Arshad Ali
Zahir Ahmad
Dr. Salim Kaisar
Abdul Basit Qamar
Imtiaz Uddin
Masud Mahar
Ejaj Jubair
Ejaj Basra
Tahir Nadeem
Sk. Javed Mahmud
Ajmal Noushahid
Qasim Mahmud
Javed Kahlon
Ghulam Haider
Kamaluddin Habib
Col. Amjad
Majeed Ahmad
Ejaz Ahmad
Mohammad Hanif

The subcommittee assembled in Lajna Hall in the basement of Bait ul Islam Mosque at 10:55pm. The session started with silent prayer led by chairman. The secretary presented the original proposal. After brief introduction of the Shura delegates, they were asked to give their views / suggestions. The meeting ended with Silent prayer at 12:05 am.

Explanation of the proposal has three parts:

- To Teach
- To Memorize and
- To Monitor the Khilafat Jubilee prayers.

PROPOSAL # 2 (*ISHA'AT*)

The participation in the quarterly examination arranged by Qiadat Ta'lim and their quality has stressed a need to enhance the knowledge and to promote the reading of books of Hadhrat Promised Messiah A.S. It is heard very often that material is not available or the teachers are not available.
Therefore, Majlis Shura is requested to ponder and device a system under Qiadat Isha`at and Ta'lim to ponder and advise that how we can promote the publications specially reading the books of Promised Messiah[as] to acquire the desired results.
(Proposed by National Majlis `Amila)

Report of the Isha'at Sub-Committee

The meeting of Ishaa't committee was held in the glass house at 10:45 p.m with silent prayers. The following members were present.

Arshad Mahmood (Chairman)
Mohammad Zubair Mangla (Sec.)
Ch. Shfqat Mahmood
Nasir Ahmad Vaince
Abdul Majid Siddiqui
Ch. Ghulam Rasool
Naseem Ahmad Sarfraz
M. Abdul Rashid Malik
Mohammad Naseer Zia
Dr. Abdul Batin
Mir Majeed Ahmad Tariq
Ch. Azizullah
Nazeef Chaudhary
Irfan Qazi
Mamoon Malik
Dr. Riaz Mohsin Bhatti
Dawood Ahmad

Following are the **recommendations of the committee**

1. The committee feels that Majlis Ansarullah Canada at National level should make efforts to provide set of CD's of Rohani Khazian to those Ansars who do not possess set of Promised Messiah's books.
2. Majalis Ansarullah throughout the country should continuously make all possible efforts to remind and motivate Ansar brothers to read books of Promised Messiah on regular basis, few minutes of reading the prescribed book is an ideal way of achieving this task.
3. Constant reminder is an essence. Nazim Ishaa't should take account through the system of Saiqeen or otherwise as to how many households do not have the books of Promised Messiah.
4. National Majlis Ansarullah should ensure that books which are going to be prescribed as syllabus for the on coming year are available with Majalis. If these books are not available then majlis should provide these books at subsidized cost.
5. National Majlis Ansarullah should inquire about getting cheaper books from various sources such as from USA, Qadian or possibility of printing short books at local level.
6. Short lectures from the proscribed books should be arranged during monthly meetings of Majlis Ansarullah in each majlis and if possible quarterly exams should be conducted during these meeting.

Chair then invited recommendations on the proposal from various members.

After detailed deliberations, the Sub-committee unanimously agreed to the following recommendations:

1. The Department of Ithar should be made more organized and active at the local level.
2. Responsibility should start from the local level and the Zaim must take charge as he is the immediate contact at the local level. He is also fully aware of the local situations.
3. The Majlis may be divided into smaller sections and each Amila member of the Zaim be assigned a group of families for keeping constant contacts.
4. Regular contacts of local Amila members with members of the Majlis should be established.
5. The members who make requests for prayers should also be followed up to see that the need has been attended.
6. Ansar should not only be responsible for Ansar but should extend necessary supports to all Jamaât members as well.
7. Assistance should not only be limited to the sick but all members who are in need of help should always be assisted, like welcoming new members, new immigrants requiring guidance for their settlement, etc.
8. There should be training sessions of Ansar for various situations, and a database of the trained and skilled Ansar be maintained and provided to all Majalis.
9. Emphasis should be given on Qurânic teachings pertaining to this subject (Ithar). It is not only the money spent, but time is also as essential as money to be sacrificed in the way of Allah.
10. The Tajneed should include health-data of the members, which will facilitate Amila members to attend any health-related needs.
11. General membership should be encouraged to report mishaps/sickness of any kind in their family requiring help.
12. Regular visits by the local Amila members to families be encouraged and promoted.
13. A fund should be established to help out those in sudden needs.
14. Hotline numbers should be introduced in local, as well as central levels, for members in emergencies (that number could be of Zaim, Muntazim Ithar, etc.).
15. The Committee also felt it was very important that a consolidated data on capable volunteers for various tasks be developed, to be provided to the local Majlis. It will enable the Majlis to assign the task to the appropriate volunteers.
16. An inter-Majalis system be developed to provide specific and appropriate help, example, if one Majlis is not capable of taking care of certain task, another Majlis be approached for help, and vise versa
17. Members who directly approach the Centre for help should also be referred to the local Majlis.
18. Every Majlis should have a Ithar Committee to take care of all the above issues.

In the Name of Allah, the Gracious, the Merciful

Report Majlis Shura 2006

Majlis Ansarullah Canada

(Laeeq A Khurshid)

Saturday, September 16, 2006

Shura session started after Maghrib and Isha prayers in the main hall. This year there were four proposals including budget. Following are the details.

PROPOSAL#1 (*ITHAR*)

It is observed that sometimes people in our Jama'at and community who are suffering from sickness or in need are not taken care of or not being contacted in time and appropriately. This is our prime responsibility to facilitate members of community specially Ansar for their employment, general health and to utilize their experience for the benefit of community.

Therefore, Majlis Shura is requested to ponder over and propose that how Majlis Ansarullah can effectively take part to benefit the community.(Proposed by National Majlis 'Amila)

Report of the Ithar Sub-Committee

The meeting of the Ithar Sub-committee was held at 10:50 p.m. on September 15, 2006, under the chairmanship of Mohammad Ismat Pasha at Baitul Ansar. The Committee comprised of the following 18 members, out of which 16 were present, with one absent with permission:

Mohammad Ismat Pasha – Chair
Mian Mohammad Saleem – Secretary
Talat Mahmud Rabbanbi
Khalid Naeem
Jamil Saeed
Shaikh Nasir
Syed Munir Shah
Col. Dildar Ahmad
Abdul Hameed Hamidi
Muzaffar Gundal
Cmdr. Mohammad Aslam
Chaudhry Nasim Ahmad
Ayaz Ahmad Ayaz
Dr. Imtiaz
Fazal Mohammad Khan
Mirza Lutfur Rahman
Javed Sadiq
Abdul Hameed Khan Khatak

The Meeting commenced with the silent prayer led by Col Dildar Ahmad Sahib.

After a brief introduction of the Committee members, the main proposal was read out by the chairman for information of all the members. The

> blessings of Allah be on him, and Ameerul Momineen Ali, may Allah be pleased with him. (*Baharul Anwar*, Vol. XIII, p. 209)

The Promised Messiah, peace be on him, has called himself the like of the prophets, peace be on them, in the same sense. He states:

> No one should be troubled with the idea how a humble follower of the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be upon him, could become a sharer in his names and qualities or praises. **Without a doubt it is true that even a prophet cannot become a sharer in an equal degree in the holy excellencies of the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be upon him. Even the angels cannot be his equals, let alone that anyone else should have any share in his excellencies.** But, 0 seeker after truth, may Allah guide you, listen to this with attention, that God Almighty, desiring that the blessings of the Holy Prophet should continue to be manifested throughout and that the perfect rays of his light and of his acceptance by God should continue to confound his opponents and to silence them, has, of His mercy and wisdom, ordained that He manifests the blessings of His accepted Messenger through the humble personalities of some of his followers who obey him completely, with utter humility and lowliness and by falling on the threshold of servitude they are completely lost to themselves. They are so honored as God finds them utterly devoted to the Holy Prophet, so much so that they become like a clear mirror for the reflection of those blessings. The praise bestowed on them by Allah and the signs and blessings and effects that are manifested by them in reality belong to the Holy Prophet himself and issue from him. In truth and in its perfection that praise is appropriate only to the Holy Prophet and he is its perfect example, but as he who completely follows the practice of the Holy Prophet becomes a reflection of that illumined personality on account of his complete obedience and utter devotion, the divine lights that are manifested in that holy personality are also exhibited in his reflection. The manifestation in a reflection of all that characterizes the original is a matter that is not hidden from anyone. It is true, however, that the shadow is not established in itself and does not possess any excellence in reality. Whatever is found in it is a picture of the original which is reflected through him. **It is necessary, therefore, that no one should imagine that this phenomenon is derogatory of the Holy Prophet that his inner lights are reflected in his perfect followers. It should be understood that this is a reflection of the lights of the Holy Prophet which is manifested as a continuous grace in the pure personalities of the followers of the Holy Prophet.** (*Braheen Ahmadiyaa*, Part III, p. 242)

Reflection of all the Prophets

(From **Truth About Ahmadiyyat** by Imam B. A. Rafiq)

It is objected that the Founder of the Ahmadiyya Movement claimed to be the manifestation and like of all prophets and had arrogated their names to himself saying that he was Adam and Noah and Ibrahim etc. He had even called himself Muhammad and Ahmad and had thus defamed the prophets.

In this connection we would draw attention to a statement by the Promised Messiah, peace be on him, which explains his claim of being the manifestation of the prophets and the champion of Allah in the mantles of the prophets. He states:

> "This revelation means that I have been bestowed some portion of the special circumstances or special qualities of all the prophets, peace be on them, who have appeared from God beginning with Adam till the end, whether they were Israelis by descent or non-Israelis. There has not been single prophet of whose qualities or circumstances I have not been bestowed a portion ... In this there is an indication that many people of this age resemble the bitter enemies and opponents of the prophets, peace be on them, who had exceeded the limits in their rancor and who were destroyed by various types of torments ... There has also been displayed and will be displayed in the future the various types of aid and support which God Almighty had displayed in the case of the previous prophets." (*Braheen Ahmadiyya*, Part **V**, p. 89)

In pursuance of this explanation and in support of it we cite the statements of some of the eminent personalities of Islam.

Hazrat Shaikh Abdul Qadir Jeelani, may Allah have mercy on him, has said:

> A person rises till he arrives at a station where he becomes the heir of every messenger, prophet, and *siddique*. (*Futuhul Ghaib*, *Maqalah 4*, p. 23)

He has also stated:

> This is not the person of Abdul Qadir but the person of Muhammad. (*Guldastah Karamat* p. 10)

Hazrat Bayazid Bistami, may Allah have mercy on him, has said:

> I am Ibrahim, Moses, and Muhammad, peace and blessings of Allah be on him. (*Tazkaratul Aulia, the Tazkarah of Bayazid Bistami*)

Imam Baqar, may Allah have mercy on him, has stated:

> The Imam Mahdi will say: 'O ye people, if any of you wishes to behold Ibrahim and Ishmael, then let him note that I am Ibrahim and Ishmael. If any of you desires to behold Moses and Joshua, then let him note that I am Moses and Joshua. If any of you desires to see Isa and Simon, then let him note I am Isa and Simon. If any of you desires to behold Hazrat Muhammad Mustafa, peace and blessings of Allah be on him, and Ameerul Momineen Ali, may Allah be pleased with him, then let him note that I am Muhammad Mustafa, peace and

Arabiyya" and will broadcast 24 hours in Arabic to satiate the parched Arab souls with the message of truth.

Huzur said the satellite company that we are doing business with is facing some opposition, may Allah keep them safe from all evil and may they honour the contract and as a result pure-souls are able to take advantage of this service. Huzur also said that as the Promised Messiah (on whom be peace) said, God has now willed that this task is accomplished.

Huzur said he has no doubt the majority of Muslims will accept this message in accordance with Divine promise. Huzur prayed that may it come to pass soon and we are able to witness it in our life times.

With reference to the new service of MTA 3 Al Arabiyya Huzur read a message that the Promised Messiah (on whom be peace) wrote to the people of Arabia. In it he commended the status of the people from the land of Arabia for this is the land from where God commenced the succession of His revelations from Hadhrat Adam (on whom be peace) through to the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him). He speaks of his own anguish to visit this land so that he could 'use its dust as kohl in his eyes' so that he could meet its holy men and be gratified. He speaks of his deep love for the land where the final resting place of the blessed Prophet (peace and blessings of Allah be on him) is. He said that Allah had given him glad tiding about the Arabs and had indeed told him to reform their ways. He asks them if they are prepared to side with him for the sake of the God Who is the Lord of all the worlds?

Huzur added, 'O people of Arab, in my capacity as the representative of the Messiah I ask you to submit to the voice of this spiritual son of the Prophet (peace and blessings of Allah be on him)'. Huzur said he has only presented a few glimpses of his but if one was to ponder over the writings of the Promised Messiah (on whom be peace) one would find nothing but a profound sense of honour for the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him).

Huzur said each new day manifests signs of Divine support for the Community and that Huzur's address to the people of the Arab world via satellite today was indeed one such sign. Huzur said ours is a small and poor Community that has saved hard to acquire this satellite and is now sending this message through it. Huzur urged the people of Arab world to respond positively to this message of the Messiah. He invited them to join and be the Community's right-hand and said that today salvation may only be attained by supporting and helping the Community of the true and ardent devotee of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him).

Huzur reminded them of Allah's promise that He will grant this Community triumph and said if it is not the people watching him then their next generations will accept this message and they will certainly yearn that their ancestors had accepted the truth. In conclusion Huzur prayed that may Allah make it so that they understand this reality today and that may Allah accept our humble supplications. (WWW.alisla.org)

the profound reverence and deep perception he had for the lofty status of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him).

Huzur said the Promised Messiah (on whom be peace) expected that a true devotion for the Holy Qur'an and the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him) is aroused in his followers and that is the reason he drew specific attention to this in his conditions of bai'at.

Huzur said it was among the tasks of the Messiah to give the Muslims a real perception of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him), to protect Islam from the onslaughts of other religions and to propagate its beautiful teachings to the world. It was his mission to enlighten the world with the set of guidance that the last law-bearing Prophet (peace and blessings of Allah be on him) brought and which, in accordance with Traditions the Mahdi & Messiah was to propagate in the latter-days.

Huzur expounded the earthly and heavenly signs that were manifested to support the truth of the Promised Messiah (on whom be peace) and said that a person's claim in conjunction with all these signs appearing that he was the Mahdi and that those who sought spiritual refuge should come to him was not a mere co-incidence.

Ahmadis are most fortunate in that they have been enabled to join the Community of the Promised Messiah (on whom be peace). It is now our task to take the message of truth to the world so that Unity of God is established and the banner of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him) is raised. It is Allah's work and it is destined to happen, all we can do is participate in it and earn some reward.

Reading another extract of the Promised Messiah's (on whom be peace) writing stating that the purpose of his advent was to attract pure-natured people towards Unity of God Huzur said in today's climate it seems a most difficult task. However, if we reflect over how the Promised Messiah (on whom be peace) started off in a tiny hamlet in Punjab in India all alone and within his lifetime he had followers in their thousands and people in Europe and America believed in him. Now each day brings progress and advancement for the Community and its establishment in 185 countries of the world is a living proof of the truthfulness of the Promised Messiah (on whom be peace). Today if anyone defends Islam it is this Community. The Arab Muslims are witness to the fact that they were most troubled by the world – it was this Community that coordinated and supported them because they alone have the arguments and the proofs to establish Unity of God and to dismiss false beliefs.

Huzur said we are a small and poor Community, we do not have the revenues of oil or any other assets, our resources are limited and we could not have imagined that we would be able to harness contemporary cutting edge technology to spread our message. However, today we witness the fulfillment of the revelation of the Promised Messiah (on whom be peace) "I shall take your message to the corners of the earth" with a new glory in that from today MTA has launched a new service through a new satellite specifically aimed at the Arab world. This service will be called "MTA 3 Al

permit himself to be carried away by passions, however strong they may be.
III. That he shall regularly offer the five daily prayers in accordance with the commandments of God and the Holy Prophet; and shall try his best to be regular in offering the Tahajjud (pre-dawn supererogatory prayers) and invoking Darood (blessings) on the Holy Prophet; that he shall make it his daily routine to ask forgiveness for his sins, to remember the bounties of God and to praise and glorify Him.
IV. That under the impulse of any passion, he shall cause no harm whatsoever to the creatures of Allah in general, and Muslims in particular, neither by his tongue nor by his hands nor by any other means.
V. That he shall remain faithful to God in all circumstances of life, in sorrow and happiness, adversity and prosperity, in felicity and trials; and shall in all conditions remain resigned to the decree of Allah and keep himself ready to face all kinds of indignities and sufferings in His way and shall never turn away from it at the onslaught of any misfortune; on the contrary, he shall march forward.
VI. That he shall refrain from following un-Islamic customs and lustful inclinations, and shall completely submit himself to the authority of the Holy Qur'an; and shall make the word of God and the saying of the Holy Prophet the guiding principles in every walk of his life.
VII. That he shall entirely give up pride and vanity and shall pass all his life in lowliness, humbleness, cheerfulness, forbearance and meekness.
VIII. That he shall hold faith, the honour of faith, and the cause of Islam dearer to him than his life, wealth, honour, children and all other dear ones.
IX. That he shall keep himself occupied in the service of God's creatures, for His sake only; and shall endeavour to benefit mankind to the best of his God-given abilities and powers.
X. That he shall enter into a bond of brotherhood with this humble servant of God, pledging obedience to me in everything good, for the sake of Allah, and remain Faithful to it till the day of his death; that he shall exert such a high devotion in the observance of this bond as is not to be found in any other worldly relationship and connections demanding devoted dutifulness.

Huzur explained that today the bond that the Community has with Khilafat is in reality by virtue of this pledge of allegiance that links it to the Promised Messiah (on whom be peace). Likewise having put one's step on the rung of this ladder, it connects them to the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him) and ultimately to God.

Huzur expressed regret that the rest of the Muslim do not appreciate and understand this, for this could be the source of their deliverance from the troubles they are in. Indeed, the mission of the Promised Messiah (on whom be peace) is to establish the rule of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him) and the truth of the Holy Qur'an.

Elucidating the matter Huzur said the Promised Messiah's (on whom be peace) ardent love for the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be on him) was monumental and if anyone truly appreciated his status it was him. Huzur read an extract from the writings of the Promised Messiah (on whom be peace) expressive of

(The Promised Messiah in Tazkira-tush-Shahadatain)

Veritable Mission of the Promised Messiah[as]

Summary of Friday Sermon
delivered by the Head of the Ahmadiyya Muslim Community
March 23rd, 2007

(NOTE: Alislam Team takes full responsibility for any errors or miscommunication in this Synopsis of the Friday Sermon)

Huzur delivered today's Friday Sermon on the veritable mission of the Promised Messiah (on whom be peace) with reference to the significance of today's date, the 23rd March. It was today 118 years ago that the Promised Messiah (on whom be peace) took his first bai'at (pledge of allegiance) and thus the Community was established.

This day is a milestone in the second phase of Islam. A glance at the perilous condition of Islam at the time informs us that with the fierce attacks on Islam by people of other religions sincere Muslims of the Indian sub-continent were desperately anxious. The Muslim religious scholars were alarmed and overwhelmed by this onslaught and the only gallant of God who could contend with them was Mirza Ghulam Ahmad Qadiani (on whom be peace). He wrote his momentous four-volume book 'Braheen e Ahmadiyya' through which he convincingly and credibly silenced all the opponents of Islam. In this book he presented arguments about the divinity and the matchlessness of the Holy Qur'an and the truthfulness of the claim to prophethood by the Holy Prophet (peace and blessing of Allah be on him). He announced that if anyone could respond to even one-fifth of the arguments he had presented in the book he would given them Rupee 10,000; an enormous sum of money at the time.

Muslims were greatly heartened by this book and some sincere associates urged him to take their bai'at. However Mirza Ghulam Ahmad Qadiani (on whom be peace) kept refusing until such time that he was divinely commanded to do so.

On 1st December 1888 he made an announcement that he was commanded to take bai'at from those who were seekers of the Truth and who wished to abandon the life of disgrace. He said he would sympathise and comfort them and God would bless his prayers in their favour. On 12th January 1889 he made another announcement and with reference to the first one, he laid out ten conditions of his bai'at. Huzur said all Ahmadis know these ten conditions well but Huzur would repeat them as a reminder. Furthermore as MTA reaches a very wide audience, others would also get some idea about these conditions.

The Ten Conditions of Bai'at:
I. The initiate shall solemnly promise that he shall abstain from shirk (association of any partner with God) right up to the day of his death.
II. That he shall keep away from falsehood, fornication, adultery, trespasses of the eye, debauchery, dissipation, cruelty, dishonesty, mischief and rebellion; and will not

"I deem it necessary to say this much about my claim that I have been sent by God at the most appropriate time. This is the time when most of the people have become similar to the Jews. They have not only abandoned the fear of God *(Taqwa)* and purity of heart, they have become, like the Jews of the days of Jesus, the enemies of the truth. That is why, as a matter of contrast with them, God has given me the name of Messiah. It is not that just I call the people to myself; it is this Age that has called me (i.e. my advent is the need of the hour)".

Future of Ahmadiyyat

"O mankind! hearken, this is the prophecy of God Who made the Heavens and the Earth. He will spread this Movement in all the countries and will give it supremacy over all through reason and arguments. Remember, no one will descend from heaven. All our opponents who are living at present will die and not one of them will see Jesus, son of Mary, descend from the sky and then their children who survive them will also pass away and none of them will see Jesus, son of Mary, coming down from the heaven. Generations of their posterity will also perish and they too will not see the son of Mary descending from heaven. Then God will create restlessness in their hearts; that the day of the glory of the Cross had passed away and the world had taken another turn but Jesus, son of Mary, had still not come down from the sky. ***Then all the wise people will discard this belief and the third century from today will not have completed when all those who had been waiting for Jesus, both Muslims and Christians will despair of his coming and entertaining misgivings shall give up their belief and there will be only one Faith in the world and one preceptor. I came only to sow the seed. That seed has been sown by my hands. It will now grow and blossom forth and none dare retard its growth.***"

Christ[as], and what is the real salvation and how it can be obtained.

At the close of the fourth volume, Hadhrat Ahmad[as] added a note which is entitled 'We and our Book'. In it he says that when he started writing this book things were different from what they are now. He remarked that a sudden manifestation of God the like of which was shown to Moses[as] had been received by him and he had heard the voice of God Who said:

"Verily I am your Lord', and thereafter such secrets of spiritual heights were made known to him as could never be gotten through the medium of wit and intelligence. He further said that he now had no control over this book and it was God alone Who knew how it would proceed."

The **fifth volume** of Brahin-i-Ahmadiyya was published no less than 23 years after the publication of the fourth volume.

This volume starts with a description of the true and living religion and stresses the point that a true and living religion must have the miraculous manifestation of the words and deeds of the Almighty God. Any religion that is not true and is not living will certainly be devoid of these manifestations.

Hadhrat Ahmad[as] then continues to explain what a miracle really is and why it is essential that the miracles must take place. He adds that the living miracle and not merely the stories of the old are the sure sign of a living religion.

In the second chapter of the volume, Hadhrat Ahmad[as] makes mention of the fulfillment of what had been outlined in the first four volumes, almost 25 years back. During this period a large number of prophecies had come to pass and hundreds of his revelations had been mentioned to the people with the result that all those people were witnesses to those revelations. He also shows to his readers the succour that he had received from God on all the occasions. All these things, he says, are a proof of the truth of the Holy Prophet Muhammad, on whom be peace and blessings of Allah and also they, quite clearly, show that he (Hadhrat Ahmad[as]) was true in all the claims that he had made in respect of his having been commissioned by God.

There is a lengthy supplement attached to the book (Volume V). In this supplement, Hadhrat Ahmad[as] has answered the objections raised by the people, especially by Mr. Muhammad Ikramullah of Shahjahanpur, Maulvi Abu Saeed Mohammad Hussain, Sayed Muhammad Abdul Wahid of Bengal and Rashid Ahmad Gangohi.
He has also dealt with the death of Jesus Christ[as], basing his arguments on a number of verses of the Holy Qur'an.

After the supplement, Hadhrat Ahmad[as] wanted to write an epilogue. The short notes for this epilogue have been added to the book. These notes show that he wanted to explain what Islam really is, how excellent and perfect is the teaching of the Holy Qur'an, the fulfilment of the promises God had made to him as mentioned in the first four volumes of the book and, also, he wanted to explain what those revelations meant in which he had been called Jesus.

As for his claim, he says (and with that ends the fifth volume of Brahin-i-Ahmadiyya):

Hadhrat Ahmad[as] offered a prize of 10,000 rupees to anyone who could refute these proofs and give even one-fifth of these proofs in favour of his own religion, scripture and Prophet. He was so anxious to make things clear to the people that he got this challenge (with prize) printed in such bold letters that a page of almost 10" length had only seven lines on it and it was spread over pages 24 to 52.

When the Christians and the Hindus saw the first volume, they became furious and talked most irrelevantly but none of them succeeded in taking up the challenge sincerely. Hadhrat Ahmad[as] then explained to his readers that he never had any intention to injure the feelings of the people. What he actually wanted to do and what he was doing was to prove intellectually that Islam was a better religion than every other religion. He said the days had passed when stories were considered to be sufficient to prove that a religion was a living and practical religion.

Hadhrat Ahmad[as] has made mention of the following six points about this book:

1. It contains all the truths based on the principles of the knowledge of religion; all the truths that put together can be called Islam.
2. It contains 300 proofs -- strong, conclusive and convincing of the truth of Islam.
3. It contains answers to the allegations, accusations, objections and whimsical views of the opponents of Islam like Jews, Christians, Magians, Aryas, Brahmins, idol worshippers, atheists, naturalists and non-religious people.
4. It contains a discussion on the basic religious beliefs of the followers of other religions.
5. It contains the explanation of the secrets of the word of God. The wisdom of the Holy Qur'an becomes manifest throughout.
6. All the discussions have been penned with great coolness and fineness and in perfect accordance with the rules of discussion; everything has been said in a lucid manner and understanding has been made easy.

The **third volume** starts with a mention of the poor condition of the Muslims and Hadhrat Ahmad[as] has shown great concern for them. It contains the external and internal proofs of the truth and excellence of the Holy Qur'an. This topic has been discussed at length and quite a number of details have been mentioned in the marginal notes.

The **fourth volume** begins with the list of the topics discussed in the book. It makes mention of the proofs of the need of the Word of God (revelation) and asserts that the perfect faith and God realisation which is all important for salvation can be achieved through the revelation of God. It also mentions the excellent and unique interpretation of the Sura Fatiha and also some other verses of the Holy Qur'an; the teachings of Vedas are devoid of the idea of the Oneness of God; Pundit Dayanand silenced and the prophecy about his death of which many people were informed beforehand came to pass; the comparison of the teachings of the Holy Qur'an and the New Testament; prophecies which many people were told beforehand; the miracles of Jesus

Introducing the Books of the Promised Messiah^{as}

(Naseem Saifi)

(The Promised Messiah and Mahdi, Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad^{as}, wrote more than eighty books, mostly in Urdu, Arabic, and Persian. Only a small number of these have been translated into English. In order to hopefully bring English readers closer to the original writings of Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad^{as}, we are serialising Introducing the Books of the Promised Messiah by Mr. Naseem Saifi. In this work. Mr. Saifi has presented a brief account of every book written by the Promised Messiah^{as}).

Brahin-i-Ahmadiyya

The first and the second volumes of Brahin-i-Ahmadiyya were published in 1880 CE, the third volume in 1882 and the fourth volume in 1884. The fifth volume took, under the divine scheme, a long time to be published. It saw the light of the day after 1905.

When the book started to be written and published, the British Government was well established in the sub-continent of India and in its wake the Christian religion was getting itself entrenched with great force and speed. The statistics show that whereas there were 91,000 Christians in India in 1851 CE, there were no less than 470,000 in 1881 CE. The increase in number was simply unprecedented.

The onslaught of the Christian missionaries was mostly directed towards the Muslims. Followers of some other religions, like Hinduism, also did not lag behind in attacking Islam. Arya Samaj was particularly opposed to all that was connected with Islam and the Muslims.

It was in these circumstances that Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad^{as} who later on claimed to be the Promised Messiah and Mahdi, took up his pen to prove the truth of Islam and the excellence of the Holy Qur'an. As for the reason why he wrote his book Brahin-i-Ahmadiyya, he says:

> "Let it be clear to all the seekers after truth that the reason why this book entitled Brahin-i-Ahmadiyya ala haqiqati kitabilla hil Qur 'an wannubuwwatil Mohammadiyya (the proofs of the truth of the Book of Allah - the Holy Qur'an, and the Prophethood of Muhammad^{sa}) has been compiled is that the proofs of the truth of Islam and the proofs of the excellence of the Holy Qur'an and the proofs of the truth of the prophethood of the Holy Prophet^{sa}, the Khatamun-Nabiyyeen, may God's choicest blessings be upon him, are made known to the people with the greatest clarity and all those who do not believe in the sacred book and chosen prophet, are silenced with perfect intellectual proofs in a way that they cannot open their mouths any more".

On Vying with One Another in Doing Good

Allah, the Exalted, has said:
"Vie with one another in good works" (2.149).
"Hasten towards forgiveness from your Lord and a Paradise whose price is the heavens and the earth, prepared for the righteous" (3.134).

87. Abu Hurairah relates that the Holy Prophet said: Hasten to do good for soon there will be a succession of disorders like the chasing darknesses of night; a person will start the day believing and will end it disbelieving, or go to bed believing and get up in the morning disbelieving. He will be ready to sell his faith for a worldly advantage *(Muslim).*

88. Utbah ibn Harith relates: I joined the afternoon Prayer led by the Holy Prophet in Medina. The moment he concluded the service he stood up quickly and proceeded to one of his chambers stepping across the shoulders of the worshippers. People were perplexed by such haste. When he came back he perceived that people were wondering what had called him away so urgently. So he said: I recalled that there was left with me a piece of silver (or gold) and this disturbed me. I have now arranged for its distribution *(Bokhari).* Another version is: There was left with me a piece of silver (or gold) which was meant for charity. I was disturbed that it should remain with me overnight. 89. Jabir relates that one man asked the Holy Prophet on the day of Uhud: Tell me, where shall I be if I am killed in battle today? He answered: In Paradise. The man threw away the few dates he held in his hand, plunged into battle and fought on till he was killed *(Muslim).*
90. Abu Hurairah relates that a man came and asked the Holy Prophet: Which giving away in charity is more acceptable to God? He answered: That which you give away while you are in good health, seeking wealth, fearing adversity and hoping for prosperity. Do not delay spending in charity till you are in extremity to say: To So and So this, and to So and So that; for by then they already belong to So and So *(Bokhari and Muslim).*

91. Anas relates that the Holy Prophet took up a sword on the day of the battle of Uhud and said: Who will take this sword from me? Everyone stretched forth his hand saying: I, I. The Holy Prophet said: Who will take its full responsibility? The people hesitated. Then Abu Dujanah said: I shall take it; and with it he cracked the skulls of the pagans *(Muslim).*

93. Abu Hurairah relates that the Holy Prophet said: Hasten to do good before you are overtaken by one of seven misfortunes: perplexing adversity, corrupting prosperity, disabling disease, babbling dotage, sudden death, the worst apprehended Anti-Christ, the Hour, and the Hour will be most grievous and most bitter *(Tirmidhi).*

(Riyadh as-Salihin of Imam Nawawi)
Translated from the Arabic by MUHAMMAD ZAFRULLA KHAN
Gardens of the Righteous, 1975

Selected Verses from the Holy Qur'ān

Chapter 29: Al-`Ankabut

[29:1] In the name of Allah, the Gracious, the Merciful.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

[29:2] Alif, Lam, Mim.

الٓمّٓ ②

[29:3] Do men think that they will be left alone because they say, 'We believe,' and that they will not be tried?

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ③

[29:4] And We did try those who were before them. So Allah will, assuredly, know those who are truthful and He will, assuredly, know the liars.

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ④

[29:5] Or, those who commit evil deeds imagine that they will escape US? How ill they judge!

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ⑤

[29:6] Whoso hopes to meet Allah, let him be prepared for it, for Allah's appointed time is certainly coming. And He is the All-Hearing, the All-Knowing.

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑥

[29:7] And whoso strives, strives only for his own soul; verily, Allah is Independent of all His creatures.

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑦

[29:8] And as to those who believe and do righteous deeds We shall surely, remove from them their evils, and We shall, surely, give them the best reward of their works.

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑧

[29:9] And We have enjoined on man kindness to his parents; but if they contend with thee to make thee associate that with ME of which thou hast no knowledge, then obey them not. Unto ME is your return, and I shall inform you of what you did.

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑨

[29:10] And those who believe and do righteous deeds - them We shall, surely, admit into the company of the righteous.

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑩

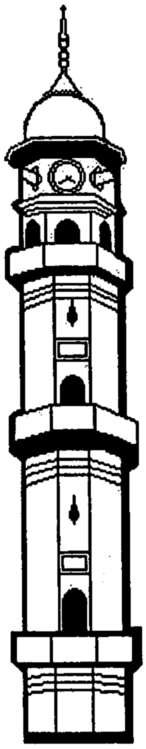

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ
(Holy Qur'ān, 3:53 & 61:15)

Quarterly

Nahnu Ansarullah Canada

Volume 7, No. 5
Oct. 2006– March 2007

A publication of
Majlis Ansarullah Canada
An auxiliary of
Ahmadiyya Muslim Jama'at Canada

Editorial Board
Nahnu Ansarullah Canada

Amir & Missionary Incharge
Maulana Naseem Mahdi

Sadr Majlis Ansarullah
Kaleem Ahmad Malik

Qai'd Umumi & Coordinator
Hamid Latif Bhatti

Qai'd Isha'at & Manager
Mohammad Zubair Mangla

Addl. Qai'd Isha'at & Editor Urdu
Nasir Ahmad Vance

Addl. Qai'd Isha'at & Editor English
Dr. Sajid Ahmad

Majlis Ansarullah Canada
100 Ahmadiyya Avenue,
Maple, ON
L6A 3A4

In this Issue

1	Selected Verses	2
2	On Vying with One Another	3
3	Introducing the Books	4
4	Report Majlis Shura 2006	14
5	Report of National Ijtema 2006	20

انصار اللہ اجتماع ۲۰۰۶ کی تصویری جھلکیاں

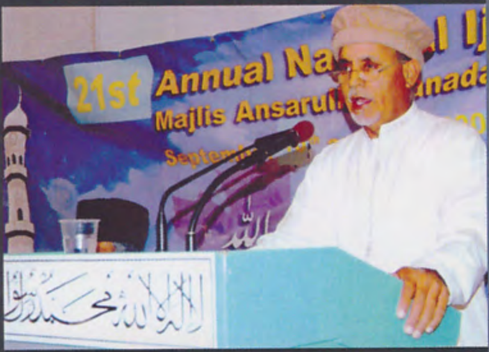

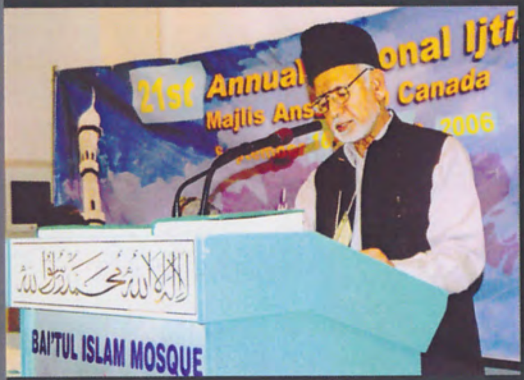

انصاراللہ اجتماع ۲۰۰۶ کی تصویری جھلکیاں

انصاراللہ اجتماع ۲۰۰۶ کی تصویری جھلکیاں

انصار اللہ اجتماع ۲۰۰۶ کی تصویری جھلکیاں

Buying Or Selling

Anywhere in GTA

Nazeef Chaudhary
Sales Representative

Residential, Commercial and Investment Properties.

Please Call

NAZEEF CHAUDHARY

416-839-4015

or visit

www.nazeef.ca

e-mail: nachaudhary@trebnet.com

You Can Own This House For Only $1200/M*

Beautiful 3 Bedrooms Detached House. Living Room, Family Room, Finished Basement With Separate Entrance, Close To Highway, Mall, School and Transit. Included 2 Fridges, 2 Stoves, Washer and Dryer.

Sell Your House For As Low As 1% Commission*

and

Save Thousands Of $$$

- Free Evaluation Of Your Home, No Obligation !!!
- Power Of Sale Homes, Get Listings E-mailed To You
- I'll Arrange Your Best Rate Mortgage (up to **0%** down*)
- New Immigrant, Self Employed or Refugee Status

HOMELIFE
HIGHER STANDARDS

Homelife/United Realty Inc.
7420 Airport Rd, Unit 105, Mississauga, ON
L4T 4E5

* For More Details Please Call Me

Majlis Ansarullah
Canada

NAHNU ANSARULLAH

September, 2006 - March 2007
Vol8 - No:1

Ansarullah Ijtima 2006